فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ○ (پ ۵ نسا)

پس شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

کُلّی ایمان
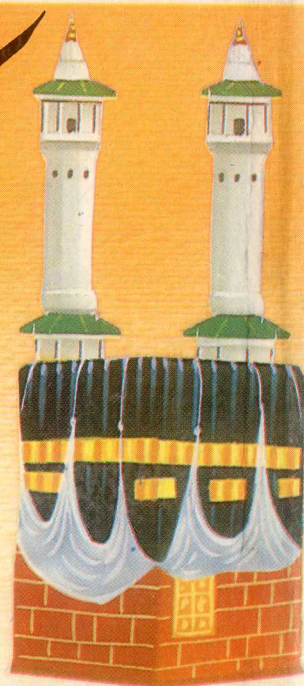
مسڑ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں

اللہ تعالیٰ کی صفت "عطا" کا انکار کرنے والے اور عطاؤں کو شرک کہنے والوں کیلئے

اپنے ایمان کو برباد ہونے سے بچانے اور مکمل ایمان حاصل کرنے کیلئے مشعلِ راہ

فرمانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ العالمین رؤف الرحیم تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا تاکہ میں اسکے والدین اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں

کرنل (ر) محمد انور مدنی (بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

کرنل (ریٹائرڈ) محمدؐ انور مدنی کی لکھی ہوئی (بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

خوشبوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تصانیف (مفت یعنی بغیر کسی قیمت کے)

صاحب کُلی علم غیب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرا ایڈیشن

حاکم کائنات (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

کُلی ایمان (مسٹر اسماعیل دہلوی کی تفویۃ الایمان کے ردّ میں)

اصل الموجودات (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

مختار منتخب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

شریعت اور عشق (شریعت عشق مصطفےٰ ہے اور عشقِ مصطفےٰ ہی شریعت ہے)

اللہ تعالیٰ کی تلاش (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ)

الزام شرک کے ردّ میں بے تکے فتوے دینے والوں کے لیے صراطِ مستقیم

محب اور حبیب کی گفتگو قرآن

نوٹ: ان کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گا۔

کتابیں حاصل کرنے کا پتہ: 22.AA فیز 4 ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور کینٹ

کُلی ایمان

(مسٹر اسماعیل دہلوی کی تفویۃ الایمان کے ردّ میں)

کرنل (ر) محمد انور مدنی (بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

نام کتاب	کلی ایمان
مصنف	کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی
تعداد	پانچ سو
اشاعت اول	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ جولائی ۱۹۹۶ء
ٹائٹل	عاطف بٹ
کمپوزنگ	عظیم کمپیوٹر ٹریننگ، کمپوزنگ اینڈ سروس سنٹر، اردو بازار، لاہور
قیمت	اللہ اور رسول کی بارگاہ میں قبولیت کی دعاؤں کا متمنّی۔ کیونکہ اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کریں۔ (وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ) (توبہ)

فہرست مضامین

حصہ اول

حصہ دوم

مولوی اسماعیل کا عقیدہ

روئے سخن

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ۔ الصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین
اعوذ باالله من الشیطن الرجیم ۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم

۱۔ ہمارے آقا نور مجسم رحمتہ للعالمین روٴف الرحیم ﷺ "صاحب کلی علم غیب ﷺ" نے آج سے چودہ صدیاں پہلے قیامت کی نشانیاں بتا دیں۔ وہ یہ کہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق علماء شر ہوں گے (اور بہترین مخلوق علماء حق)۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ ایمان ان کے دلوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے کمان سے تیر۔ ایسے نام نہاد علماء قرآن کی آیتوں میں جھگڑا کریں گے۔ قرآن میں اپنی رائے دے کر اپنا ٹھکانہ آگ میں بنائیں گے اور بغیر علم کے شرک کے فتوے دیں گے اور پھر ان فتوؤں کو سند قرار دیں گے وہ اس لئے کہ دین کی ٹھیکیداری انہوں نے ہی لی ہوئی ہے۔ دراصل یہ انگریز کے مشن اور نجدی فتنہ کی تکمیل کر رہے ہیں جن کا واحد مقصد نبی کریم ﷺ کی شان، ذات اقدس، صفات، کمالات، جمالات اور معجزات میں نکتہ چینی کرنا ہے دونوں طبقوں کا مشن یہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت ختم کر دی جائے اور آج کل جبکہ بیسویں صدی ختم ہو رہی ہے۔ مسلمان تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ذلت و خواری کے گڑھے میں اسی وجہ سے گر گئے ہیں کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دوری اپنا لی ہے اور دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر لیا ہے۔

۲۔ بندہ کو اپنی علمی کم مائیگی کا احساس ہے لیکن جب سے نبی کریم روٴف الرحیم

نزدیک شاید الله تعالیٰ سے بڑھ کر اور کوئی (نعوذ باللہ) الله ہے جس کی وجہ سے یہ الله تعالیٰ کی عطا کو شرک کہتا ہے۔ کیا یہ الله تعالیٰ سے بغاوت نہیں۔

ب۔ قرآن کی آیات کے غلط معنی کرتا ہے عربی گریمر سے نابلد ہے۔

ت۔ قرآن کی آیات کی تشریح میں اپنی رائے دیتا ہے تاکہ اپنے دل کی بات فٹ کر سکے اور مطلوبہ مقصد حاصل کرے۔

ث۔ آیات کو غلط موقعوں پر سند بنا کر لاتا ہے۔ یعنی کہ جہاں آیہ کی ضرورت نہیں وہاں اسے فٹ کر دیتا ہے۔

ج۔ مِنْ دُونِ الله کے معنی نہیں جانتا۔ اور بِاِذْنِ الله کی تشریح کا پتہ نہیں۔

ح۔ شرک کے معنی بمطابق قرآن اسے پتہ نہیں اور اپنی رائے سے کئی قسمیں خود ہی گھڑ لی ہیں۔

خ۔ اپنی پوری کتاب میں کہیں بھی "توحید" کی تعریف نہیں کی۔

د۔ اپنی رائے سے فقرہ لکھتا ہے۔ مثلاً "جو باتیں الله نے اپنے لئے خاص کی ہیں"۔ لیکن اس کا حوالہ نہیں دے سکا کہ کہاں لکھا ہے۔

ذ۔ الله تعالیٰ کے نام کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے۔ کبھی صرف "الله" لکھتا ہے کہیں "الله صاحب" اور ایک جگہ "کچھ تعظیم" کے الفاظ لکھتا ہے۔

ر۔ سُنّی مسلمانوں کا عقیدہ بیان کرتا ہے جس میں الله تعالیٰ کا لفظ کئی بار استعمال کرتا ہے۔ پھر اس عبارت کو "خرافات بکنا" کہتا ہے یعنی کہ سُنّی مسلمانوں سے عداوت کی انتہا ہے کہ نام الٰہی کا بھی لحاظ نہیں کرتا۔

ز۔ مسلمانوں کو "جھوٹے مسلمان" لکھتا ہے گویا کہ جھوٹ موٹ کے مسلمان بنے ہوئے ہیں جو حقیقت میں غیر مسلم ہیں۔ مسلمانوں کا کلمہ پڑھنا اس نے صفر کر دیا۔ حالانکہ میدان جنگ میں کوئی کافر اگر تلوار کے نیچے کلمہ پڑھ لے تو اسے نہ مارنے کا حکم ہے۔

س۔ جتنے بھی الزامات اپنی شرک کی فہرست میں لگائے ہیں۔ سب کے سب بہتان ہیں پھر بار بار وہی جملے دہرا رہا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس

ﷺ نے کرم نوازی کی اور اپنے نور کی روشنی کا دیدار کرایا تو قرآن و حدیث کے مطالعے اور تحقیق سے پتہ چلا کہ دین مصطفیٰ ہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اس کو مشکل صرف اور صرف علماء سُو نے بنایا ہے اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق سب سے زیادہ نقصان انہی علماء سُو نے دین مصطفیٰ کو پہنچایا ہے۔ یہ نام نہاد مولوی تو غیر مسلمانوں کے ان الزامات کا جواب تک نہیں دے سکتے جو غیر مسلم دینِ اسلام پر کرتے ہیں۔ یہ لوگ دین کو حقیقت میں بیچ رہے ہیں۔ تقریروں کے ریٹ مقرر ہیں۔ تحریروں کی قیمت وصول کی جاتی ہے۔ گویا کہ انہوں نے دین کو کاروبار بنایا ہوا ہے۔ دین کی قیمت اسی دنیا میں لے لی تو اگلے جہاں کیا ملے گا۔؟

۳۔ اسی ضمن میں ایک کتاب بنام تقویۃ الایمان پڑھی جو کہ درحقیقت تفویۃ الایمان (ایمان کو برباد کر دینے والی) ہے۔ پہلے تو سوچا کہ اس کا لکھنے والا جاہل' اجڈ' نہایت ہی کم تعلیم یافتہ' پیشہ ور مولوی جس کی ذہانت تیسرے درجے سے بھی پست ہے۔ جو نبی کریم ﷺ سے عداوت کی وجہ سے بصیرت سے بھی محروم ہے اور انگریزوں اور نجدی فتنوں کا آلہ کار ہے۔ اسے "اعرض عن الجاھلین" کی رو سے نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن اب اس کے ردّ لکھنے کا حکم ملا ہے۔ چنانچہ اس کا بغور مطالعہ کیا اور رد حاضر خدمت ہے۔ اس کے ردّ میں ویسے تو عشاق حضرات نے بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ علماء حق کی تحریر تھی۔ یہ موجودہ تحریر ایک "بندۂ رسول" کی ہے۔

۴۔ سب سے زیادہ لرزا دینے والی باتیں جو مسٹر اسماعیل دہلوی نے لکھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا (علم اور تصرف) کو بھی نہیں مانتا اور اسے شرک ٹھہراتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو کہا۔ هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ [illegible] ○ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ترجمہ۔ یہ ہماری عطا ہے چاہے آپ بے حساب دے کر کسی کو ممنون کریں یا نہ دیں) مطلب یہ کہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اب ایسی اور بھی آیات ہیں۔ لیکن مسٹر دہلوی اللہ تعالیٰ کی عطا کو نہیں مانتا اسے شرک کہتا ہے۔ اس کے

کے تحت الشعور میں بغض بھرا ہوا ہے۔

ش۔ انداز تحریر نہایت ہی گستاخانہ ہے۔ (انسانیت سے گرے ہوئے الفاظ لکھنا جیسے چوہڑہ چمار۔) بدعقیدگی کا بدترین نمونہ انبیاء اولیاء کی توہین و تنقیص کا سیاہ کار یا شاہ کار اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے (عطا کو نہیں مانتا)۔

ص۔ اللہ تعالیٰ کی شان کو اس سے پہلے شیطان نے جھٹلایا کہ فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ (تونے مجھے گمراہ کیا۔ میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا ان کے لئے)۔ اس میں اور شیطان میں کیا فرق رہ گیا۔

ض۔ اللہ تعالیٰ کی نمازوں کا تمسخر اڑایا۔ نماز میں کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (ان کا راستہ جن پر تو نے انعامات کئے) اور عملی طور پر تحریر و تقریری طور پر ان انعام یافتہ لوگوں کا تمسخر اڑایا۔ شریعت میں اسے کیا کہیں گے؟ کوئی مولوی مجھے شریعت کی کوئی اصطلاح تو بتائے جو ایسے افراد پر فٹ ہوتی ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق نہیں ہے۔

ط۔ قرآن و حدیث کو کھلے عام جھٹلاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ اسمیں "میں" بہت آگئی ہے یہ اس لئے اپنے آپ کو "مولانا" لکھواتا ہے۔ مولویوں کے گھر میں پیدا ہو کر دین کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔ یاد رہے دین میں ٹھیکیداری نہیں ہے۔ صرف اور صرف بصیرت ہے جو رحمتہ اللعالمین رؤف الرحیم ﷺ کے در اقدس سے ملتی ہے۔

ظ۔ ایسی احمقانہ اور جہالت کے خیالات سے بھرپور کتاب پڑھ کر مجھے یہ تاثر ملا کہ لکھنے والا عقل سے محروم ہے اور اس کا مقیاس ذہانت اوسط درجے سے بھی نہایت پست ہے۔ اس کی علمی قابلیت صفر ہے جو اس کے بے ربط خیالات کی عکاسی کرتے ہیں اور ایسے لگتا ہے کہ اس نے یہ کتاب لَعِیْنِیْ پی کر لکھی تھی۔

۵۔ ان نکتہ چیں لوگوں کی کتنی احسان فراموشی ہے کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کے

کلمہ پڑھانے کا احسان بھی بھلا دیا۔ ورنہ شاید یہ بھی کسی بتکدے میں ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے ماتھا رگڑتے ہوتے۔

۶۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ سادہ لوح مسلمانوں کو ایسے رہزنوں سے جو لباس خضر میں آتے ہیں۔ بچائے۔ یہ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے رہزن نبی کریم ﷺ کی محبت ختم کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو "عبدالطاغوت" کہا ہے اور ان کا تعلق "حزب الشیطٰن" سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے جب زمانے میں ایسے لوگ سرگرم عمل ہو جائیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے گروہ "حزب اللہ" میں سے عبد رسول (بندۂ رسول) پیدا کر دیتا ہے۔ جو شیطانوں کی طغیانی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ کا گروہ ہی غالب ہے (فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ)

۷۔ مجھے امید ہے کہ میں سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان بچا سکوں گا۔ ایسے سادہ لوح جو ان لوگوں کے جُبّے دیکھ کر ان کے خود ساختہ القابات پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ بس دین تو ان ہی کے پاس ہے۔ انشا اللہ تعالیٰ ان سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو بچانا میرا مشن (Mission) ہے نہ کہ پیشہ (Profession)۔ یاد رہے پروفیشن یعنی پیشہ اپنا کر لوگ روپیہ پیسہ کماتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے مشن (مدعا زندگی) بنایا ہوتا ہے وہ اپنے پلے سے سب کچھ دیتے ہیں حتیٰ کہ جان بھی تاکہ ان کا مشن کامیاب رہے۔

۸۔ اس کتاب کے ۲ حصے ہیں۔ حصہ اول پڑھ لیں تو تقویۃ الایمان کا مکمل جواب مل جائے گا۔ حصہ دوم میں علیحدہ تقویۃ الایمان لکھے ہوئے الفاظ اور جملے جو نہایت ہی نامناسب ہیں ان کا پوسٹ مارٹم کر دیا ہے تاکہ قارئین کو پتہ چلے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ لوگ کیسے بغاوت کرتے ہیں اور دین کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

۹۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات (عطا) کا منکر ہو۔ کیا وہ مولوی کہلا سکتا ہے۔؟

فقط مخلص

کرنل (ر) محمد انور مدنی

(بندۂ رسول ﷺ)

حصہ اول

باب ۱

ہدایت الٰہی جَلَّ جلالہٗ

تعارف :- اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کا مقصد بتا دیا وہ یہ کہ میں نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں (وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (۵۱/۵۶) چنانچہ حیات انسانی کا مقصد یہ ٹھہرا کہ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ کوئی لمحہ بھی ضائع نہ کیا جائے۔ اس کائنات کی یہ چیز ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ بعض لوگ بے علمی کی وجہ سے یہ کہتے سنا کہ ہمیں تو پتہ نہیں کہ ہم کیوں پیدا کئے گئے ہیں اگر ایسے لوگ قرآن پر توجہ دیں تو انہیں یقیناً سمجھ آجائے کہ ان کی زندگی کا مقصد انہیں بتا دیا گیا ہے۔

جنت سے اترنا :- آدم و حوا کو جنت سے نکلنا پڑا کیونکہ ان سے ایک لغزش ہو گئی وہ یہ کہ جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا وہ بھول کر شیطان کی جھوٹی قسم (اللہ کی قسم) سے متاثر ہو کر کر بیٹھے۔ یہ خطا تھی غلطی نہ تھی کیونکہ نبی معصوم ہوتے ہیں غلطی نہیں کرتے۔ یہاں چونکہ ابلیس نے اللہ کی قسم کھا کر ورغلایا تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ یہ اللہ کی قسم کھا رہا ہے چنانچہ اس کی بات مان لی۔ پھر کیا ہوا۔ اللہ کہتا ہے قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۲/۳۸ ہم نے فرمایا تم سب جنت سے نکل جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کچھ اندیشہ اور نہ کچھ غم۔

پیغام لانے والے :- جب آدم و حوا زمین پر اتر آئے تو ظاہر ہے اب انسان کا

کاروبار حیات جاری و ساری رہنا تھا اور جیسا کہ اللہ نے کہا تھا کہ میری طرف سے ہدایت آئے گی تو اس پر عمل کرنا چنانچہ ہدایت کا پیغام لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کے گروہ کی تخلیق کی۔جو مختلف مقامات میں مختلف بستیوں میں مختلف قوموں کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جنہوں نے ان پر عمل کیا وہ مومن کہلائے۔ جنہوں نے انکار کیا وہ کافر کہلائے۔ جنہوں نے دو رخی اختیار کی وہ منافق کہلائے۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنا پیغام انسانوں کو ڈائریکٹ نہیں دے سکتا تھا؟ عقل کیا کہتی ہے :- یہ ایک سوال ہے جس کا جواب بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک گمراہ گروہ کہتا ہے کہ اللہ سے ڈائریکٹ (بلاواسطہ) رابطہ کرنا چاہئے انبیاء کے وسیلے اور دیگر اسباب کا انکار کرتا ہے۔ اگر اس گمراہ گروہ کی بات دیکھی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو انبیاء اور پھر ملائکہ کی ضرورت نہ تھی۔ ہر کام (بلاواسطہ) ڈائریکٹ ہر انسان سے کرتا۔ لیکن یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات بنائی اور ہمارے اس جہاں کو عالم اسباب بنایا۔ ایک واقعہ دوسرے سے منسلک ہے۔ واقعات کے تسلسل کے لئے وسیلے بنائے۔ انبیاء کو علوم اور اختیارات عطا کئے تاکہ ایک نظام عمدہ طریقے سے چلے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے گھر کو تین سو ساٹھ بتوں سے "کُنۡ" کہہ کے پاک نہ کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا کہ میں چاہتا تو ہر ایک مومن کر دیتا لیکن میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو کہا ہے کہ ہر جاندار کا رزق میرا ذمہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام انسان بیٹھ جائیں اور کہیں چونکہ رزق کا ذمہ اس نے لیا ہے اب ہمارے لئے رزق کی صبح شام بارش ہوا کرے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔ چنانچہ کوئی مزدوری کرتا ہے کوئی نوکری اور کوئی کاروبار کر کے روزی کما کر پیٹ بھرتا ہے۔ جہاں دیکھو انسان دوسرے انسان کے لئے مددگار اور وسیلہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ انبیاء ملائکہ کو اسی لئے پیدا کیا کہ اس عالم اسباب کا نظام عمدہ طریقے سے چلے۔

تین قسم کے انسان :- قرآن حکیم کے شروع میں ایک بات بڑی واضح ہے کہ

(لَارَیْبَ فِیْہِ) اس میں کوئی شک نہیں۔ شک کا متضاد یقین ہے۔ اسی لئے ایمان کی بنیاد یقین ہے۔ اسی بنا پر قرآن نے بتایا کہ انسانوں کے تین گروہ ہوں گے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ **مومنین** :- جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

ب۔ **کافر**:- جنہوں نے اللہ کی ہدایات کا انکار کیا۔

ت۔ **منافقین** :- ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ترجمہ۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور (اللہ کہتا ہے) وہ مومن نہیں۔ یہ لوگ کفار سے بھی بد تر ہیں اسی لئے جہنم کے بد ترین طبقہ ان کا آخری مقام ہے۔

قرآن کی سمجھ

مدعاء بیان :- قرآن کے سمجھنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ اللہ و رسول کا کلام سمجھنے کے لئے عقل اور علم درکار ہے۔ جن کی زبان میں یہ قرآن اترا وہ "صاحب قرآن" سے سیکھا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو ہماری زبان میں اترا ہے اس لئے ہمیں کسی معلم کی ضرورت نہیں سورہ بقرہ کو سمجھنے کے لئے عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ۱۲ سال لگے تھے اور وہ اس دوران صاحب قرآن ﷺ سے سیکھتے رہے۔ یہ وہ فاروق اعظم ہیں جن کے متعلق آقا ﷺ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ۔ بیشک اللہ نے عمر کی زبان اور ان کے دل کو حق کا مرکز بنایا ہے۔ اور پھر کئی آیات ان کی موافقت میں اتری ہیں۔ چنانچہ عقل کہتی ہے کہ کسی بھی علم کے حصول کے لئے معلم کی ضرورت ہے اگر ایسا نہ ہو تو کالج اور یونیورسٹی جانے کی کیا ضرورت ہے لوگ قانون، ڈاکٹری وغیرہ کی کتابیں گھر لے آئیں اور پھر بغیر معلم کی تعلیم کے امتحان دے دیں۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خلاف عقل ہے۔ اور جو یہ کہے کہ معلم کی ضرورت نہیں تو وہ فاتر العقل ہے۔ قرآن کیا ہے۔ معلم کے بغیر یہ سمجھ نہیں آتا۔ حصول علم کا حکم کیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

قرآن کیا ہے :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (۳/۷ ال عمران) ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس کی کچھ آیات صاف معنی (محکم) رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس اشتباہ والی کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔ اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے۔ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں

مانتے مگر عقل والے۔

اس آیت مبارکہ سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن میں بعض آیتیں پکی ہیں اور دوسری مختلف المعانی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اشتباہ والی آیات کے پیچھے کون پڑتے ہیں اور کیوں پڑتے ہیں۔ اور تیسری بات کہ پختہ علم والے کیا کہتے ہیں چنانچہ ان کی تفصیل سمجھنا ضروری ہے۔

قرآن کے معنی :- فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قرآن سات طریقوں پر اترا۔ ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی یعنی ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے۔ باطنی مراد اس کا منشاء اور مقصد یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ ہے جس پر ہر علماء مطلع ہیں اور باطن وہ جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو۔ پھر ہر ظاہر و باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔ یعنی قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں۔ چنانچہ ظاہر قال سے باطن حال سے ہے یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے باطن کسی کی نظر سے۔ یاد رہے صوفیائے کرام وہ لوگ ہیں جو شریعت' طریقت کے جامع ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے پروانے ہوں۔ آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں۔ اس سے دین فروش' جاہل صوفی نمود و نمائش کے دلدادہ وغیرہ وغیرہ ایسے قماش کے لوگ مراد نہیں۔

متشابہات و مبہمات قرآن :- محکم اور متشابہ کے تعین میں مختلف اقوال آئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعہ معلوم ہو جائے وہ محکم اور جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رکھا ہو جیسے سورتوں کے اوائل کے "حروف مقطعات" یہ متشابہ ہیں۔

ب۔ جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے وہ محکم ہے اور جس کی تاویل کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو وہ متشابہ ہے۔

ت۔ جو شے مستقل بنفسہٖ ہے وہ محکم اور جو چیز فہم معنی میں غیر کی محتاج ہو اور

جو مستقل بنفسہٖ نہیں ہو اپنے معانی پر دلالت نہیں کرتی وہ متشابہ ہے۔

ث۔ محکم وہ ہے جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہے اور متشابہ وہ ہے جو بغیر از تاویل سمجھ میں نہیں آتا۔

عکرمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آیۃ اَلَّذِیْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ (۴/۱۰۰) کی تفسیر چودہ سال تک تلاش کی اور اس کے در پے رہا۔ قرآن کی ایسی آیات بغیر معلم کے سمجھ نہیں آتیں۔

قرآن میں اپنی رائے :- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنائے اور دوسری روایت ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔ چنانچہ بغیر علم کے کچھ کہنا دوزخ کو منزل بنانا ہے اور علم کے لئے معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔

متشابہ کے پیچھے پڑنے والے

آیہ کریمہ پر غور کریں۔ ان لوگوں کا ذکر کیا جن کے دلوں میں کجی ہے۔ یاد رہے کہ دل کی گیارہ بیماریاں قرآن میں بیان ہیں اور ان میں سے ایک بیماری دل کا ٹیڑھا پن ہے۔ چنانچہ اسی بیماری کی وجہ سے یہ لوگ ان آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو متشابہات میں سے ہیں۔ کبھی ان کے ظاہری معنی سے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ کبھی قرآن میں تعارض اور مقابلہ دکھاتے ہیں۔ کبھی اس کے ظاہری معنی سے اپنے غلط مسائل ثابت کرتے ہیں۔ غرضیکہ وہ اسی میں مشغول رہتے ہیں۔ ابتغاء کا مادہ بغی ہے ۔بمعنی چاہنا اور حد سے بڑھنا (اسی لئے اسلامی سلطنت کے مخالف کو باغی کہتے ہیں) یہاں فتنہ سے مراد بہکانا' گمراہ کرنا' مسلمانوں میں اختلاف ڈالنا یا بلائیں برپا کرنا۔ یا ایک نیا مذہب قائم کر کے مسلمانوں میں کشت و خون کرانا۔ یا شرک و کفر کرنا تاویل کا مطلب بیان اور تفسیر ہے۔ اصطلاح میں کسی لفظ کو ظاہری معنی سے پھیرنا تاویل کہلاتا ہے۔ یہاں وہ باطل اور جھوٹی تاویلیں مراد ہے جو عقائد اسلامیہ کے خلاف ہوں اور مفسدین کی مرضی کے مطا بقی یعنی الفاظ توڑ موڑ کر اپنا مطلب نکالنا۔ گویا کہ ایسے بے دین لوگ محض گمراہی پھیلانے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے کشف و خون کرانے اور لوگوں کو بہکانے کے لئے۔ نیز اپنے مطلب کے موافق قرآن بنانے کے لئے مشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ محکم آیتوں اور روشن احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ متشابہ کے پیچھے پڑنے والے لوگوں میں ایک اور بری عادت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ وہ اس میں (قرآن) اپنی رائے دیتے ہیں۔ کوئی آیتہ ہو تو اس کی تشریح' ترجمہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میری رائے میں" بس یہیں سے ان کے ایمان کی بربادی شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن میں اپنی رائے دینا تو ایسا ہے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے اور دوسری روایت کے مطابق اپنی رائے دینا جبکہ علم نہ ہو۔ یہ بھی برابر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے کہ علم کے بغیر قرآن کی تاویلیں کر رہے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کریں۔ مثلاً قران میں جہاں جہاں مِنْ دُوْنِ اللہ (اللہ کے سوا) کا لفظ آیا ہے ان ساری آیات میں کفار سے خطاب ہے جو بتوں کے پجاری تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا انہوں نے یہ بت اللہ

(جھوٹے) بنائے ہوئے تھے مگر یہ بیمار لوگ ان الفاظ کے معنی یعنی کہ' "اللہ کے سوا" کا مطلب انبیاء اور اولیاء (اپنے پاس سے بنا) کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

اَلرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

آیات متشابہ کے جاننے کی بات ہو رہی ہے۔ آیۃ کا اگلا حصہ وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یعنی متشابہ آیتوں کے صحیح معنی اللہ اور پکے علم والے جانتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا "میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کی تاویل کرتے ہیں"۔ چنانچہ مطلب یہ ہوا کہ متشابہات کی تاویلیں اللہ اور سچے علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا اور کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور یہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اس آیہ کے ترجمہ میں ایک اور قول بھی ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ تفسیر کلام اللہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا بیان دوسرے ان کے بعد ان سے کم درجہ رکھنے والے لوگوں کے بیان پر بہرحال مقدم ہو گا اور عقل یہ کہتی ہے کہ ہونا چاہئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے "قرآن اس لئے ہرگز نازل نہیں ہوا کہ اس میں سے بعض حصہ اس کے بعض حصے کی تکذیب کرے۔ لہٰذا جس قدر اس میں سے تمہاری سمجھ میں آجائے اس پر عمل کرو اور جو متشابہ معلوم ہو اس پر ایمان لاؤ۔ اور کہو ہم اس پر ایمان لائے۔ سب کچھ ہمارے خدا کی طرف سے ہے۔

راسخ علماء کون ہیں۔ بعض نے فرمایا عالم باعمل راسخ عالم ہے۔ بعض کا قول ہے جس میں چار صفتیں ہوں پرہیزگاری' انکسار' زہد اور مجاہدہ نفس۔ بعض نے کہا راسخ عالم وہ ہے جس کے دل و دماغ اور زبان پر علم نے ایسا قبضہ کر لیا ہو جیسے درخت کی جڑ نے زمین پر۔ کہ زبان سے علمی تقریر کرے۔ دماغ میں علم محفوظ رکھے اور دل میں معرفت ہو۔ بعض نے کہا راسخ فی العلم وہ ہے جس کا علم معرفت الٰہی کا ذریعہ ہو اور اسے علم کے ساتھ عشق بھی حاصل ہو اسی لئے اللہ نے فرمایا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸ فاطر) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اس کی صفات کو جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں۔ جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔

معلم کی ضرورت

معلم کے معنی ہیں تعلیم دینے والا۔ یہ لفظ اسی لئے وجود میں آیا کہ تعلیم دینے والے کے بغیر دوسرا تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآن کی تعلیم تو بہت بڑی بات ہے۔ عام علوم حاصل کرنے کے لئے معلم کی ضرورت ہوتی ہے تکنیکی علوم جاننے کے لئے جہاں عملی کام بھی ہو معلم کے بغیر جاننا بہت مشکل ہے اور اگر کوئی ایسا دعوٰی کرے تو اس کا یہ علم اس کے لئے اور دوسرے کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات ہی خلاف عقل ہے کہ کوئی بھی علم بغیر معلم کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب قرآن مجید کی طرف آتے ہیں۔ اس سے پہلے مختصر بیان کیا گیا کہ قرآن کا علم تو بغیر معلم کے سمجھنا بہت مشکل ہے۔ دیکھیں قرآن عربی زبان میں اترا۔ جس وقت یہ نزول ہو رہا تھا تو سب عربی زبان بولنے والے اور سمجھنے والے ہی تھے گویا کہ مادری زبان ہی عربی تھی۔ مگر جب آیات اترتی۔ صاحب قرآن ان آیات کا مطلب سمجھاتے اس لئے قرآن میں فرمایا۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَہ (اور وہ کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے)۔ اور جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ مختلف ادوار میں مختلف راسخ العلم لوگوں نے قرآن پاک کی تفاسیر لکھیں تاکہ ناسمجھ اسے سمجھ سکیں۔ اور پہلی تفسیر ابن عباس ہی ہے۔ اس لئے چونکہ حضرت ابن عباس نے زمانہ نبوی ﷺ دیکھا ہے۔ آپ کی تفسیر بھی زیادہ ترین قبولیت کے لائق ہے کیونکہ یہی عقل کا تقاضا ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی یہ دعوٰی کرے کہ وہ بغیر معلم کے سمجھ لیتا ہے تو یقین جانو کہ وہ فاتر العقل ہے۔

عقل اور شریعت

عقل کی تخلیق:۔ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا پیچھے ہٹ جا پیچھے ہٹ گیا پھر فرمایا آگے ہو جا تو وہ آگے ہو گیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے نزدیک تیرے سے بڑھ کر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ تیری وجہ سے میری عبادت ہو گی۔ تیری وجہ سے کسی کو دوں گا اور تیری وجہ سے کسی کو پکڑوں گا۔ (روح البیان سورہ طور۔ حدیث پاک) عقل نور کا وہ حصہ ہے جو کہ قلم، لوح، عرش، حاملین عرش، کرسی، فرشتے، آسمان، زمین، جنت دوزخ، مومنوں کی آنکھ کا نور، دلوں کا نور، انس و محبت کا نور، سورج، چاند، ستارے کی تخلیق کے بعد نور کے چوتھے حصے سے عقل، علم حلم اور عصمت و توفیق پیدا فرمائی۔

عقل۔ قرآن میں ذکر:۔ قرآن حکیم میں عقل کا لفظ ۴۹ دفعہ آیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ ۲/۱۶۴، ۱۳/۴، ۱۶/۱۲-۶۷، ۲۹/۳۵، ۳۰/۲۴-۲۸، ۴۵/۵

ب۔ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۱۷۰-۱۷۱، ۵/۵۸-۱۰۳، ۸/۲۲، ۱۰/۴۲-۱۰۰، ۲۹/۶۳، ۳۹/۴۳، ۴۹/۴، ۵۹/۱۴

ت۔ یَعْقِلُوْنَ۔ ۲۲/۴۶، ۳۵/۴۴، ۳۶/۶۸

ث۔ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۷۳-۲۵۲، ۶/۱۵۱، ۱۲/۲، ۲۴/۶۱، ۴۰/۶۷، ۴۳/۳، ۵۷/۱۷

ج۔ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ۳/۱۱۸، ۲۶/۲۸

ح۔ مَا عَقَلُوْہُ۔ ۲/۷۵

خ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ۲/۴۴-۷۶، ۳/۶۵، ۶/۳۲، ۷/۱۶۹، ۱۰/۱۶، ۱۱/۵۱، ۱۲/۱۰۹، ۲۱/۱۰، ۲۱/۶۷، ۲۳/۸۰، ۲۸/۶۰، ۳۷/۱۳۸

د۔ اَفَلَمْ تَکُوْنُوْ تَعْقِلُوْنَ۔ ۳۶/۶۲

ذ۔ اَوْ نَعْقِلُ۔ ۶۷/۱۰

ر۔ یَعْقِلُھَا۔ ۲۹/۴۳

عقل کا دائرہ:۔ انسان کو شریعت کا پابند بنانے کے لئے اس کے گرد عقل کا دائرہ کھینچ

دیا۔ عقل دے کر اختیار بھی دے دیا چاہے اچھا راستہ اپناؤ اور چاہے دوسرا راستہ۔ اور اسی وجہ سے قیامت کی دن حساب کتاب ہونا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ معلوم ہو کہ عمل کے پیچھے عقل کار فرما ہے بس یہی سمجھنے والی بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ:۔ کفار مکہ جاہلیت اور گمراہی کے اندھیروں میں گرے پڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہبری کے لئے رحمتہ اللعالمین رؤف الرحیم ﷺ کو بھیجا تاکہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ کفار مکہ نے اس دعوت حق کو ٹھکرایا اور پھر اس کے ٹھکرانے کا اقرار بھی کیا۔ کہتے تھے۔ اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِھَتِنَا لَوْ لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْھَا (۲۵/۴۲) قریب تھا کہ ہم اس (دعوت حق) کی وجہ سے اپنے معبودوں (باطل) سے بھک جاتے اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی پر جمے نہ رہتے۔ بتوں کی پوجا کو اپنا وطیرہ بنایا۔ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھر کے بت لکڑی کے بت اور آٹے کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ جب بھوک لگتی تو ان آٹے کے بتوں کو پانی ڈال کر گوند لیتے اور روٹی پکا کر کھا لیتے۔ بہت ہی کم عقل تھے۔ پیغام حق میں بتایا گیا تھا کہ اللہ صرف ایک ہے اس کی ہی بندگی کرو۔ اس پر ابو جہل نے کہا اَجَعَلَ الْاٰلِھَةَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (۳۸/۵ ص) اتنے معبودوں کو اس نے ایک معبود بنایا۔ یہ تو عجیب بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ:۔ ان میں عقل کے مطابق کام نہ کرنے کی ضد تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ بدعقیدہ تھے۔ اگر عقل سے کام لیتے۔ آقا ﷺ کی دعوت حق سنتے تو پھر وہ اس بدعقیدگی اور اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف نہ آجاتے۔

فرمان مصطفیٰ ﷺ:۔ دعوت حق کے اعلان سے پہلے حکمت الٰہی یہ تھی کہ آقا ﷺ اسی معاشرے میں چالیس سال گزاریں۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے کردار، عادات، خلق، سچائی اوز دیانت دیکھیں، اور اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں میں سے (مِنْ اَنْفُسِکُمْ) ایک رسول تمہاری طرف آیا ہے (اور پھر وہ کسی مدرسے کا پڑھا ہوا نہ ہو تاکہ ان کو کوئی اعتراض نہ مل جائے کہ جی یہ تو فلاں جگہ سے آئے ہیں۔

فلاں مدرسے سے پڑھ کر جو آئے ہیں وہ ہمیں منظور نہیں وغیرہ وغیرہ) یہ حکمت تھی کہ جب آپ ﷺ نے ان میں چالیس سال گزارے۔ تو ان کفار نے "صادق" اور "امین" کے خطابات دیئے لیکن وہ دعوت حق کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے ضد سے ٹھکرا دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰/۱۶ یونس) ترجمہ۔ تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ چنانچہ بات کا لب لباب ایک نکتے پر ختم ہوا اور وہ ہے "عقل"۔

قیامت کے دن :- جب پوری انسانیت حشر کے روز اکٹھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کی اولاد میں نے نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی پیروی نہ کرنا۔ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (۳۶/۶۳ یس) کیا تم کو عقل نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو شیطان کی گمراہی کے پھندے میں پھنس گئے کو یاد دلائے گا کہ اگر "عقل" سے کام لیتے تو پھر شیطان کے جال میں نہ پھنستے۔

دوزخیوں کی ندامت :- دوزخی جب پھینکے جائیں گے۔ تو داروغہ جہنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا۔ بولیں گے آیا تھا مگر ہم نے اس کا مذاق اڑایا۔ پھر جب دوزخ میں پھینکے جائیں گے تو ان کے منہ سے ندامت کے مارے نکلے گا۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (۶۷/۱۰ الملک) اگر ہم سنتے یا "عقل" کی ہوتی تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ یہاں پھر "عقل" یاد آئی جس کا انہوں نے اقرار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا جواب :- کفار مکہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ چھوڑتے جسمانی اور ذہنی ایذائیں پہنچانا ان کا وطیرہ تھا۔ کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنوں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا (سورہ طور ۵۲/۳۲) اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو، نہ مجنوں یا یہ کہتے ہیں شاعر ہے۔ ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ۔ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں۔ (أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَٰذَا)

یہاں بھی بات "عقل" کی ہوئی۔

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ :- ۲۹/۴۳ العنکبوت۔ اور نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم والے ہونا کا پیمانہ "عقل" ہے۔ عقل کے بغیر کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی۔ اور دو راستے بتا کر کہا کہ عقل کو استعمال کرو گے تو یقیناً اچھا راستہ کی راہنمائی کرے گی۔ اور عقل کو پیچھے پھینک دو گے تو پھر بھٹک جاؤ گے۔ بڑے بڑے صرف اس وجہ سے بہک گئے کہ وہ عقل کی راہ اپنانے کی بجائے اپنی ضد پر ڈٹے رہتے چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے۔

عبد

کس کس کے

عبد کے معنی :- عبد کا لفظ مختلف صورتوں میں ۲۷۴ دفعہ قرآن مجید کی مختلف صورتوں میں مختلف مواقع پر آیا ہے۔ عبد کے لغوی معنی بندہ' غلام' خادم Servent' آدمی ہیں۔ بندہ سے بندگی نکلا تو اس کا معنی عبادت ہوا (عبد سے عبادۃ)۔ معبد کو عبادت گاہ کہتے ہیں عباد کا مطلب بندے ہیں۔ چنانچہ اس لفظ کو سمجھنا آسان ہے۔

مقصد تخلیق :- اللہ تعالیٰ نے ایک کائنات بنائی اوز ساری مخلوق کا اشرف حضرت انسان بنایا۔ انسانی تخلیق کے متعلق بتایا یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹/۱۳ الحجرات)
ترجمہ۔ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

تمام انسان اصل میں ایک قوم اور ایک ملت تھی۔ ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے اور انسانیت کے ابتدائی دور میں سب کے نظریات و عقائد اور معاشی اور معاشرتی اصول بھی ایک ہی تھے۔ سب ایک اللہ کو ماننے والے اور اس کے احکام کو جو بذریعہ رسول ان تک پہنچے واجب الاتباع سمجھتے تھے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ افراد دنیا میں پھیلتے گئے اور مشرق مغرب شمال جنوب زمین کے اطراف پر حاوی ہو گئی۔ معاشی اور معاشرتی اصول میں فرق پڑا۔ بول چال میں اختلاف آیا۔ زبانیں مختلف ہو گئیں اس کے ساتھ ساتھ عقائد و نظریات بھی متاثر ہوئے۔ ان تمام باتوں کے پیچھے ایک مقصد حیات اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرما دیا تھا کہ میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں سورہ الذریت ۵۱/۵۶ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ گویا کہ یہ بات سرے سے ہی صاف بتا دی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ ہماری پیدائش کا مقصد کیا ہے اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے

بنی آدم کی صلاح و فلاح کے لئے ہر قرن میں اور ہر امت میں اپنے انبیاء بھیجے۔ ان سب انبیاء کی ایک ہی تعلیم تھی کہ خود ساختہ اختلافات ختم کر کے ملت واحدہ بن جاؤ۔ مخلوق پرستی کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی پرستش کرو۔ نسلی' جغرافیائی اور لسانی امتیازات کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں اور صرف معاشرت میں سہولت پیدا کرنے کے اسباب اور نعمتیں سمجھو۔ ہمارے رسول ﷺ کی آمد پر تمام ادیان مکمل ہو گئے اور رسالت کا کمال ہوا یعنی کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں ابد تک۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی رسول کی ضرورت نہیں۔

شیطان کا چیلنج :- اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں نور مصطفیٰ ﷺ رکھا تو اس کے لئے سجدۂ تعظیمی کا حکم تمام ملائکہ کو ہوا جن میں یہ بھی شامل تھا بلکہ ان کا استاد تھا حالانکہ وہ قوم جن میں سے ہے۔ (قرآن حکیم میں ہے ۷/۱۶ الاعراف۔) ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ سجدہ کرو تو وہ سب کے سب سجدے میں گرے مگر ابلیس سجدہ والوں میں نہ ہوا۔ فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا۔ بولا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا تو یہاں سے اتر جا۔ تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے۔ نکل تو ہے ذلت والوں میں۔ بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا مہلت ہے۔ (۷/۱۷) بولا تو قسم اس کی تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے۔ اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑی گستاخی تو یہ کی کہ کہنے لگا "تو نے مجھے گمراہ کیا" اس کے بعد چیلنج کیا کہ آدم کی اولاد کو جس سیدھے رستے کی طرف لگانے کے لئے انبیاء کرام آتے رہیں گے میں ان کو گمراہ کرنے کے لئے تیرے "صراط مستقیم" پر بیٹھوں گا اور ان کے آگے پیچھے داہنے اور بائیں سے حملہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کو بتاتا ہے کہ کثیر تعداد کو تو شکر گزار نہ پائے گا۔ چنانچہ تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی شیطان کی فریب کاریاں گمراہ کرنے کے لئے شروع ہو گئیں۔

عقائد و نظریات کی جنگ

الغرض انسان کی تخلیق سے شیطان اور انبیاء (جو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام لانے والے ہیں جنھوں نے انسانوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنی تھی) میں ایک طرح سے جنگ کا آغاز ہو گیا اور وہ قیامت تک جاری رہے گا۔ شیطان دنیاوی زندگی کی لذات کو زینت بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ وہ انسان سے دشمنی جاری رکھے اور آدم کی اولاد کو گمراہ کر دے۔ اور کافی حد تک وہ اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب ایک جگہ قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم کی اولاد سے یوم قیامت فرمائے گا (یٰسٓ ۳۶) اے اولاد آدم کیا میں نے تجھ سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرنا۔ یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو عقل یاد دلائے گا۔ اس دنیا میں آقا ﷺ نے بھی کفار مکہ سے فرمایا تھا کہ "میں نے تمہارے درمیان ایک عمر گزاری ہے کیا تمہیں عقل نہیں (اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ)

انسان کا اختیار :- تخلیق کے ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو "عقل" سے نوازا اور سیدھی راہ بتائی۔ فرماتا ہے (الدہر ۷۶/۳) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ انا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا ○ بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔ کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا اور دیکھتا کر دیا۔ بیشک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا (مومن سعید) یا ناشکری کرتا (کافر شقی)۔ چنانچہ معلوم یہ ہوا کہ انسان کا مومن سعید بننا یا کافر شقی بننا اس کا ذاتی اور اختیاری معاملہ ہے۔ اور وہ اس کے لئے کسی اور کو قصوروار نہیں کہہ سکتا۔ پھر ایک اور جگہ قرآن میں ہے کہ ہم چاہتے تو ہر ایک کو مومن بنا دیتے۔ مگر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا) مومن یا کافر ہونا اختیاری ہو گیا۔ اور پھر شیطان اپنے چیلوں سے یہ کام کروا رہا ہے۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان :- انسان کے لئے دو راستے تھے ایک اچھا اور دوسرا

برا۔ ایک جنت کا اور دوسرا دوزخ کا رستہ۔ قدرت نے عقل دی۔ اختیار دے دیا دونوں راستوں کے متعلق تفصیل سے بتا دیا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور وہ دوزخ کا۔ انبیاء کرام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے اور وہ سیدھے راستے کی رہنمائی کرتے رہے۔ ان کا کام صرف پیغام پہنچانا تھا۔ یہ لوگ دوزخ میں کیوں گئے ان سے نہ پوچھا جائے گا کیونکہ یہ اختیار بندے کو دے دیا گیا ہے کہ وہ کس طرف کا راستہ اختیار کرے۔ لیکن جن پر شیطان غالب آگیا قرآن حکیم میں ارشاد ہے المجادلہ ۵۸/۱۹ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ترجمہ۔ اور ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

عبد الطاغوت :- یہ لفظ قرآن حکیم کی سورہ مائدہ میں آیا ہے۔ طاغوت کے لغوی معنی معبود باطل، بدی اور شرارت کا سرغنہ، شیطان کے ہیں اور عبدالطاغوت کے معنی شیطان کے بندے ہیں۔ (۵/۲۰) قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○ تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ میں ہے۔ وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کے بندے۔ ان کا ٹھکانہ زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ دیکھا شیطان نے اپنے وعدہ کے مطابق اپنے کارنامے کئے۔ انسانوں کو اس حد تک گمراہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوا اور ان کی شکلیں مسخ کر دیں کوئی بندر بنا دیئے گئے اور کئی سور کی طرح۔ اور یہ سب لوگ "عبدالطاغوت" کہلاتے ہیں۔ (حالانکہ بندے تو اللہ کے ہی ہیں) مگر اپنے برے اعمال سے یہ "حزب الشیطن" میں داخل ہو گئے اور شیطان کے بندے کہلائے۔

عبدالرسول :- اس کے معنی ہیں رسول (ﷺ) کا بندہ۔ اس سے پہلے کہ دیکھا جائے کہ قرآن میں کس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا ﷺ کو فرمایا کہ آپ میرے (محمد) کے بندوں سے یہ کہہ دیں۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ حزب اللہ کون ہیں۔

حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ۔

سورۃ مائدہ میں ہی فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ○ (۵/۵۶) بیشک تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے مددگار بنا لیا ہے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ چنانچہ دو باتیں صاف معلوم ہوئیں۔

ا۔ اللہ اس کا رسول اور ایمان والے حزب اللہ (اللہ کا گروہ) کہلاتے ہیں۔

ب۔ اللہ اس کا رسول اور ایمان والے مددگار ہیں۔ (ولی کا معنی قرآن میں نوے دفعہ آیا ہے اور اس کے سولہ معانی نکلتے ہیں اور شان نزول کے لحاظ سے یہاں "مددگار" کے معنی بنتے ہیں)

اب پتہ چل گیا کہ حزب اللہ میں کون کون شامل ہیں۔ اللہ تو ہے ہی۔ اس کے ساتھ رسول اور مومنین (اولیاء) ہیں۔ اس لئے اللہ کے بندے رسول کے ہی بندے ہیں بالکل اسی طرح جیسے اللہ کے بندے بالکل شیطان کے بندے (عبدالطاغوت) ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے کوئی بہت بلند مقیاس ذہانت کی ضرورت نہیں بلکہ عام فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

خلاصہ :- جب اللہ کے بندے ہی رسول کے بندے ہیں تو پھر عبدالرسول۔ عبدالنبی یا غلام رسول یا غلام نبی یا اولیاء کرام کے ناموں پر غلام علی، علی بخش، غلام محی الدین وغیرہ نام رکھنے سے کوئی شرک وغیرہ لازم نہیں آتا کیونکہ کوئی بھی اپنے آپ کو نبی یا ولی کو مالک حقیقی (اللہ تعالیٰ) نہیں سمجھتا۔ مسلمان کے وہم و گمان میں کبھی یہ وسوسہ تک نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور مالک مستقل یا متصرف بالذات ہے۔ بات ہے ذرا سمجھ کی ویسے کہاں لکھا ہے کہ ایسے نام نہ رکھو۔ کوئی حوالہ تو دو۔

عبدِ رسول

قرآن کہتا ہے :- قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہوا ہے۔ یہ عشاق کے لئے محبوب ﷺ کی شان اقدس میں قصیدہ ہے اور علماء حق کے لئے یہ شریعت ہے۔ تمام انسانیت کے لئے ایک ضابطہ حیات ہے۔ یہ کائنات آقا ﷺ کے لئے ہی تخلیق کی گئی۔ ہر چیز کا ظہور آپ ﷺ کی طفیل ہے۔ چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں یعنی کہ آقا ﷺ کا اتباع کرتے ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو ہر چیز کے آپ مالک ہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو کائنات کا ذرہ ذرہ کرتا ہے اس لئے عقلی دلیل یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ آقا ﷺ کی اطاعت کرے گا تب ہی تو اطاعت الٰہی ہو گی۔ جب ہر چیز یعنی کہ بندہ اللہ کا مطیع ہے تو وہ رسول کا بھی مطیع ہونا چاہئے۔ جب تک رسول کا بندہ نہیں بنے گا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲/۱۰۸ یوسف) تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں (بصیرت) رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے محمد ﷺ کی راہ پر چلنا پڑتا ہے۔ (گرائمر کی رو سے "قل" کے بعد جو بات ہو تو وہ متکلم سے منسوب ہوتی ہے")۔ تم فرماؤ یہ میری راہ ہے سے مراد ہے میری یعنی "محمد" کی راہ ہے۔ ایسی اور بھی بہت سی آیات کی دلیل موجود ہے۔

ب۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (۵۳/۳۹ الزمر) ترجمہ۔ تم فرماؤ اے میرے (محمد کے) وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حاکم کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا کہ وہ لوگ جو اسلام لانے سے پہلے گناہ کر بیٹھے تھے ان کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ کفار میں سے جو لوگ کلمہ پڑھ

کر مسلمان ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماضی کے گناہوں کی ہمیں کیا سزا ملے گی۔ ماضی میں تو ہم "عبدالطاغوت" تھے اور "حزب الشیطٰن" میں سے تھے۔ اس پر حکم الٰہی ہوا چونکہ یہ لوگ "عبدالطاغوت" کی بجائے اب "عبد رسول" بن گئے ہیں اور یہ "حزب اللہ" ہے اس لئے ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے کیونکہ میں سب گناہ بخش دیتا ہوں۔ تو یہ ہے بندۂ رسول (ﷺ) بننے کا انعام۔

ب۔ عبادکم (فرمان الٰہی) :- سورہ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲۴/۳۲) ترجمہ۔ اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ اس نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ اگر عبد کا لفظ شرک ہوتا تو قرآن پاک میں کس طرح وارد ہو سکتا تھا۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِىْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ یعنی مسلمان پر اپنے عبد اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں۔ اس حدیث پاک میں مسلمانوں کے غلام کو ان کا عبد فرمایا۔ درحقیقت بات نیت کی ہے۔ کوئی بھی مسلمان (اہل سنت والجماعت) آقا ﷺ کو الوہیت کے برابر نہیں کہتا۔ الوہیت تو ہے ہی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔ ہم تو آقا ﷺ اور اولیائے کرام سے محبت کرتے ہیں۔ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی کرتے ہیں۔

ج۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود کو عبدالرسول کہا :- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر خطبہ فرماتے ہوئے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کا عبد و خادم فرمایا۔ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپ نے منبر رسول ﷺ پر خطبہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حاضرین سے خطاب کر کے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے شدت و غلظت پاتے تھے اس کا باعث یہ تھا کہ میں حضور انور ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ کا عبد و خادم تھا اور آپ حسب ارشاد الٰہی مومنین پر رؤف رحیم (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّىْ شِدَّةً وَّغِلْظَةً وَّذٰلِكَ اِنِّىْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ وَكَانَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ

الرَّحِيْمِ○) (کنز الاعمال ج ۱ ص ۱۴۷)

خلاصہ :- اب قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد بمعنی خادم و مملوک شرع میں بکثرت مستعمل ہے اور اس لفظ کی اضافت بندگان خدا کی طرف قرآن و حدیث میں آئی ہے۔ پھر اس کو شرک کہنا کس قدر ظلم ہے۔ ہاں اگر کوئی اپنے آپ کو حقیقتہً بندہ کا مملوک اور اس کو مالک حقیقی سمجھے تو بغیر عبدالرسول وغیرہ نام رکھے ہی مشرک ہے کہ یہ اعتقاد ہی سرے سے باطل و شرک۔ مگر مسلمانوں کے وہم میں بھی کبھی وسوسہ نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور مالک مستقل یا متصرف بالذات ہے۔ مسلمانوں پر یہ اتہام نہایت قبیح ہے۔ تو یہ ثابت ہوا کہ عبدالنبی، علی بخش، غلام محی الدین، عبدالرسول وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں۔

عقلی دلیل :- روزمرہ کی زندگی کا مشاہدہ کیجئے۔ ہمارے معاشرے میں مختلف پارٹیاں وغیرہ ہوتی ہیں اور ان کے نظریات و افکار کے مطابق کچھ لوگ ایک طرف کسی پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں تو کچھ لوگ کسی دوسری پارٹی یا گروہ میں۔ چنانچہ جب یہی پارٹی اپنی برتری جتاتی ہے تو خصوصاً آج کل اسمبلیوں میں تو ایک پارٹی کا لیڈر کہتا ہے میرے اتنے بندے ہیں۔ دوسری طرف والا کہتا ہے کہ ہمارے بندے آپ کے بندوں سے زیادہ ہیں۔ تو یہ عرف عام میں ایک اصطلاح ہے۔ کسی بندے کے کسی کے ساتھ منسوب ہونے کی۔ بعض دفعہ ایسا بھی سننے میں آیا کہ کوئی شخص کسی جگہ کسی دفتر وغیرہ گیا اور اپنی پہچان کروانے کے لئے اپنی پارٹی کے لیڈر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے کہا کہ میں تو فلاں کا بندہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ یہ کوئی شرک والی بات نہیں ہے بندے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ مگر ان کی پہچان کسی عظیم ہستی کی طرف منسوب ہونے سے ہوتی ہے----- یہ بات نہایت ہی آسان فہم ہے۔ کم از کم اوسط درجہ کے مقیاس ذہانت والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے۔ اگر نہ سمجھے تو پھر سمجھو کہ وہ فاتر العقل ہے۔

دوسرا باب

شرک

شرک کا معنی:- لغت میں شرک کے معنی "حصہ" کے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ مختلف اشکال میں ۱۶۸ دفعہ آیا ہے۔ ان تمام آیات کے شان نزول اور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام کی تمام آیات کفار مکہ کے جھوٹے معبودوں کے متعلق ہیں کفار مکہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے جھوٹے معبودوں کی بھی عبادت کیا کرتے تھے اپنے بتوں کی رکوع، سجود اور پرستش کرتے تھے اس طرح وہ ان معبودوں (بتوں) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیتے تھے۔ خود کفار نے مانا (مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى) ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ اللہ کے قریب کر دیں۔ ذرا غور کریں تو یہ کفار مکہ کا اقرار ہے عبادت کرنے کا۔ اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو گی۔ اس طرح کفار مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں ذات اقدس کی بندگی میں ان بتوں کو حصہ دار بنا کر شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ ایسا کرنا شرک کہلاتا ہے۔

الوہیت کیا ہے:- صرف اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہر قسم کی عبادت اور پرستش جس کے آگے سر جھکایا جائے اور جس کے آگے سجدہ کیا جائے۔ اس کو الوہیت کہتے ہیں جب کچھ بھی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اور جب مخلوق بنی تو بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے سے اس کی ذات اقدس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ اس کی وحدانیت ہے۔ یہی الوہیت ہے اور اس کا نام توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت کے متعلق کہتا ہے

قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل ارشادات ہیں۔

ا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (۱۶/۲ النحل) ترجمہ۔ نہیں کوئی الہ (معبود) مگر میں تو مجھ سے ڈرو۔

ب۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (۲۰/۱۴ طٰہ) بیشک میں ہی ہوں اللہ۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کرو۔

ت۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲۱/۲۵ الانبیاء) نہیں کوئی الہ (معبود) مگر میں۔ تو مجھ ہی کو پوجو۔

ث۔ اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲۷/۹ النمل) بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا۔

ج۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸/۳۰ القصص) بیشک میں ہی اللہ۔ رب سارے جہانوں کا۔

تشریح:- ان آیات کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے الہ (معبود) کی نفی کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میری بندگی کرو اور مجھ ہی کو پوجو۔ چنانچہ جھوٹے الہ (بت) جو کفار نے پوجا کے لئے بنائے تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے مرتکب ہوتے تھے ان سب بتوں کی نفی ہو گئی۔

پورا قرآن جس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں۔ میں کہیں بھی کسی صفت کی نفی نہیں کی گئی مطلب یہ کہ کہیں بھی لا کریم الا انا۔ یا لا رحیم الا انا وغیرہ نہیں آیا جس سے کوئی شبہ ہوتا کہ صفات کی بھی نفی ہوئی ہے۔ بس یہی بات ہے سمجھ کی۔ اور یہی ایک بہت ہی باریک لکیر ہے جو شرک اور توحید کے درمیان فرق کرنے کی۔ قرآن کے مطالعہ کے بغیر شرک شرک کی رٹ لگانا جہالت ہے اور جاہلوں سے دور ہونے کا حکم ہے (وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ)

اللہ تعالیٰ اپنے شریکوں کے متعلق خود بتاتا ہے

سب سے آسان بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیساکہ قرآن میں اپنے شریکوں کا ذکر کیا ہے۔ کا ہی مطالعہ کیا جائے کہ وہ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "میرے شریک" کہہ کر بیان کیا۔ قرآن حکیم کے ایک ظاہری معنی اور سات باطنی معنی ہیں۔ مگر لوگ قرآن کا مطالعہ کئے بغیر ہی شرک کے فتوے نکالنے شروع کر دیتے ہیں اور یہی ان کی جہالت کی نشانی ہے۔ (ویسے اپنے ناموں کے ساتھ بڑے خود ساختہ القابات لگائے ہوتے ہیں)

ا۔ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۱۶/۲۷ النحل)

ترجمہ۔ پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے (مسلمانوں سے) علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

ب۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۱۸/۵۲ کہف)

ترجمہ۔ جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کا میدان کر دیں گے۔

ت۔ (اس سے پہلی آیت کا ترجمہ)۔ نہ میں نے آسمانوں کو بناتے وقت انہیں سامنے بٹھا لیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں ۱۸/۵۱ آیہ کا ربط بتا رہا ہے کہ یہ کفار مکہ کے بتوں کی بات ہے)

ث۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (۲۸/۶۲-۷۴ القصص)

ترجمہ۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم گمان کرتے تھے۔

ج۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ (۴۱/۴۸ حم السجدہ)

ترجمہ۔ اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک۔ کہیں (مشرکین) گے ہم تجھ سے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں (مشرکین عذاب دیکھ کر اپنے بتوں سے بری ہونے کا اظہار کریں گے) اور گم گیا ان سے جسے پہلے پوجتے تھے (دنیا میں یعنی بت)

تشریح :- مندرجہ بالا پانچ آیات میں غور کریں تو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریکوں کا ذکر کر رہا ہے اور وہ ہیں "بت" جنہیں کفار مکہ الہ (جھوٹے) کے طور پر پوجتے تھے یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی "الوہیت" میں ان بتوں کو شریک کرتے تھے۔ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم میری صفات کے حامل ہونے کے مانتے تھے۔ بلکہ بار بار پوجنے کی ہی بات ہو رہی ہے۔ اس لئے اب تو صاف سمجھ میں آگیا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بت ہیں جن کی پوجا کی جائے اللہ سمجھ کر۔

نتیجہ :- اہل علم کے لئے بڑی آسان فہم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک جھوٹے معبودوں (بتوں) کو پوجنے سے ہوتا ہے۔ نہ کہ صفات کے حامل ہونے سے۔ اوپر دی ہوئی سورہ النحل کی آیہ میں تو اہل علم کا ذکر ہے (قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ اہل علم کہیں گے)۔ علم کی صفت کے حامل تو سامنے ہوں گے پھر صفات کے حامل ہونے سے تو شرک نہ ہو گا۔ کتنی بڑی بڑی دلیلیں قرآن دیتا ہے۔ مگر جاہل مولوی سمجھتا ہی نہیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ صفات سے شرک نہیں ہوتا۔ بلکہ شرک صرف اور صرف "الوہیت" میں کسی جھوٹے معبود کو شریک کرنے سے ہوتا ہے۔

صفات الٰہی

صفات الٰہی کے حامل ہونے سے شرک نہیں ہوتا

صفت کے معنی :- صفت (Attribute Quality) اس وصف کو کہتے ہیں جو کسی ہستی کی پہچان ہو اور اس کے کردار و سیرت کی آئینہ دار ہو۔ جیسے کسی کا اچھا ہونا یا برا ہونا اس کی صفت ہے کسی کا عالم ہونا یا جاہل ہونا اس کی صفت ہے۔ کسی کا باکمال ہونا یا بیکار ہونا اس کی صفت ہے۔ کسی کا دلیر ہونا یا بزدل ہونا بھی ایک صفت ہے۔ کسی کا خوبصورت ہونا یا بدشکل ہونا بھی صفت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ اور ان تمام صفات کا مرکز یعنی کہ تمام اوصاف سمٹ کر ایک ہستی میں مرکوز ہو جاتے ہیں وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک۔ صفات کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ کائنات کا نظام ایک قاعدے کے تحت رواں دواں رہے۔ فلاں نے مصیبت میں صبر کیا فلاں بہت بڑا عالم ہے۔ فلاں کا کام بھلائی ہی کرنا ہے۔ یہ سب اوصاف پہچان بن گئے۔

قرآن میں صفات کی نفی نہیں :- چونکہ یہاں یہ بات شرک کے حوالے سے کی جا رہی ہے اس لئے قرآن و حدیث کی طرف دیکھنا ہو گا۔ قرآن میں تو کہیں بھی صفات کی نفی نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ لا کریم الا انا۔ لا رحیم الا انا۔ لا نور الا انا۔ لا روف الا انا جتنے بھی اوصاف ہیں کسی ایک کی بھی نفی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کی عطا کے متعلق بتایا ہے۔ انسان کے متعلق (سورہ دہر) فرمایا فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ میں نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا۔ اللہ تعالیٰ تو خود بھی سمیع ہے اور بصیر ہے۔ چنانچہ ان اوصاف کو عطا کر دیا تاکہ نظام کائنات چلے۔

صفات الٰہی کے حامل انسان

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے صفات عطا کیں۔ مگر انسانوں میں سب سے بہترین گروہ انبیاء کا ہے۔ چنانچہ بہترین لوگوں کو سب سے زیادہ صفات عطا کیں۔ گویا کہ ان صفات کے عطا کرنے کے بعد انہیں اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ اور اسی نسبت سے انبیاء کے گروہ کے سردار' حاکم (محمد ﷺ) کو ایسی ایسی اپنی صفات عطا کیں کہ اپنی صفات کے ساتھ ساتھ اپنی ربوبیت کا بھی مظہر بنا دیا۔ کیونکہ حاکم اور سردار بلند مرتبے کی وجہ سے بلند ترین صفات کا حامل ہونا بھی ضروری ہے اور عین عقل کے مطابق ہے۔ چونکہ آقا ﷺ تمام انبیاء کے حاکم ہیں۔ بادشاہ ہیں اس لئے آپ ﷺ کی طفیل اللہ تعالیٰ کے دوستوں (اولیاء) کو بھی بڑی بڑی اور بہت صفات عطا ہوئیں۔

حدیث قدسی :- جب میں بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ اور یاد رہے کہ بندہ اللہ کا محبوب کب اور کیسے بنتا ہے۔ قرآن پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شرط رکھی ہے وہ یہ کہ میرے محبوب (ﷺ) کی پیروی کرو۔ یہ محبت سے ہوتی ہے۔ محبت نہ ہو تو پیروی نہیں کر سکتے۔

صفات الٰہی کے حامل انسان حضرات (غیر اللہ)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں :- قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے۔ عالموں کے لئے شریعت کی کتاب ہے اور مؤمنوں کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ یہ کلام شروع ہوتا ہے الحمدللہ رب العالمین○ اب ان تمام تعریفوں میں ان گنت صفات آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفات اپنے بہترین گروہ انسانیت حضرات انبیاء کو عطا کیں۔ کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ۔ اس گروہ کا سردار جس کا نام گرامی محمد (ﷺ) ہے کو سب سے زیادہ صفات عطا کیں۔ چند ایک انبیاء کی صفات کا ذکر آئے گا۔ سب سے پہلے انبیاء کے سردار اس کائنات کے حاکم سے شروع کرتے ہیں۔

ا۔ کریمیت، رؤفیت، رحیمیت، رحمت :- اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی شان کا مظہر ہیں اور وہ اپنے بندوں اور دیگر مخلوق کے لئے کریم ہے۔ رؤف ہے۔ رحیم ہے اور رحمت ہے۔ بلکہ اللہ کا فرمان ہے "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ" (میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ میری رحمت میرے غضب کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی طرح فرمایا میں کریم ہوں کرم کرتا ہوں۔ قرآن بھی کریم ہے اور پھر فرمایا میں رؤف ہوں اور رحیم ہوں۔ اب یہ صفات تو ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی مظہر ہیں۔ چنانچہ سب سے زیادہ تعریف کئے گئے (محمد) جو کہ محبوب ﷺ بھی ہے کو یہ صفات عطا کر کے اپنی ذات کا مظہر بنا دیا۔ پھر فرمایا لَوْ لَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَه اے حبیب تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا۔

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ :- اے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یہ کتنے جہاں ہیں۔ سنا ہے اٹھارہ ہزار ہیں۔ یہ کس نے بتایا۔ یہ "صاحب کلی علم غیب" نے بتایا۔ آپ ﷺ اٹھارہ ہزار جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ اتنے ہی جہانوں کے لئے رب ہیں۔ جہاں تو برابر ہیں۔ گویا کہ جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت وہیں وہیں محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت۔ جہاں برابر ہونے کے ناطے تو پھر شرک ہونا چاہئے۔ مگر نہیں یہ عطا ہے اور عطا کے بعد شرک نہیں ہوتا۔

(۲) اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ :- بیشک یہ عزت والے (کرم کرنے والے) رسول کا قول ہے یہ قرآن کے متعلق ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ قرآن بن گئے۔ حدیث بن گئے۔ شریعت بن گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے (انفطار ۶) یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ○ اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں چنانچہ کریمیت مشترک ہو گئی۔ اور چونکہ یہ صفت محبوب ﷺ کو عطا ہوئی اس لئے شرک نہیں۔

(۳) بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ :- محمد ﷺ مومنین کے ساتھ شفقت فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ یہ صفت بھی ذات الٰہی کا مظہر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا' اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۲/۱۴۳) بیشک اللہ انسانوں پر شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ شفقت اور رحمت اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ میں مشترک ہیں۔ اسی زاویہ دیکھنا ہے کہ کیا پھر یہ شرک ہے۔ نہیں وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور یہ صفات عطا کر دیں۔ اسی مختصر تعارف کے بعد دوسری صفات کا ذکر بھی آئے گا جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا کیں۔ وہ ان گنت ہیں اور ان سے شرک نہیں ہوتا کیونکہ شرک صرف اور صرف "الوہیت" میں ہوتا ہے۔

(ب) خالقیّت:- تخلیق کرنا یا پیدا کرنے کی صفت کو خالقیت کہتے ہیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کا صفاتی نام بھی "خالق" ہے یعنی پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (۲/۲۹) وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی تخلیق کی۔ اب یہ صفت اس نے اپنے انبیاء کرام کو بھی عطا کیں۔ بلکہ ایک نبی کا معجزہ قرار پایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹ ال عمران) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے (کوڑھی) کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ اس کے علاوہ آقا ﷺ کے امتی اولیائے کرام نے بھی اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔ کیا یہ شرک ہے۔ نہیں

(ت) یُحْیِیَّتُ:- اوپر والی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندوں کو بنا کر پھونک مار کر اڑا دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ باذن اللہ (اللہ کے حکم سے) چنانچہ جب حکم الٰہی سے یہ عطا ہوئی تو پھر یہ شرک نہیں رہتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کو بھی قرآن میں بیان کیا ہے۔ "كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (۲/۲۸) بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔ اب دیکھا جائے تو زندہ کرنے کی صفات اللہ میں بھی اور اس کے بندے بھی۔

ث۔ مُمِیْتُ:- اوپر والی آیت میں ذکر ہوا اللہ تعالیٰ موت دیتا ہے (ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ) ظاہر ہے وہ خالق ہے اس نے پیدا کیا تو اس کے قانون کے مطابق ہر ایک نے واپس اسی کی طرف جانا ہے اس لئے موت برحق ہے۔ جیسے فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ○ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ صفت فرشتہ اجل حضرت عزرائیل علیہ السلام کو عطا کی ہے (السجدۃ ۳۲/۱۱) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ○ ترجمہ۔ تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔ موت دینا یا وفات کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور یہ اس نظام کائنات کا ایک حصہ ہے جس کے قانون کے تحت یہ چل رہا ہے۔ اور یہ صفت ایسی صفت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے ساتھ متصف ہے۔ مگر اس نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے مقرب فرشتے کو عطا کر دی ہے جو آن کی آن میں تمام کائنات میں جہاں کسی کو موت دینی ہوتی ہے پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ یہ عطائی صفت ہے اس لئے اس سے شرک نہیں ہوتا۔

ج۔ عفو:- یہ صفت بھی بہت اعلیٰ ہے۔ عفو کے معنی معاف کر دینا (Pardon) کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ قرآن کہتا ہے ان اللہ کان عفوا غفورا○ بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے (۴/۴۳) یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے مظہر ہمارے آقا ﷺ کو عطا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے مخاطب ہوا۔ اے حبیب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (۷/۱۹۹) خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ○۔ معاف کرنے کی صفت بھی اس کائنات کے حاکم (ﷺ) کی ہے اور احکم الحاکمین کی ہے۔

ح۔ ملوکیت :- اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں ملوکیت بھی ایک صفت ہے عرف عام
میں ہم سب "مالک" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بھئی اللہ مالک ہے وغیرہ وغیرہ
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کی بہت آیات ہیں چنانچہ اس ضمن میں ایک
آیت پیش خدمت ہے۔ (سورۃ ال عمران ۳/۲۶) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي
الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ.... یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے۔
اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ اللہ تعالیٰ تو ہے ہی مالک بلکہ مالک الملک ہے۔
لیکن اس نے اس صفت کو اپنے انبیاء کرام کو بھی عطا کیا۔ بنی اسرائیل کے انبیاء میں
نبی بھی تھے اور سلطنت کے بادشاہ بھی۔ ان کا ذکر قرآن میں یوں ہے اور جب موسیٰ
نے کہا اپنی قوم سے۔ اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ کہ تم سے پیغمبر
ہوئے اور تمہیں بادشاہ بنایا (۵/۲۰ المائدہ۔ وَجَعَلَكُمْ مُلُوْكًا.....) حضرت داؤد علیہ
السلام کے متعلق فرمایا (۳۸/۲۰ ص) وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ
الْخِطَابِ○ اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔
(حضرت سلیمان، حضرت داؤد کا جانشین تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو بڑا ملک
دیا۔ (۴/۵۴ النساء) تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت فرمائی اور انہیں بڑا
ملک دیا چنانچہ معلوم ہوا کہ "ملوکیت" کی صفت دینے سے شرک نہیں ہوتا۔ (ملوکیت
بھی گئی)

(خ) رَبُوبِيَّت :- اللہ تعالیٰ کو بھی "رب" کہتے ہیں یہ اس کی صفت ہے۔ اس کے
لغوی معنی بہت ہیں جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کے معنی تربیت کرنے
والے، پالنے والے، پرورش کرنے والے اور اس کے ساتھ ساتھ اور معانی کہ بالادست
ہونا لوگوں پر۔ مالک ہونا، انتظام کرنا بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا
اظہار ایسے فرمایا کہ رب العالمین ویسے ہی دنیا میں جن بادشاہوں کو عطا کئے۔ لوگوں
پر ان کی بالادستی فرمائی۔ انگریزی میں وہ بھی Lord یا Master کہلاتے ہیں۔ سورۃ
یوسف میں مذکور ہے کہ ان کے ساتھ قید خانہ میں دو ساتھی تھے جن کو انہوں نے
خواب کی تعبیریں بتائیں۔ پھر ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب
(بادشاہ) کے ساتھ میرا ذکر کرنا (اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ) چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت
ربوبیت بھی اسنے غیر اللہ کو عطا کر دی کیا یہ شرک ہے نہیں۔

(د) عِلْمِيَّت :- علم الٰہی بھی ایک بہت بڑی صفت ہے جو عموماً اللہ تعالیٰ سے ساتھ ہی
مختص ہے چونکہ وہ اس کائنات کا خالق ہے اس لئے اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے
ہے اب چونکہ یہ کائنات ایسے ویسے تو نہ بنائی۔ اس لئے اپنے خاص گروہ انسان انبیاء
کرام کو جتنا چاہا علم عطا کر دیا انبیاء کرام کے گروہ کے سردار اور بادشاہ کو "کلی علم" عطا
کر دیا اور قرآن میں بڑے واضح طور پر فرمایا۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (۲۴/
۸۱ التکویر) اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں یعنی کہ غیب بتانے میں وہ (ﷺ) سخی
ہیں اور سخی وہ ہوتا ہے جس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے دوسرے انبیاء کرام کو بھی جتنا
چاہا علم عطا کیا۔ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲/۳۱)
یوسف علیہ السلام نے تو خود فرمایا اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (۱۲/۵۰) داؤد و سلیمان علیہما
السلام کے متعلق فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا○ (۲۷/۱۵ النمل) اور
بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔ تو قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلا
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصیت دوسرے (غیر اللہ) کو ہی عطا کی اور ان میں سرفہرست
انبیاء کرام ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہ صفت غیر اللہ میں پائی جائے تو اس سے
شرک نہیں ہوتا۔

صفات	محب جل جلالہ (رب العالمین)	محبوب ﷺ (رحمۃ للعالمین)
۱۔ معلم	الرحمٰن○علم القران○ ۵۵/۱،۲	یعلمھم الکتب والحکمۃ ۲/۱۲۹
۲۔ تزکیہ	ولکن اللہ یزکی من یشاء ۲۴/۲۱	ویزکیھم ۲/۱۲۹
۳۔ نور	اللہ نور السموت ۲۴/۳۵	قد جاءکم من اللہ نور ۵/۱۵
۴۔ راضی ہونا	واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲	واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲ (محبوب راضی تو پھر محب راضی)
۵۔ کریم	یایھا الناس ما غرک بربک الکریم ۸۲/۶	انہ لقول رسول کریم ۶۹/۴۰
۶۔ رؤف	اللہ بالناس رؤف الرحیم ۲	بالمومنین رؤف الرحیم ۹/۱۲۸
۷۔ رحیم	اللہ بالناس رؤف الرحیم ۲	بالمومنین رؤف الرحیم ۹/۱۲۸
۸۔ ہادی	یھدی من یشاء الی صراط المستقیم ۲/۲۱۳	وانک لتھدی الی صراط مستقیم ۴۲/۵۲
۹۔ ولی	اللہ ولی الذین امنوا ۲/۲۵۷	انما ولیکم اللہ ورسولہ ۵/۵۵
۱۰۔ عزت	فان العزۃ للہ جمیعا ۴/۱۳۹	وللہ العزۃ ولرسولہ ۶۳/۸
۱۱۔ اندھیروں سے نکالنا	لیخرجھم من الظلمت الی النور ۳۳/۴۳	لتخرج الناس من الظلمت الی النور ۱۴/۱
۱۲۔ انعام کرنا	انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ ۳۳/۳۷	جس پر اللہ نے انعام کیا تو نے انعام کیا ۳۳/۳۷
۱۳۔ اطاعت	اطیعو اللہ واطیعو الرسول	من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
۱۴۔ حلال کرنا	ما احل اللہ لکم ۵/۸۷	یحل لھم الطیبت ۷/۱۵۷
۱۵۔ حرام کرنا	ما حرم اللہ ورسولہ ۹/۲۹	ویحرم علیھم الخبئث ۷/۱۵۷
۱۶۔ امر معروف	ان اللہ یامر بالعدل ۱۶/۹۰	یامرھم بالمعروف ۷/۱۵۷
۱۷۔ نہی عن المنکر	وینھی عن الفحشاء والمنکر ۱۶/۹۰	وینھٰھم عن المنکر ۷/۱۵۷
۱۸۔ واعظ	یعظکم لعلکم تذکرون ۱۶/۹۰	قل انما اعظکم بواحدۃ ۳۴/۴۶
۱۹۔ غنی کرنا	وما نقموا الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۹/۷۴	
۲۰۔ عطا کرنا	مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	
۲۱۔ فضل کرنا	ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ۹/۵۹	
۲۲۔ حکیم	ان اللہ عزیز حکیم ۲/۲۲۰	یعلمھم الکتب والحکمۃ ۲/۱۲۹

اللہ اور رسول ---- ساتھ ساتھ ذکر

تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ (فرمان الٰہی)

۱۔ **اطاعت** :- اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (۲۲ دفعہ) ۳/۳۲-۱۳۲، ۴/۱۳-۵۹-۶۹-۸۰، ۵/۹۲، ۸/۱-۲۰-۴۶، ۹/۷۱، ۲۴/۵۲-۵۴-۵۶، ۳۳/۳۳-۶۶-۷۱، ۴۷/۳۳، ۴۸/۱۷، ۴۹/۱۴، ۵۸/۱۳، ۶۴/۱۲

۲۔ **ایمان**:- امنوا باللہ ورسولہ (۲۰ دفعہ) ۳/۱۷۰، ۴/۱۳۶-۱۵۶-۱۷۱، ۵/۸۱، ۷/۱۵۸، ۲۴/۴۷-۶۲، ۴۸/۹، ۴۸/۱۳، ۴۹/۹-۱۵، ۵۷/۷-۸-۱۹-۲۱-۲۸، ۵۸/۴، ۶۴/۸، ۶۱/۱۱

۳۔ **کفر**:- کفروا باللہ ورسولہ (۵ دفعہ) ۳/۱۰۱، ۴/۱۵، ۹/۵۴-۸۰-۸۴

۴۔ **مخالفت** :- یحادو اللہ ورسولہ (۶ دفعہ) ۹/۶۳، ۸/۱۳، ۵۹/۴، ۵۸/۵-۲۰-۲۲

۵۔ **ایذا دینا**:- یوذون اللہ ورسولہ (۲ دفعہ) ۹/۶۱، ۳۳/۵۷

۶۔ **نافرمانی**:- یعص اللہ ورسولہ (۳ دفعہ) ۴/۱۴، ۳۳/۳۶، ۷۲/۲۳

۷۔ **جنگ**:- حارب اللہ ورسولہ (۳ دفعہ) ۲/۲۷۹، ۵/۳۳، ۹/۱۰۷

۸۔ **دغا کرنا**:- لا تخونو اللہ ورسولہ ۸/۲۷

۹۔ **جھوٹ بولنا**:- کذبو اللہ ورسولہ ۹/۹۰

۱۰۔ **حرام کیا**:- حرم اللہ ورسولہ ۹/۲۹

۱۱۔ **استہزا کرنا**:- اباللہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزون ۹/۶۵

۱۲۔ **استغفار**:- فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول ۴/۶۴

۱۳۔ **طرف**:- مہاجرا الی اللہ ورسولہ ۴/۱۰۰

۱۴۔ محبت :- احب الیکم من اللہ ورسولہ ۹/۲۴

۱۵۔ عطا :- ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ

۱۶۔ فضل :- سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ ۹/۵۹

۱۷۔ راضی :- واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۹/۶۲

۱۸۔ غنی :- اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۹/۷۴

۱۹۔ دیکھنا :- فسیری اللہ عملکم ورسولہ ۹/۹۴، ۹/۱۰۵

۲۰۔ عزت :- واللہ العزہ ولرسولہ ۶۳/۸

۲۱۔ دوستی :- انما ولیکم اللہ ورسولہ ۵/۵۵-۵۶

۲۲۔ وعدہ :- وعدنا اللہ ورسولہ ۳۳/۱۲-۲۲

۲۳۔ سچ :- صدق اللہ ورسولہ ۳۳/۲۲، ۴۸/۲۷

۲۴۔ فرماں بردار :- للہ ورسولہ ۳۳/۳۱

۲۵۔ حکم :- قضی اللہ ورسولہ ۳۳/۳۶

۲۶۔ تقدم :- یدی اللہ ورسولہ ۴۹/۱

۲۷۔ غنیمت :- للہ وللرسول ۸/۱-۴۱، ۵۹/۷

۲۸۔ مدد :- ینصرون اللہ ورسولہ ۵۹/۸

۲۹۔ رسول اللہ :- رسول من عنداللہ ۲/۱۰۱، ۶۳/۱، ۹۸/۲

۳۰۔ بلایا جانا :- استجابو اللہ والرسول ۳/۷۲، ۸/۲۴، ۲۴/۴۸، ۲۴/۵۱

۳۱۔ برات :- براۃ من اللہ ورسولہ ۹/۱

۳۲۔ عہد :- عنداللہ وعند رسولہ ۹/۷

۳۳۔ اذن :- اذان من اللہ ورسولہ ۹/۳

۳۴۔ خیر خواہ :- نصحوللہ ورسولہ ۹/۹۱

۳۵۔ محرم راز :- من دون اللہ ورسولہ ۹/۱۶

۳۶۔ ڈرنا :- ان یحیف اللہ علیھم ورسولہ ۲۴/۵۰

۳۷۔ رجوع :- فردوہ الی اللہ والرسول ۴/۵۹

۳۸۔ نازل :- انزل اللہ والی الرسول ۴/۶۱، ۵/۱۰۴

۳۹۔ بعثت :- بعث اللہ ورسولا ۲۵/۴۱

شرک

شرک (۳ دفعہ) ۳۱/۱۳، ۳۴/۲۲

شرکاءکم ۳۵/۴۰، ۳۶/۴

این شرکاءی ۱۶/۲۷، ۲۸/۶۲ـ۷۴، ۴۱/۴۷، ۱۸/۵۲

اشرکو ۲/۹۶، ۳/۱۵۱، ۳/۱۸۶، ۵/۸۲، ۶/۲۲ـ۸۸ـ۱۰۷ـ۱۴۸، ۱۰/۲۸، ۱۶/۳۵ـ۸۶، ۲۲/۱۷

اشرک ۱۳/۳۶، ۱۸/۳۸ـ۴۲، ۴۰/۴۲، ۷۲/۲۰

تشرک ۲۲/۲۶، ۲۹/۸، ۳۱/۱۳ـ۱۵

تشرکوا ۴/۳۶، ۶/۱۵۱، ۷/۳۳

نشرک ۳/۶۴، ۱۲/۳۸، ۷۲/۲

تشرکون ۶/۱۹ـ۴۱ـ۶۴ـ۷۸ـ۸۰، ۱۱/۵۴، ۴۰/۷۳

یشرک ۴/۴۸ـ۱۱۶، ۵/۷۲، ۱۸/۲۶ـ۱۱۰، ۲۲/۳۱

یشرکون ۷/۱۹۰ـ۱۹۱، ۹/۳۱، ۱۰/۱۸، ۱۶/۱ـ۳ـ۵۴، ۲۳/۵۹ـ۹۲، ۲۳/۵۵، ۲۷/۵۹ـ۶۳، ۲۸/۶۸، ۲۹/۶۵، ۳۰/۳۳ـ۳۵ـ۴۰، ۳۹/۶۷، ۵۲/۴۳، ۵۹/۲۳

یشرک ۴/۴۸ـ۱۱۶، ۴۰/۱۲

شرکاء ۴/۱۲، ۶/۹۴ـ۱۰۰ـ۱۳۹، ۷/۱۹۰، ۱۰/۶۶، ۱۳/۱۶ـ۳۳، ۳۰/۲۸، ۳۴/۲۷، ۳۹/۲۹، ۴۲/۲۱، ۶۸/۴۱

شرکاءکم ۷/۱۹۵، ۱۰/۷۱، ۲۸/۶۴، ۳۵/۴۰

شرکاءکم ۱۰/۳۴ـ۳۵، ۳۰/۴۰

لشرکاءهم ۶/۱۳۶، ۳۰/۱۳، ۶۸/۴۱

المشرکون ۶/۱۲۱، ۹/۲۸ـ۳۳، ۱۲/۱۰۶، ۱۶/۱۰۰، ۶۱/۹

المشرکین ۲/۱۰۵ـ۱۳۵ـ۲۲۱، ۳/۶۷ـ۹۵، ۶/۱۴ـ۲۳ـ۷۹ـ۱۰۶ـ۱۳۷ـ۱۶۱، ۹/۱ـ۳ـ۴ـ۵ـ۶ـ۷ـ۱۷ـ۳۶ـ۱۱۳، ۱۰/۱۰۵، ۱۲/۱۰۸، ۱۵/۹۴، ۱۶/۱۲۰ـ۱۲۳، ۲۲/۳۱، ۲۸/۸۷، ۳۰/۳۱ـ۴۲، ۳۳/۷۳، ۴۰/۸۴، ۴۱/۶، ۴۲/۱۳، ۴۸/۶، ۹۸/۱ـ۶

شارکهم ۱۷/۶۴

اشرکنا ۶/۱۴۸

اشرکتمون ۱۴/۲۲

اشرک ۷/۱۷۳

اشرکت ۳۹/۶۵

اشرکتم ۶/۸۱

یشرکن ۶۰/۱۲

اشرکہ ۲۰/۳۲

یشرککم ۳۵/۱۴

شریک ۶/۱۶۳، ۱۷/۱۱۱، ۲۵/۲

شرکاءهم ۱۶/۸۶

شرکاؤکم ۶/۲۲، ۱۰/۲۸

شرکاؤنا ۱۶/۸۶

شرکاؤهم ۶/۱۳۷، ۱۰/۲۸

لشرکائنا ۶/۱۳۶

مشرک ۲/۲۲۱، ۲۴/۳

مشرکۃ ۲/۲۲۱، ۲۴/۳

المشرکات ۲/۲۲۱، ۳۳/۷۳، ۴۸/۶

مشرکون ۳۷/۳۳، ۴۳/۳۹

ٹوٹل ۱۶۸ (168) دفعہ

حرفِ آخر

۱۔ اس کتاب میں شرک کے معنیٰ' توحید کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شریکوں کے متعلق کیا کہا بلکہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مشرکین کو کہے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کے بارے میں تم مسلمانوں سے جھگڑتے تھے تو اہل علم کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے (۱۶/۲۷) چنانچہ اس آیہ سے اہل علم کا موجود ہونا (وہ انسان ہوں گے)۔ پھر صفات الٰہی کے حامل انسانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں کریمیت' رحیمیت' رؤفیت' رحمت' خالقیت' محییت' ممیت' ملوکیت' ربوبیت' عفو اور علیمیت۔ یہ سب صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو عطا کیں۔

۲۔ جو چیز عطا کر دی جائے اس سے پھر شرک نہیں ہوتا:۔ جو بات سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ وہ کونسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی رسول کو عطا نہیں کی اور جس میں اگر کوئی کسی کو شریک کرنا چاہے تو وہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے اور مشرک کہلاتا ہے۔ تو وہ ہے "الوہیت" یعنی کہ سجود رکوع' پرستش عبادت صرف اور صرف ذات الٰہی نے اپنے لئے رکھی ہے۔ اس لئے خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہوتا ہے۔ صفات کے حامل ہونے میں شرک نہیں۔ کاش مولوی صاحب تمہارا مقیاس ذہانت اتنا بلند ہو کہ تم عقل کی کم از کم اوسط درجے کی حدوں تک پہنچ سکو اور پھر یہ بات سمجھ سکو۔ مگر جب محبوب خدا ﷺ کی ذات اقدس' کمالات' جمالات' معجزات اور صفات میں نکتہ چینی ہی کرنا زندگی کا نصب العین ہو تو پھر عقل ماری جاتی ہے۔ حالانکہ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے۔ آقا ﷺ نے کفار کو فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہیں) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کی اولاد۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہ تھی) اور جہنمی جب دوزخ میں پھینکے جائیں گے تو کہیں گے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ (اگر عقل کی ہوتی)۔

۴۔ ایک ہی راستہ:۔ اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ توبہ کریں۔ صاحب قرآن کا

اتباع کریں پھر قرآن و احادیث بھی سمجھ آجائیں گے۔ اللہ کی طرف صرف ایک ہی راستہ ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲/۱۰۸) آپ فرما دیں یہ میری (محمد) کی راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں (بصیرت) رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب محمد ﷺ کے راستے پر چلیں گے تو بصیرت ملے گی۔ جب بصیرت ملے گی تو خود بخود عقل آجائے گی۔ اور شریعت پر چلنا نصیب ہو جائے گا۔ اور دوبارہ عرض ہے کہ بصیرت صرف اور صرف در مصطفیٰ سے ہی ملے گی۔ کاش کہ تیری سمجھ میں آجائے میری بات۔

مِن دُونِ اللہِ اور بِاِذنِ اللہ ۔ غیر اللہ

مِن دُونِ اللہ کے معنی :- اس کے معنی "اللہ کے سوا" یہ لفظ قرآن پاک میں ۱۴۴ دفعہ آیا ہے۔ تمام کی تمام آیات ان بتوں کے متعلق ہیں جن کو کفار مکہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں (الٰہ) معبود سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں ان بتوں کو شریک کر کے شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ چند ایک آیات کی مثالیں درج ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ا۔ بت بولیں گے۔ :- وَیَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَیَقُوۡلُ ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِیۡ هٰۤؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِیۡلَ ○ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ مَا كَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِكَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ (۲۵/۱۷ الفرقان)

ترجمہ۔ اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ بت عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں۔ اس آیہ میں بتوں سے خطاب ہوا اور وہ "من دون اللہ" ہوئے۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَكُوۡا وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰهِ وَجٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَلَمۡ یَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوۡلِهٖ وَلَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَلِیۡجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ○ (۹/۱۶ توبہ)

ترجمہ۔ کیا اس گمان میں ہو۔ کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے۔ اور اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ (من دون اللہ) اللہ۔ رسول اور مومنین کے علاوہ ہیں۔

ت۔ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِیۡنَ ○ (۴۶/۵ الاحقاف)

ترجمہ۔ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک

اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر نہ ہو اور جب لوگوں کا حشر ہو گا ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔ اس آیہ سے بھی معلوم ہوا کہ من دون اللہ سے مراد وہ بت ہیں جو قیامت کو مکر جائیں گے۔

خلاصہ :- جتنی بھی آیات جن میں لفظ "من دون اللہ" آیا ہے ان کی تعداد ۱۴۴ ہے تمام کی تمام آیات میں "اللہ کے سوا" سے مراد بت ہیں۔ اوپر تین مثالیں دی گئی ہیں جن میں صاف ظاہر ہے کہ من دون اللہ قیامت کے دن بولیں گے۔ اللہ تعالیٰ بتوں کو قوت گویائی عطا کر دے گا اور پھر وہ بتائیں گے کہ انہوں نے انسانوں کو گمراہ نہیں کیا تھا اور وہ ان کی پوجا کے منکر ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے تو انسانوں کو پوجنے کو نہ کہا تھا۔

غلط فہمی دور ہونی چاہیئے :- جاہل اور ان پڑھ لوگ من دون اللہ یعنی اللہ کے سوا کے معنوں میں انبیاء اولیاء لے آتے ہیں۔ یہ جہالت، کم علمی اور بصیرت کی کمی ہے رسول اور مومنین کے متعلق سورۃ توبہ کی آیت ۱۶ (جو اوپر بیان ہوئی ہے) میں یہ صاف طور پر بیان ہے کہ ان کے علاوہ "من دون اللہ" ہیں۔ اور ظاہر ہے وہ بت ہیں اگر پھر بھی کوئی جاہل ضد کرے تو سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے کیونکہ وہ اللہ کے قرآن کی آیتوں میں ٹیڑھا چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے باغی کی سزا قتل ہے۔

غیر اللہ کے معنی :- اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ مان کر اس کی پوجا کی جائے یہ لفظ قرآن میں ۱۷ دفعہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد جھوٹے الٰہ ہیں۔

(۱) قرآن کہتا ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِیۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِیۡرًا ○ (۴/۸۲ نساء) ترجمہ۔ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اس آیہ میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ یہ میرا کلام ہے۔ اگر کسی اور الٰہ (جھوٹے) کا ہوتا تو ضرور اختلاف پاتے۔

(۲) قرآن کہتا ہے۔ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ (۶/۴۶ الانعام) اللہ کے علاوہ کون اور اللہ ہے؟

(۳) قرآن کہتا ہے۔ قَالَ اَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِیۡكُمۡ اِلٰهًا (۷/۱۴۰) کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا

اور اللہ تلاش کروں۔

(۴) قرآن کہتا ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۱۷۳/ البقرہ) اور وہ جانور جو اللہ کے نام کے علاوہ ذبح کیا گیا ہو۔

تشریح :- جانور پر جب اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا جائے جیسا کہ کفار مکہ اپنے بتوں کے نام لے کر ان کو ذبح کرتے تھے وہ حرام ہے۔ لیکن مسلمان تو اللہ ہی کا نام لیتے ہیں۔ جانور پر چھری پھیرتے وقت بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہتے ہیں (کوئی بھی مسلمان کسی جھوٹے الہ (بت) وغیرہ کا نام نہیں لیتا باقی جانور کی عیدالاضحیٰ پر قربانی کی جاتی ہے۔ عقیقہ اور ولیمہ اور صدقہ وغیرہ کے لئے بھی قربان کیا جاتا ہے تو سب پر اللہ ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ اس آیہ کی مفہوم کے مخاطب کفار مکہ ہیں نہ کہ آج کے مسلمان جیسا کہ جاہل اجڈ سمجھتا ہے۔

باذن اللہ :- اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اذن کے معنی حکم کے ہیں اور یہ لفظ قرآن میں ۸۲ دفعہ مختلف سورتوں میں آیا ہے ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطا کے بغیر کوئی ایک ذرہ کا ایک قطرہ کا مالک نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک بنایا ہے۔ بعض بندوں کو انبیاء اور اولیاء کرام کو "اپنے حکم" سے معجزات و کرامات عطا کیں ہیں۔ چونکہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت چلتی ہے۔ اس لئے جن انبیاء و اولیاء نے جو معجزات و کرامات کیں وہ اللہ ہی ۔کر حکم سے تھیں۔

باذن اللہ کے بعد شرک ختم ہو جاتا ہے :- یہ بات سمجھنا بہت آسان ہے۔ جب حکم الٰہی سے جو بھی کام ہو تو وہ پھر شرک کے دائرے میں نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم میں بہت مثالیں ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کر "اڑ اللہ کے حکم سے" کہتے تو اس میں جان پڑتی اور پرندہ اڑ جاتا یہ سورہ ال عمران کی آیہ ۴۹/۳ میں ہے۔ تمام مولوی حضرات جانتے ہیں۔ یہ "خالقیت" کی عطائے الٰہی ہے۔

(۲) پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے کہتے ہیں احی الموتی باذن اللہ

یہ یحییت کی عطا ہے۔

(۳) انبیاء اور اولیاء کرام کے معجزات و کرامات "اللہ تعالیٰ کے حکم" سے ہوتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی ہے۔ اس لئے یہ شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ کرے اور پھر کہے کہ یہ سب میرے حکم سے ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے اور شرک کا ارتکاب کر رہا ہے انبیاء' اولیاء کرام نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

تیسرا باب

ایمان بالرسول (ﷺ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الصلوۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین
اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذات رسول ﷺ:- اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروانے کے لئے اپنے محبوب ﷺ کے نور کی تخلیق موجودات سے نو لاکھ سال پہلے کی۔ پھر یہ نور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہا اور اپنے محب کی توحید کی تسبیح کرتا رہا۔ اس کے بعد تمام مخلوق بنائی اور اس لحاظ سے ہمارے آقا ﷺ اصل الموجودات ہیں۔ یعنی کہ تمام کائنات کا مرکز، محور، مقصود و مطلوب ہیں۔ صاف الفاظ میں یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے در پر جانا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے آقا ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لانے کا عہد ان کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے لیا کہ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔

گروہ انسانیت:- قرآن کے مطابق انسانوں کے عقیدے کے لحاظ سے تین گروہ ہیں۔

ا۔ مومن:- جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا دل سے ایمان لائے۔

ب۔ کافر:- جنہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کا کھلم کھلا انکار کیا۔

ت۔ منافقین:- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آقا ﷺ کی ذات اقدس، کمالات، صفات،

جمالات، معجزات اور دیگر اوصاف حمیدہ پر دل سے ایمان نہ لائے۔ بلکہ بڑھ چڑھ کر نکتہ چینی کرتے رہے۔ (گو کہ منہ سے صرف کلمہ طیبہ اس لئے پڑھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا اور کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان کہلائیں)

منافقت کی جڑ:- دراصل یہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے منافق کہا ان کی اس بدعقیدگی کی وجہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا ہے۔ جہاں بھی آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ، ذات اقدس یعنی کہ نورانیت، کمالات و معجزات کا ذکر ہو وہیں یہ لوگ اپنے دل کی بیماریوں کی وجہ سے رہ نہیں سکتے اور نکتہ چینی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار سے بھی بدتر درجہ دیا ہے یعنی کہ جہنم کا سب سے بڑا درجہ یہ صرف اور صرف آقا ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین و تنقیص کی وجہ سے انہیں ملا۔ منافقین مدینہ کا ذکر تو سورۃ توبہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن صاحب کل علم غیب نے آج سے چودہ سو سال پہلے ان کے متعلق ان کے فتنوں کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے-----

مومن کون

ایمان کیسے ملے گا:- صرف ایک اور صرف ایک ہی طریقہ ہے ایمان حاصل کرنے کا اور وہ ہے ایمان بالرسول (ﷺ)۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس، صفات، کمالات، معجزات، جمالات غرضیکہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ سب پر ایمان نہ لائیں گے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوتا جب آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لا کر بندہ مومن ہو گیا تو پھر اللہ پر ایمان یوم قیامہ پر ایمان، ملائکہ اور کتابوں پر بھی ایمان ہو گیا وہ ساری چیزیں جو عوام میں ایمان مفصل اور ایمان مجمل کے طور پر مشہور ہیں----- اگر اللہ پر ایمان ہو اور دیگر ملائکہ، کتابیں اور یوم قیامہ پر ایمان ہو مگر رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لایا تو پھر مومن نہ ہو گا۔ بلکہ اگر آپ ﷺ کی رسالت کا تو صرف زبان سے اقرار کرے مگر دل سے ذات اقدس، کمالات و صفات و معجزات پر نکتہ چینی کرتا ہو تو وہ پھر بھی مومن نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو

منافق کا نام دیا ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان حاصل کرنے کا راستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے ملتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ مومن کون ہے :- آقا ﷺ رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم کا فرمان ہے۔۲۱ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاآنکہ میں اس کے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ یہ ہے ایمان کا پیمانہ۔ یہ اس عظیم ترین ہستی نے بتایا جو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں وما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی اس کا منہ اللہ کا منہ ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہیں۔ یہاں سے پتہ چلا کہ ایمان کا پیمانہ "حب رسول ﷺ" ہے۔ یہ وہ عظیم ترین ہستی کی محبت کی بات ہے جس کے بغیر اللہ بھی نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲/۱۸ یوسف) اے حبیب آپ فرما دیجئے یہ محمد مصطفیٰ کا رستہ ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف لے جاتا ہوں۔ میں اور جس نے میری (محمد ﷺ) کا اتباع کیا وہ اہل بصیرت ہیں۔ بصیرت نہ ہو گی تو پھر کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ لاکھوں جامعہ کے سرٹیفکیٹ لئے پھرتا ہو۔ خود ساختہ القابات جتنے مرضی لگاتا ہوں۔ بصیرت کے بغیر عقل بھی ماری جائے گی۔ چنانچہ صرف ایک ہی راستہ ہے باقی تمام راستے گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر صدیق اکبرؓ چلے۔ عمر فاروقؓ چلے' عثمان غنیؓ چلے' شیر خداؓ چلے' حسن و حسینؓ چلے۔ داتا گنج بخشؒ چلے' حضرت جنید بغدادیؒ چلے' غوث اعظمؒ چلے' حضرت معین الدین چشتیؒ' بابا خواجہ بختیار کاکیؒ' بابا فرید شکر گنجؒ' محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ چلے۔ غرضیکہ اس رستے سے جو ہٹا اسے شیطان نے شکار کر لیا۔ ایک نقطہ کے گرد تین سو ساٹھ زاویے ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک سیدھا رستہ ہے باقی تین سو انسٹھ راستے گمراہی کے ہیں۔

کلمہ گوئی

کلمہ طیبہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسے کلمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے لئے اس کا کلام کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرنے سے پہلے تمام جھوٹے الہ کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ پھر اس کے بعد تمام انسانیت کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ زبان کے ساتھ تصدیق بالقلب ہوئے بغیر بات نہیں بنتی کلمہ تو پڑھ لیا۔ بہت آسان ہے۔ یہ کلمہ کے الفاظ بھی اسی عظیم ترین ہستی کے لب مبارک سے نکلے ہیں جن سے محبت ایمان کا نام ہے۔ ورنہ کوئی مجھے بتائے کہ کلمہ طیبہ مکمل کونسی سورۃ میں لکھا ہوا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض حالات میں کلمہ پڑھا ہوا بھی اکارت گیا۔ کیسے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کے پیمانے :- ایمان کا جو پیمانہ آقا ﷺ نے بتایا وہ تو نہایت ہی آسان ہے اور وہ ہے محبت مصطفیٰ ﷺ۔ اس عظیم ترین ہستی سے محبت جس کے لئے یہ کائنات بنی ہے اور وہ ہے بھی محبت کے لائق' اس کا اسوہ حسنہ اتنا پیارا ہے کہ اس سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے محبت کرنا آسان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیمانے بنائے ہوئے ہیں اور وہ ظاہر ہے بہت سخت بھی ہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (۴/۶۵ نساء) تو اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

یہ وہ پیمانہ ہے جس کے بتانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھائی اور پھر شرط ایمان کی یہ لگا دی کہ تمہاری حاکمیت قبول کر لیں۔ چنانچہ حاکمیت مصطفیٰ ﷺ کا اقرار ایمان ہے جو حاکمیت مصطفیٰ ﷺ سے انکار کرے وہ مومن نہیں۔ (حاکمیت مصطفیٰ ﷺ کے متعلق جو کتاب اس فقیر نے لکھی ہے اس کو پڑھیں۔ قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ کائنات احکم الحاکمین نے تخلیق کر کے ہمارے

آقا ﷺ کو اس کائنات کا حاکم بنا دیا)

(۲) دوسرا پیمانہ یہ ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورہ توبہ ۹/۲۴) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان' یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ یہ ہے پیمانہ محبت رسول ﷺ جو کہ ایمان کا پیمانہ ہے۔ ذرا غور کریں اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام رشتے گنوا دیئے۔ یہ رشتے بندے کی بہت بڑی بڑی مجبوریاں ہیں۔ والدین کی محبت اور پھر اس سے بڑھ کر بیٹوں کی محبت بہت بڑی مجبوری ہے۔ بیٹے کی جدائی میں ایک نبی کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ایک اور جلیل القدر نبی نے اپنے پیارے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے لٹا دیا۔ پھر آگے بھائیوں کی مجبوریاں جو کہ محبت ہوتی ہے۔ پھر بیویوں کی محبت اور کنبے کی بڑائی وغیرہ۔ یہ سب بندے کی دنیاوی مجبوریاں ہیں جو اسے ساری زندگی درپیش رہتی ہیں۔ اب اس کے بعد مال و دولت بھی بتا دی جس کے لئے انسان قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن مال جمع کرنے کی ہوس ختم نہیں ہوتی اور جب کوئی کاروبار کرے تو اسے اس میں خسارے کا خدشہ لگا رہتا ہے۔ اور پھر زندگی میں رہنے کے لئے خوبصورت کوٹھی بنواتا ہے۔ تو یہ سارے اسباب دنیا گنوا کر اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سوال کیا وہ یہ کہ کیا یہ سب تمہیں اللہ اور اس کے محبوب ﷺ اور اس کے راستے میں جدوجہد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں۔ (مومن کہے گا نہیں مجھے سب سے زیادہ پیارا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اور یہ تمام چیزیں میں ان پر قربان کرتا ہوں) اگر پیارے ہیں تو میرے عذاب کا انتظار کرو۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو فاسق قرار دیا۔ جو ان چیزوں کو زیادہ پیارا سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا کہ میں انہیں ہدایت نہیں دیتا۔

اگر اللہ چاہتا

قرآن میں ہے۔ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّھُمْ جَمِيْعًا ۭ (۹۹/۱۰ یونس) اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے لیکن ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق و اقرار سے اور جبر و کراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ کئی لوگ ہٹ دھرم ہیں جیسے کفار مکہ تھے۔ ان کو ہدایت حق کا پتہ تھا کہ یہ ہے تو سچ مگر انہوں نے کہا اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا کہ. قریب تھا کہ یہ (ہدایت حق) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتی اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے نہ رہتے چنانچہ معلوم ہوا کہ ایمان قبول کرنا یا اسے گنوا دینا انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے لئے تو کوئی بھی بات مشکل نہیں میں چاہتا تو "کن" کہہ دیتا تو سب مومن ہو جاتے مگر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔

مومن حق کون ہیں :- قرآن کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (۸/۲-۴ الانفال) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے۔ ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے نہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیہ سے معلوم ہوا کہ بندہ جب تمام دنیاوی رشتوں اور مال و دولت سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے ان کی حاکمیت تسلیم کر کے مومن بن جاتا ہے۔ پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل خوف خدا سے ڈر جاتے ہیں اور قرآن حکیم کی آیات (جو درحقیقت قصیدۂ محبوب ہیں) پڑھنے سے ایمان اور ترقی پا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے درجات اللہ کے ہاں ہیں تو یہ ہے صلہ اللہ تعالیٰ

مومنوں کا شیوہ

قرآن کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (۴۹/۱۵ الحجرات) ترجمہ۔ بیشک ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں۔ وہی سچے ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں ایمان بالرسول کا ذکر ہے یعنی کہ اللہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان لایا جائے۔ یعنی کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس (نورانیت پر ایمان) کمالات، صفات، جمالات اور معجزات پر بھی ایمان لایا جائے۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات پر بھی ایمان نہیں تو پھر وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔ ہو سکتا ہے اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے کفر تک پہنچ جائے۔ کچھ لوگ اللہ پر تو ایمان لاتے ہیں۔ ملائکہ، یوم آخرت اور کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی زبان سے تو اقرار کرتے ہیں مگر آپ ﷺ کے اوصاف مثلاً علم مبارک میں نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو یہ پھر اقرار رسالت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے دائرہ ایمان سے نکل جاتے ہیں۔ اس آیہ میں مومنوں کا شیوہ بیان کیا گیا کہ (ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا) پھر انہوں نے شک نہ کیا۔ تو مومن تمام اوصاف حمیدہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے آقا ﷺ نور ہیں اور صاحب معراج ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار جسم کی آنکھوں سے کیا ہے۔ ہمکلامی بھی کی ہے (بغیر واسطہ کے) اور وہ صاحب کلی علم غیب ہیں۔ یہ ہے مومن کی شان، اللہ تعالیٰ نے انعام دیا۔ کما هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (ہی سچے ہیں)

مومن کا قول :- قرآن کہتا ہے۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (۲۴/۵۲ النور)

ترجمہ۔ مومن کا قول تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول

ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں ایک تو مومنوں کی بات کا ذکر ہے کہ جب اللہ اور رسول بلائیں (درحقیقت رسول کا بلانا اللہ کا بلانا ہے) کہ کسی جھگڑے میں رسول فیصلہ کریں تو مومن فوراً کہیں گے ہم نے سنا اور حکم مانا۔ اس کے برعکس جو رسول کے بلانے پر ان کے ہاں نہ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن نے ایسے لوگوں کو منافق کا نام دیا ہے۔ ان کا بالاخر ٹھکانہ دوزخ ہے۔ مومنوں کو پھر کامیابی کی خوش خبری دے دی گئی ہے۔ بات پھر گھوم پھر کر محمد ﷺ رحمۃ للعالمین رؤف الرحیم کی محبت اور حاکمیت پہ ختم ہو جاتی ہے جو مومن کی بنیاد ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق :- اسلام اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے کوئی کافر کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو توحید اور رسول کی رسالت اپنی زبان سے کر لی۔ لیکن نعمت ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ ایمان کا محل قلب ہے۔ چنانچہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے اسلام و ایمان الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث مین اسی لغوی مفہوم کی بنا پر ایمان و اسلام کے اختلاف کا ذکر بھی ہے۔ جیساکہ قرآن کہتا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹/۱۴ الحجرات) گنوار بولے ہم ایمان لائے۔ تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ منافقین مدینہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی زبان سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے مگر چونکہ انہوں نے دل سے رسول اللہ کی رسالت کی تصدیق نہ کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منافق کہا اور پھر اسی وجہ سے جہنم ان کی منزل بن گیا۔ ان کے کلمہ گوئی، روزے، نماز، حج وغیرہ سب ضائع ہو گئے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ سے محبت کرنے کی بجائے ان کے ساتھ عداوت رکھی۔ اور مخالفت کی۔

ایمان چھپانا :- ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے شریعت کی رو سے اس کا اعلان ضروری

ہے مگر بعض حالات ایسے ہیں کہ کسی وجہ سے مثلاً جان جانے کے ڈر سے یا ایمان کو ظاہر کر دینے سے دیگر حالات پر برے اثرات کا مرتب ہوتا کیونکہ کفر بظاہر زیادہ طاقت میں ہو تو ایمان چھپانے کا قرآن میں ثبوت ہے۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (سورہ المومن ۴۰/۲۶)

ترجمہ۔ اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔ یہ مرد فرعون کے قریبی رشتہ داروں سے تھا یعنی اس کا چچا زاد تھا۔ بعض نے اس کا نام خربیل بن نوحائیل بتایا ہے اور بعض نے حزقیل۔ صاحب کلی علم غیب نے فرمایا۔ امم میں ایمان میں سبقت کرنے والوں میں تین ایسے ہیں کہ انہوں نے آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی کفر نہیں کیا۔ (۱) حزقیل مومن ال فرعون' (۲) حبیب نجار صاحب یس' (۳) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور فرمایا حضرت علی ان سب سے افضل ہیں۔ (روح البیان)۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان کا تعلق دل کی تصدیق سے ہے اور بعض مخصوص حالات میں اگر مجبوری ہو تو ایمان چھپایا جا سکتا ہے۔

مومن کا کلمہ کفر کہنا:- اس سے پہلے ایمان چھپانے کی بات ہوئی۔ اب ایک اور صورت حال ہو سکتی ہے کہ انسان ایک ایسی حالت میں پھنس جائے کہ کفار کلمہ کفر کہنے پر مجبور کریں اور اگر یہ کلمہ کفر نہ کہا جائے تو جان جانے کا خطرہ ہو۔ لیکن ایک بہت کڑی شرط ہے وہ یہ کہ دل اطمینان پر جما ہوا ہو کہ ایمان پکا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا..... (النحل ۱۶/۱۰۶)

جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو۔ سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے۔ شان نزول' یہ آیت عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی کفار نے ان کے والدین اور انہیں پکڑ کر سخت سزائیں دیں کہ اسلام سے پھر جائیں والدین تو شہید کر دیئے گئے۔ عمار ضعیف نے

مجبور ہو کر بادل نخواستہ کلمہ کفر کا تلفظ کر دیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ عمار کافر ہو گئے فرمایا ہرگز نہیں عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے پر ہیں۔ عمار سے پوچھا اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا۔ عرض کیا دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و رحمت فرمائی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص کو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو وہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں:- ایمان تصدیق قلب کا نام ہے اور یہ بے دیکھے لانا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی اگر ضد کرے تو وہ ایمان نہیں لا سکتا۔ اسی طرح کی مختلف اعتراضات کفار نے کئے اور ایمان نہ لائے۔ قرآن میں ذکر ہے یومنون بالغیب یعنی کہ مومن وہ ہیں جو بے دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اور عقلی دلیل بھی یہی ہے۔ دیکھ کر ایمان لانا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ واقعہ معراج کی صبح جب ابو جہل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ تمہارا دوست کہتا ہے کہ وہ رات کے ایک حصے میں یہاں سے مسجد اقصیٰ پھر وہاں سے ساتوں آسمان اور پھر حجابات پار کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی اور دیدار کر آیا ہے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو پھر یہ سچ ہے اور اسی وجہ سے ہی انہیں اللہ کی طرف سے "صدیق" کا خطاب ملا۔ یہ ایک مثال ایمان بالغیب کی ہے۔ صدیق اکبر نے یہ نہیں کہا کہ ابھی میں ان کے پاس جاؤں گا بات کروں گا اور پھر اس کے بعد تیری بات کا جواب دوں گا۔

قیامت کے دن کفار جب دوزخ کو دیکھیں گے پھر ایمان لائیں گے۔ مگر یہ ایمان قبول نہ ہو گا۔ فرمان الٰہی ہے۔ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ○ (السجدة ۳۲/۵۸) تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کا ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے۔

اسی طرح اسی بنا پر فرعون نے جب دریا پار کرتے ہوئے دیکھا کہ موسیٰ اور بنی اسرائیل تو نکل گئے ہیں اور دریا کی تیز موجیں ملنے لگی ہیں اور وہ (فرعون) اب غرق ہو جائے گا تو اس نے پکارا۔ اے موسیٰ میں تیرے اور ہارون کے رب پر ایمان لایا۔ مگر

اللہ نے کہا "اب" یہ ایمان لانا منظور نہیں۔

ایمان کا تعلق یقین سے ہے:- ایمان کا تعلق یقین سے ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے آغاز میں ہی فرمایا ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ شک کا متضاد یقین ہے۔ کفار اسی شک کی وجہ سے ہی مارے گئے۔ وہ سمجھتے رہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ آپ ﷺ کو شاعر (نعوذ باللہ) کہتے رہے۔---- منافقین مدینہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اینڈ کمپنی بھی اسی بے یقینی کی حالت میں مارے گئے۔ کلمے پڑھتے ہوئے نمازیں روزے اکارت گئے اور جہنم منزل بنا لیا۔ آج کل کے بدعقیدگی کے دور میں گمراہ گر پیشوا (آئمۃ الکفر) بھی اسی بے یقینی کی وجہ سے تباہ ہو گئے اپنا ایمان گنوا بیٹھے۔ یہ لوگ ناموں کے ساتھ شیخ القرآن لکھتے ہیں مگر قرآن کی آیات پر یقین نہیں کرتے اپنی رائے دیتے ہیں۔ وہابیت، نجدیت، دیوبندیت، مودودیت، اسراریت وغیرہ سب بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔

منافقت کیا ہے

تعارف:- اس کا مادہ نُفَقَتُہٗ ہے نَافِقَاء بھی ہے۔ گوہ کا بھٹ جس کے دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے۔ منافقت اور نفاق اصطلاح قرآنی میں اسی دو رخی کا نام ہے بظاہر آدمی زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے۔ ایسے آدمی کو 'عرفِ شریعت' میں منافق کہا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو ایسے آدمی کو فاسق کہا جاتا ہے۔ نفقتہ کے لغوی معنی خرچ ہو جانے یا ختم ہو جانے کے ہیں اسی لئے منافق کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اور منافق کہلاتا ہے قرآن حکیم میں منافق کا لفظ ۳۸ دفعہ مختلف آیات میں آیا ہے۔ ایک سورۃ مکمل المنفقون ہے اس کے علاوہ سورۃ توبہ میں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے صادر کر دیئے ہیں انگریزی میں منافقت کو Hypocrisy اور منافق کو Hypocrite یا Deceiver کہتے ہیں یہ ایک بیماری ہے جس کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔ اسی قسم کے اور دوسرے لوگ بھی ہیں جن کی منزل جہنم ہے۔ ان کے متعلق تھوڑا سا تعارف ضروری ہے۔ گمراہ یعنی "الضالین" کا لفظ قرآن میں ۱۹۱ دفعہ آیا ہے اور اس کا مادہ ضل ہے جو دس گیارہ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ پھر قرآن میں کافروں کا ذکر لفظ کفر کے ساتھ ہوا یہ ۵۳۵ دفعہ آیا۔ پھر فاسقوں کا ذکر (مادہ فسق) ۵۴ دفعہ آیا اور پھر ظالموں کا ذکر (مادہ ظلم) ۲۸۹ دفعہ ہوا۔ جیسا کہ قرآن نے کہا اِنَّ الْمُنٰفِقُوْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۹/۶۷) وَالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲/۲۵۴) وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (۲/۲۶) وَمَا یَکْفُرُ بِھَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (۲/۹۹) تو معلوم ہوا کہ منافق، فاسق، کافر اور ظالم ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔

منافق کافر سے بھی بدتر:- (۱) کافر تو کھلے طور پر انکار کر دیتا ہے کسی شک و شبہ میں نہ خود رہتا ہے اور نہ دوسروں کو رکھتا ہے۔ کفار مکہ چونکہ منکر تھے آقا ﷺ کی

رسالت کے۔ اسی لئے صاف طور پر کہتے تھے "لست مرسلا" چلو بات تو صاف ہو گئی بلکہ مقابلہ کے لئے کئی معرکوں میں حملہ آور ہوئے۔ مختصر یہ کہ ان میں دو رخی نہ تھی ایک ہی رخ تھا انکار کا۔ چنانچہ وہ کافر ہو کر مرے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ دوزخ کے ساتھ طبقوں میں سے نیچے سے دوسرا طبقہ ہے اس میں وہ ڈالے جائیں گے۔

(۲) منافق چونکہ دو رخی اختیار کرتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے۔ اس لئے ناقابل بھروسہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں جن منافقین کا ذکر ہے وہ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ہزاروں ساتھیوں کا ہے۔ جو بظاہر زبان سے کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے تھے مگر دل سے تصدیق نہ کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں کفر ہی کفر تھا۔ زبان سے کلمہ پڑھنا بس ان کی ایک مجبوری تھی۔ انہوں نے کفار کے ساتھ روابط رکھے اور مسلمانوں میں بھی چونکہ بیٹھتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے اور اس وجہ سے مسلمانوں کے منصوبوں سے آگاہ رہتے تھے۔ پھر دشمنان اسلام کو ان تمام باتوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ جنگوں کے مواقع پر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکے دیئے جنگ احد میں راستہ ہی سے عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین صد آدمی واپس لے گیا۔ اندازہ کریں باقی ماندہ فوج کے حوصلہ پر کیا اثر پڑا ہو گا۔ اسے دھوکہ کہتے ہیں۔

منافق کی منزل :- اللہ تعالیٰ نے اسی دو رخی کی بنا پر جو کہ منافق اپنا کر اہل اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے منافق کے لئے جنم میں سب سے بدترین طبقہ (ساتواں) رکھا ہے یہ کفار و مشرکین کے چھٹے طبقے سے بھی بدتر ہے۔ یہ اس کردار کی سزا ہے جو منافق ادا کرتا ہے۔ اور عقلی دلیل بھی یہی ہے کہ منافق کو کڑی ترین سزا دی جائے کیونکہ وہ اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر عظیم ترین نقصان پہنچاتا ہے۔ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵)

منافقین کے ذکر کی ضرورت کیوں ضروری ہے :- منافقین کے ذکر کی ضرورت ہے بلکہ اچھی تفصیل کے ساتھ منافقین کا پردہ چاک کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں اور تھے جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا مگر ایمان نہ لائے (دل سے) اور آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس، کمالات، جمالات، جلالات، صفات و معجزات میں نکتہ چینی کر کے

انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اپنی منزل کو جنم بنا لیا۔ منافقین مدینہ کا ذکر تو قرآن پاک میں بہت تفصیل کے ساتھ ہے موجودہ بے دینی اور بدعقیدگی کے دور میں لوگوں کے گروہ لباس خضر میں موجود ہیں اور سادہ لوح لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ ان کی دشمنی رسول بہت عیاں ہے۔ یہ لوگ اللہ کے گستاخ، قرآن کے باغی اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں حدوں کو پار کر گئے ہیں ان کی تقاریر اور تحریروں کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ یہ بھنگی تو بھنگ پی پی کر یہ کتابیں لکھتے رہے ہیں کیونکہ ایسی تحریروں کو پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ فاتر العقل قسم کے لوگ ہیں۔

منافق کی پہچان :- اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی پہچان دو طرح سے بتائی ہے۔

فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (۴۷/۳۰ محمد)

ا۔ منافقین چہروں سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ ان کے چہروں پر لعنت پڑی نظر آتی ہے۔

ب۔ منافقین کا بات کرنے کا انداز نہایت گستاخانہ بلکہ کافرانہ ہوتا ہے۔

ان کی نشانیاں یہ ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کا ٹھٹھا اڑاتا ہے یعنی کہ ذات اقدس، کمالات، جمالات، صفات و معجزات میں خوب نکتہ چینی کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا بھی بے ادب ہوتا ہے۔

(۳) جہاد سے بھاگتا ہے۔

(۴) دو رخی اپنائے ہوتا ہے اوپر سے لباس خضر میں ہو گا اور اندر سے ایمان کا ڈاکو ہو گا۔

(۵) نماز اس پر بھاری ہوتی ہے۔

(۶) جھوٹ عموماً بولتا ہے۔ لیکن یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

(۷) وعدہ خلافی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافق کو خبیث کہا :- قرآن حکیم میں فرمان الٰہی ہے۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۸/۳۷ الانفال)

ترجمہ۔ اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا کر دے اور خبیثوں کو تلے اوپر رکھ کر سب ایک ڈھیر بنا کر جنم میں ڈال دے۔ وہی نقصان پانے والے ہیں۔

() مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۳/۱۷۹ ال عمران)

ترجمہ۔ اللہ مسلمانوں کو اس حال پہ چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔

اللہ تعالیٰ نے منافق کو "رجس" پلید کہا:- اللہ تعالیٰ نے منافقین کا سورہ توبہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان کے خلاف اپنے فیصلے صادر فرما دیئے ہیں۔ فرمایا وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (۹/۱۲۵)

اور جن کے دلوں میں بیماری ہے (نفاق کی) انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کو "نجس" کہا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (مشرک نرے ناپاک ہیں) "رجس" اور "نجس" یہ ناپاکی پلیدی اور گندگی کے نام ہیں۔ چونکہ کافر اور منافق کی منزل جنم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجس اور رجس جیسے القابات سے نوازا۔

منافق برائی کا حکم دیتا ہے:- فرمان الٰہی ہے۔ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (۶/۶۷ توبہ)

ترجمہ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں۔ وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

اس آیہ میں خاص بات یہ ہے کہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔ آج کل کے بدعقیدگی کے دور میں انہیں پہچاننا مشکل نہیں۔ درود شریف پڑھنے سے روکیں گے۔ عید میلاد النبی منانے سے روکیں گے بلکہ بڑی بڑی خرافات بکتے

ہیں۔ قرآن کی آیات کو جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آیات اپنے محبوب ﷺ کی شان میں کہیں۔ ان میں اپنی رائے سے غلط معنی نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ:- وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○ (۹/۶۸ توبہ)

ترجمہ۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو کافروں کو جنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ انہیں بس ہے۔ اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ منافقین کا انجام بھی کفار کے ساتھ ہی ہے۔

منافقین پر لعنت:- اللہ تعالیٰ نے عذاب کے قائم رہنے کے ساتھ ساتھ منافقین پر اپنی لعنت فرمائی ہے۔ چونکہ یہ شیطان کے بندے ہیں (عبدالطاغوت) اور شیطان لعنتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ یہ فیصلہ ہے اللہ تعالیٰ کا-----

منافقین کو دل کا کینسر (Cancer)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی تو دل کو اس کا مرکز بنایا۔ روح و جسم کے ملاپ کی علامت دل ہے۔ ہر بات کا اختتام دل پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں دل کی بیماریوں کا ذکر ہے اور بہت سی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۱) دلوں میں شک۔ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اگر تجھے شک ہوا ہو اس میں جو ہم نے اتارا۔ (۱۰/۹۴)

(۲) دلوں میں مرض۔ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ (۵۰/۲۴)

(۳) دلوں پر مہر۔ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔ (۹۳/۹)

(۴) دلوں کو پلٹ دیا۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے۔ (۱۲۷/۹)

(۵) دل بے نور۔ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (۲۴/۴۰)

(۶) دلوں پر غلاف۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے۔ (۱۸/۵۷)

(۷) دل اندھے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں لیکن دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (۲۲/۴۶)

(۸) دل ٹیڑھے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ وہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں۔ (۳/۷)

(۹) دل مردہ۔ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اس لئے کہ تم مردہ دلوں کو نہیں سناتے۔ (۳۰/۵۲)

(۱۰) دل بہرے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور نہ بہروں (دلوں) کو پکارنا۔ (۳۰/۵۲)

(۱۱) دل ناسمجھ۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ان کے دل ہیں جو سمجھتے نہیں ۔۔۔۔۔ (۷/۱۷۹)

(۱۲) دل پتھر۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ (۲/۷۴)

دل کے مریض کیا کرتے ہیں:- اللہ تعالیٰ نے ان گنت بیماریاں بتائیں۔ اب ان بیماریوں کا اثر جو ہوا وہ یہ ہے۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (۴۱/۴۰) وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں۔

(۲) وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (۲۹/۴۷) ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر کافر

(۳) مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (۴۰/۴) اللہ کی آیات میں نہیں جھگڑا کرتے مگر کافر

(۴) وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ (۳۴/۵) وہ جو ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

منافقین نے قرآن کو تکے بوٹی کیا:- اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دل کی بیماریوں کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا۔ پھر دل کے کینسر کی وجہ سے ان کی کارکردگی بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ٹیڑھے چلتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں اور اللہ کی آیات کو عاجز کرنے (ہرانے) کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ ان منافقین نے قرآن کو تکے بوٹے کر دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۵/۹۱-۹۳)

ترجمہ۔ جنہوں نے قرآن کو تکے بوٹی کیا۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سے پوچھیں گے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے آج کل کے بدعقیدگی کے دور میں کلمہ گو منافقین قرآن کی آیات میں آقا ﷺ کی شان کا انکار کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے کہا وما ھو علی

الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (۸۱/۲۴) اور یہ نبی (محمد ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں تو یہ منافقین اس میں ٹیڑھے چلتے ہیں اور جن آیات کا تعلق نہیں وہ لا کر جھگڑتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا بلکہ اپنی قسم کھائی کہ ہم ان (منافقین) کو ضرور پوچھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے قرآن کا یہ حشر کرنے والوں سے پوچھنا اور پھر جو ان کا حشر کرے گا وہ سب کو معلوم ہے اور وہ ہے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ان کا ٹھکانہ۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے

منافقین مدینہ کا کردار یعنی کہ اسلام دشمنی اور عداوت رسول کھل کر سامنے آگئی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کی شان کے خلاف کوئی بات پسند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہی منافقین کے ساتھ ہوا۔ ان کا وطیرہ یہ تھا کہ اللہ کی آیات بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کا ٹھٹھا کرتے تھے اور جب پوچھا جاتا تو بہانے بناتے کہ انہوں نے ایسی بات نہیں کی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اپنے فیصلے دے دیئے۔

(۱) ایمان ختم۔ کلمہ، روزہ، نمازیں ضائع :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (۹/۶۵) تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان لانے کے بعد----- تو معلوم ہوا رسول اللہ کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ کوئی عذر قبول نہیں۔

(۲) دوسرا فیصلہ :- يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (۹/۷۴)

ترجمہ۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے یہ غزوہ تبوک کے دوران منافقین عموماً کفر کے کلمے کہتے رہتے تھے اور پوچھنے پر فوراً اللہ کی قسم اٹھا لیتے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا۔ جتنی بھی گستاخانہ باتیں رسول اللہ کی شان کے خلاف کرتے تھے۔ سب کفر کے کلمے ہوئے۔

(۲) منافق کی نماز جنازہ نہیں ہوتی :- یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چونکہ منافقین اپنے گستاخانہ باتوں کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے کافروں کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ یہ حکم ابد تک ہے۔ جب ابی ابن سلول مرنے لگا تو اس نے خواہش ظاہر کی آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور ساتھ ہی فرمائش کی کہ آپ

ﷺ اپنی قمیص عطا کریں۔ مسلمانوں نے آقا ﷺ سے کہا کہ یہ بدبخت ساری زندگی اسلام اور آپ کی مخالفت میں گزارتا رہا اس لئے آپ نہ ہی نماز جنازہ پڑھیں اور نہ ہی قمیص دیں۔ آپ ﷺ تو رحمتہ للعالمین ہیں چنانچہ آپ نے اپنی قمیص دے دی۔ پھر جبرئیل علیہ حاضر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (۹/۸۴) اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ قیامت تک تمام منافقین کے لئے ہے---- آج کل کے دور کے منافقین کو قرآن کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ یہ تمام آیات ان کے لئے ہیں---- ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں تحریر اور تقریری گستاخیاں کرتا ہے۔ وہ کفر کے کلمے بکتا ہے۔ ایسے کافر کی نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ اگر پڑھو گے تو اللہ کے غضب کو دعوت دو گے۔

منافقین کلمہ کفر (گستاخی رسول) کی وجہ سے منافق کہلائے :- جیسا کہ ذکر ہوا سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلے دیئے وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ باتوں کی وجہ سے ان کا ایمان اور اسلام ختم ہو گیا۔ بظاہر انہوں نے کلمہ پڑھا ہوا تھا اور خود کو تو وہ مسلمان کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دو رخوں کی وجہ سے کفار سے علیحدہ رکھ کر منافق کا لقب دیا۔ منافق چونکہ کافر سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے اس لئے یہ ایک فتنہ ہے اور اسی وجہ سے جتنے بھی گستاخان رسول تھے وہ واجب القتل ہیں تاکہ فتنے کا ادھر ہی قلع قمع ہو جائے------

قرآن حکیم تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے اور یہ کائنات آپ ﷺ کی طفیل بنائی گئی۔ چنانچہ اہل بصیرت سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کائنات کی جان ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات ہی نہ ہوتی---- جب یہ حقیقت ہو تو پھر آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حشر جہنم کی بدترین وادی ہے۔ چنانچہ ان کے اس تشخص کی وجہ سے یہ منافق کہلائے۔

منافقین ہدایت کی طرف کبھی نہ آئیں گے :- منافقین اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے دو رخی کا کردار کرتے ہیں۔ یہ دو رخی انہیں شیطان کے چنگل میں پھنسا دیتی

ہے اور وہ "عبدالطاغوت" بن جاتے ہیں۔ جب یہ شیطان ان کو اپنا بندہ بنا لیتا ہے تو پھر واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے فرمان الٰہی ہے وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ (۱۸/۵۷) اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے------

اسی وجہ سے موجودہ دور کے "علماء سو" جن کا مشن ہی رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں کرنا ہے تحریری اور تقریری طور پر۔ ان کے آگے سینکڑوں قرآن و حدیث کے دلائل دیں۔ وہ نہیں مانتے۔ یہ منافقین کی بدبختی ہے۔

منافق حاجت روائی کے لئے قیامت کے دن مومنوں کو پکارے گا

قیامت کے روز جب مومنوں کے داہنے اور آگے سے نور نکلے گا۔ تو منافقین جو اس سے محروم ہوں گے اور حیران بھی ہوں گے تو پھر مومنوں کو پکاریں گے قرآن کہتا ہے۔ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ○ (۵۷/۱۳) ترجمہ۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو۔ وہ لوٹیں گے۔ جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب-----

ا۔ پکار، وسیلہ اور نور:۔ منافق ان تینوں چیزوں کا دنیا میں منکر ہے۔ لیکن جب اپنی جان پر پڑے گی تو پھر ان کا اقرار کرے گا۔ مگر اب کچھ کام نہ آئے گا۔

ب۔ :۔ اس دنیا میں سادہ لوح لوگوں کو اپنے جثے اور اپنے وعظ سے دھوکہ دیتا رہا۔ وہاں اسے دھوکہ دینے کے لئے کہا جائے گا "پیچھے لوٹو"۔

منافق دوزخ سے پکارے گا کہ اے جنتیو:۔ منافق کی سزا کی حد کا کوئی پتہ نہیں یہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ قیامت کے روز جو رسوائی ہو گی وہ بھی قرآن میں بیان ہے۔ جب یہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ کہیں گے کیوں نہیں بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اس کے بعد کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے (سورہ الملک ۱۰-۸/۶۷)۔ دوزخ کی گرمی سے پیاس اور بھوک تو لگے ہی گی اور وہاں موت تو ہے ہی نہیں۔ چنانچہ اب یہ پکاریں

گے۔ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○ اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔ جنتی کہیں گے بیشک اللہ نے دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

(۱) جنت کا رزق اور پانی جہنمیوں پر حرام ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔

(۲) دوزخی کی ندا (پکار) **اس دنیا میں تو "پکارنے" کو شرک شرک کہتا ہے۔**

کم علم جاہل صاحب۔ ابھی وقت ہے:۔ وسیلہ، نور، پکارنا وغیرہ کے متعلق جو تم نے شرک کے فتووں کے دفتر کھولے ہوئے ہیں۔ ان سے باز آجاؤ۔ اب بھی وقت ہے۔ توبہ کر لو ورنہ یہ سب تم نے قیامت کے دن اور اس کے بعد ان کا اقرار کرنا ہے۔

نجد سے **شیطانی** گروہ:۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ○ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهٗ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ (بخاری، مشکوۃ ج ۸ ص ۵۷۹)

روایت ہے حضرت جابر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دلوں کی سختی اور ظلم مشرق میں ہے۔ اور ایمان حجاز والوں میں ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں فرمایا نبی ﷺ نے الٰہی ہمارے شام میں برکت دے۔ الٰہی ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگو نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ فرمایا الٰہی ہم کو ہمارے شام میں برکت دے۔ الٰہی ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں مجھے خیال ہے تیسری بار فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطانی گروہ نکلے گا۔

اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْھِمْ اَھْلَ نَجْدٍ :- فرمان رسول اللہ ﷺ۔ مجھے اپنے آدمیوں کے متعلق اہل نجد سے ڈر معلوم ہوتا ہے یہ صفر ۴ھ میں بیئر معونہ کی اس جماعت کے متعلق جو اہل نجد میں بھیجی گئی مختصر واقعہ یوں ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر ملاعب الاسنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ اسلام تو نہ لایا مگر اسلام سے بُعد کا بھی اظہار نہ کیا۔ اس نے کہا یا محمد اگر آپ اپنے رفقاء میں سے کچھ لوگوں کو اہل نجد میں بھیج دیں اور وہ وہاں آپ کا پیغام پہنچا کر انہیں اسلام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ اہل نجد آپ کے پیغام پر ضرور لبیک کہیں گے اور پھر آپ ﷺ نے یہ کہا اس پر ابو براء نے کہا میں ان کا ہمسایہ رہوں گا۔ مگر بعد کے واقعات میں عامر بن طفیل کے فریب سے یہ جماعت شہید کر دی گئی۔ ان میں عامر بن فہیرہ بھی تھے جو حضرت صدیق اکبر ؓ کے غلام تھے ان کا جسد نہ ملا تھا۔ تو "صاحب کلی غیب" نے مدینہ منورہ میں بتا دیا کہ ان کو ملائکہ نے اٹھا لیا ہے۔۔۔۔ چنانچہ یہ اہل نجد میں جن کے متعلق آپ ﷺ نے اپنے خدشے کا اظہار فرمایا کہ وہ دھوکہ باز ہیں اور یاد رکھو مومن دھوکہ باز نہیں ہوتا۔ تو اہل نجد کون ہیں یہ جاننے کے لئے بہت معمولی سی عقل دوڑانے کی ضرورت ہے۔
(تفسیر ابن ہشام)

گمراہ کرنے والے پیشوا (مولوی) :- وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ روایت ہے حضرت ثوبان سے۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ کہ میں اپنی امت پر گمراہ گر پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں۔ (مشکوۃ ج ۷ ص ۲۰۳)

اس سے اوپر بیان ہوا۔ اہل نجد سے خوف کرتا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو صاحب کلی علم غیب نے چودہ صدیاں پہلے بیان فرما دیں۔ یہ گمراہ کرنے والے مولوی یقیناً شیطان کے گروہ سے ہوں گے یہ ایک عقلی دلیل ہے۔ اور قرآن حکیم میں بھی واضح طور پر فرمان ہے حزب الشیطٰن۔ اور جو اس گروہ میں شامل ہیں انہیں قرآن نے عبد الطاغوت بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ مطلب ہوا کہ گمراہ گر پیشوا عبد الطاغوت

ہیں اور اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ غلط تعلیمات کو پھیلانے والے ہی گمراہ گر پیشوا ہیں چاہے یہ دنیا کے کسی حصے میں ہی ہوں۔ ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ پھر گمراہی مقدر بن جاتی ہے اور سیدھی جہنم میں لے جاتی ہے۔ ایسے مولویوں سے بچو جن کا کام یہ ہے کہ بجدی تعلیمات پھیلائیں۔ ان کے جُبے دیکھ کر تعجب میں نہ پڑو کیونکہ یہ سب لباس خضر میں رہزن ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے خود ساختہ القابات لگائے ہوئے ہیں اور اندر سے بدبو آتی ہے۔ جس کتاب کے رد میں کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا مصنف ایک گمراہ گر پیشوا ہونے کی بدترین مثال ہے۔

دلوں پر فتنے :- (ا) (مشکوۃ ج ۷ فتنوں کا باب) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دلوں پر فتنے پیش آئیں گے جیسے چٹائی کا ایک ریگ۔ جو دل فتنے پلا دیا گیا اس میں سیاہ دھبہ پیدا کر دیں گے اور جو دل انہیں برا سمجھے اس میں سفید داغ پیدا ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ لوگ دو قسم کے دلون پر ہو جائیں گے۔ آج کل بھی لوگ دو قسم کے دلوں پر ہیں۔ ایک عشاق رسول ﷺ اور دوسرے گستاخان رسول۔

فتنوں کی بارش :- آقا ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

فتنوں کے زمانے میں عبادت :- آقا ﷺ نے فرمایا فتنوں کے زمانے میں عبادت ایسے ہے جیسے میری طرف ہجرت۔

فتنوں کی تعداد :- صاحب کلی علم غیب ﷺ نے فرمایا۔ دنیا ختم ہونے تک تین سو یا کچھ زیادہ فتنے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے نام بتا دئے ان کے باپ اور قبیلہ کا نام۔ بے دین عالم، گمراہ گر پیشوا اور جھوٹے مدعیان نبوت۔

صبح مومن، شام کو کافر :- آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے آگے بہت فتنے ہیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ان میں آدمی صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا اور صبح کافر۔

دین فروخت کرے گا:- فرمان نبوی ﷺ ہے کہ دنیاوی سامان کے عوض مولوی اپنا دین فروخت کر دے گا آج کل کے سرکاری درباری مولوی عام ہیں۔ اور خوب دین فروشی کرتے ہیں۔ تقریروں کے ریٹ مقرر کرنے والے دین فروش مولوی بھی بہت مل جائیں گے۔ فرمان رسول اللہ ہے کہ دو بھیڑیے ایک ریوڑ میں اگر گھس جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا طمع اور لالچ انسان کے دین کو پہنچاتا ہے۔

گھنی داڑھی۔ سر منڈا ہوا:- (مشکوۃ ج ۸ باب معجزات)۔ روایت ہے ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں' ابھری پیشانی' گھنی داڑھی اونچی کنپٹی والا۔ سر منڈا ہوا۔ وہ بولا اے محمد اللہ سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو۔ ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ حضور نے منع فرمایا جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کی پشت سے ایک قوم ہو گی۔ جو قرآن پڑھے گی۔ قرآن ان کے گلے سے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

آج کے دور میں صاحب کلی علم غیب کی باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ خوارج وہابی' دیو بندی قرآن پر بہت زور دیتے ہیں۔ سب کو قرآن کے نام پر اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اشاعت القرآن' تبلیغ القرآن اور اپنے آپ کو شیخ القران کہتے ہیں۔ اور ان کے حلیے بھی اسی طرح ہی ہیں جیسا حضور (ﷺ) نے فرمایا۔

قرآن میں اپنی رائے

(مشکوۃ ج ۱ باب العلم) آقا ﷺ نے فرمایا جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔ دوسری روایت ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

بے علم مولوی کے فتوے:- (مشکوۃ ج ۱ باب العلم) آقا ﷺ نے فرمایا جو بے علم فتوے دے اس کا گناہ فتوے لینے پر ہے۔ آج کل کے دور میں بے علم جاہل مولویوں کی بہت کثرت ہے اپنے ناموں کے ساتھ مفتی تو مفت میں لگا لیتے ہیں۔ ایسی ایسی کتابیں لکھتے ہیں کہ پڑھنے والا حیرت زدہ رہ جاتا ہے بے علم ہونے کی وجہ سے اپنا ایمان تو وہ گنوا بیٹھے ہیں تو دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کر کے اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائیں گے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں ایک کتاب بنام تقویت الایمان جو کہ حقیقت میں تقویۃ الایمان یعنی ایمان برباد کرنے والی کتاب ہے یہ ایک درخشاں مثال ہے ایسے بے علم جاہل کی جس نے قرآن کا مطالعہ کیا نہ حدیث کا یہ کتاب اس کی ذاتی رائے اور فتوؤں سے بھری پڑی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ (برے علماء):- وَعَنِ الْاَحْوَصِ ابْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ (رواہ الدارمی' مشکوۃ باب العلم ج ۱ ص ۲۲۵)

روایت ہے حضرت احوص بن حکیم سے۔ وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے برائی کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو۔ بھلائی کے متعلق پوچھو تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شریر برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔

اسلام کو ڈھانے والے:- یہ بدترین برے علماء ہیں۔ اسلام کو عالم کی لغزش' منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔ عالم کے بگڑنے سے

جہاں بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے جہاں سنبھل جاتا ہے۔ عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے۔ ترے گا تو سب کو لے کر اور ڈوبے گا تو سب کو لے کر۔ آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے ہیں وہ سب علماء سو کی مہربانی سے ہے مدتوں سے یہ ہوتا آیا کہ اہل اقتدار کو خوش کرنے کے لئے اور کچھ ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لئے علماء سو کی ایک جماعت سرکاری و درباری مولوی صاحبان کی صورت میں رہی۔ یہی وہ علماء سو ہیں جنہوں نے اسلام کو ڈھا دیا۔ آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی قوم کی قسمت دو طبقوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ ایک امراء اور دوسرے علماء۔ اگر امراء اللہ تعالیٰ کے قرآن و رسول کی سنت کے خلاف چلیں تو ان علماء کی جماعت پر لازم ہے کہ امراء کی رہنمائی کریں۔ مگر یہاں تو یہ علماء سو نے ان امراء کا ساتھ دینا شروع کر دیا ہے۔ ہر غیر اسلامی چیز کو جائز قرار دے رہے ہیں۔

عالم کی لغزش :- عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے اور دوسری بات جو آجکل عام ہے اسے آسان الفاظ میں دین فروشی کہیں تو مناسب ہو گا۔ تقریروں کے ریٹ مقرر ہیں۔ کم پیسے ملنے پر اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ تقاریر میں علم کی بات کم اور لوگوں کو خوش کرنے (تاکہ روپے پیسے زیادہ ملیں) خود ساختہ قصے سنائے جاتے ہیں۔ کبھی ترنم کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اپنی جھوٹی شان اور تاثر بتانے کے لئے چیلے قسم کے ان پڑھ لوگ رکھے ہوتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ مقرر عالم کی نمود اور جھوٹی تقریروں کے پل باندھیں۔ وڈیو فلمیں بن رہی ہیں۔ کیا یہ ریا کاری نہیں۔ یہیں سے "عالم" لغزش کھا گیا ہے۔ زیادہ تر بے دین علماء غلط مسئلے بیان کرتے ہیں۔ قرآن میں اپنی رائے سے جو چاہیں کہیں۔ اس وقت تو علماء ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے چیلنج کرتے ہیں۔ ویسے بھی ان میں ایک "میں" بہت آگئی ہے کہ میں فلاں سے بڑا عالم ہوں جب ایسی باتیں آئیں تو سمجھو قیامت قریب ہے۔ "صاحب کلی علم غیب" نے۔ یہ باتیں چودہ صدیاں پہلے بتا دیں۔

آسمان کے نیچے بدترین مخلوق

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُ ھُمْ عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی عُلَمَآءُ ھُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ یعنی بے دین علماء کی کثرت ہو گی جن کا فتنہ مسلمانوں کو گھیر لے گا ——— یہ فرمان اس ذات اقدس کا ہے جو صاحب کلی علم غیب ہے۔ جس ذات پاک نے قیامت کی نشانیاں بتلا دیں۔ چودہ سو سال پہلے۔ آج کل ہو بہو وہی ہو رہا ہے۔ علماء سو کہ ان پڑھ جاہل علماء کی کثرت ہے۔ قرآن سمجھ میں نہیں آتا بصیرت ہے نہیں اور شرک کے فتوؤں کے دفتر کھولے ہوئے ہیں۔ دنیاوی مفاد کے لئے اللہ کے دین کو بیچ رہے ہیں۔

ریا کار علماء :- قیامت کے دن وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا۔ اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا۔ وہ اقرار کر لے گا۔ فرمائے گا تو نے شکریہ میں عمل کیا کیا۔ عرض کرے گا علم سیکھا، سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (قال کذبت) تو نے علم اس لئے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے۔ اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے۔ وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہو گا اوندھے منہ کھینچا جاوے گا حتیٰ کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مشکوۃ ج ۱ باب العلم ص ۱۹۱)

اس حدیث پاک سے ان مولویوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے ریا کاری اپنا شیوہ بنا لیا ہے خود ساختہ القابات شیخ القرآن شیخ الحدیث، علامہ، مفتی، مولانا، ڈاکٹر، پروفیسر وغیرہ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اور بہت متکبر ہیں کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ کون بڑا عالم ہے۔ تو انہوں

نے کہا "میں" یہ بات اللہ کو ناگوار گزری اور پھر موسیٰ کو حضرت خضر کے ساتھ علم سیکھنے کے لئے لگا دیا حالانکہ انہیں چاہئے کہ کہتے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون بڑا عالم ہے۔ آج کل کے مولوی قرآن سے بھی سبق نہیں سیکھتے۔

جہنم کی طرف بلانے والے مولوی:- مشکوۃ ج ۷ فتنوں کے بیان میں ہے۔ آقا ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ خیر کے بعد شر کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ دُعَاۃٌ عَلٰی اَبْوَابِ جَہَنَّمَ مَنْ اَجَابَہُمْ اِلَیْہَا قَذَفُوْہُ فِیْہَا۔ قُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ صِفْہُمْ لَنَا قَالَ ہُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَیَتَکَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ اِنْ اَدْرَکَنِیْ ذٰلِکَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَہُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہُمْ جَمَاعَۃٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْکَ الْفِرَقَ کُلَّہَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَۃٍ حَتّٰی یُدْرِکَکَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ

دوزخ کے دروازہ پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتائیے فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت ان کے امام کو پکڑے رہنا۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو نہ امام تو۔ فرمایا تو ان تمام فرقوں سے الگ رہنا۔ اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتیٰ کہ تم کو اس حالت میں موت آجائے۔ اس حدیث پاک میں جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے آپ ﷺ کا فرمان کہ وہ ہماری زبان میں کلام کریں یعنی کہ عربی میں۔ نجدی مولویوں کی زبان عربی ہے اور تحریریں عربی میں ہیں اور پھر ان کے چیلے ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر کے تبلیغ کر کے جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

دل شیطان جسم انسانی:- فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے جو نہ میری سنت اختیار کریں گے نہ میرے طریقہ پر چلیں گے ان میں کچھ لوگ انھیں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے جسم انسان کے۔ چنانچہ انسانی جسموں والے شیطان بڑے بڑے چوغے پہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے خود ساختہ القابات

لگائے ہوئے ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر متعجب ہو جاتا ہے۔ یہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ باتیں بظاہر اچھی کریں گے لیکن علم سے بے بہرہ ہوں گے۔ بدعمل، بدمذہب علماء کلمہ گو اور مدعی اسلام ہوں گے۔ عربی بولیں گے اس لئے لوگ ان سے بہت دھوکا کھایا کریں گے کیونکہ چھپے کافر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ روافض، خوارج، وہابیت اور نجدیت وغیرہ سب عرب سے ہی پیدا ہوئیں۔ (مشکوۃ ج ۷ باب فتنہ)

توہینِ رسالت

توہین رسالت کا دائرہ:- رسول اللہ ﷺ کی توہین کا مندرجہ ذیل دائرہ ہے۔

(۱) آپ ﷺ کی ذات اقدس (نور) سے انکار کرنا۔ اور یہ کہنا کہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (نعوذ باللہ)

(۲) آپ ﷺ کے کمالات، صفات، معجزات میں نکتہ چینی کرنا۔ مثلاً علم مبارک پر مسلسل نکتہ چینی کرنا۔ اختیارات اور کمالات کو نہ ماننا مثلاً رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ) وغیرہ کہنا۔

(۳) آپ ﷺ پر دین یا شخصی اعتبار سے عیب لگانا۔ مثلاً سید الانبیاء کو اپنی مثل کہنا کبھی کہنا کہ اللہ ایسے کئی محمد پیدا کر سکتا ہے (نعوذ باللہ) کبھی کہنا کہ رسول اللہ کا خیال نماز میں آنا بیل اور گدھے کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۴) آپ ﷺ کی توہین کرتے وقت قرآنی آیات جو شان رسول ظاہر کرتی ہیں ان میں جھگڑا کرنا اور اپنی ذاتی رائے دینا۔ مثلاً کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی۔ جبرئیل کے بتائے بغیر نہ جانتے تھے (نعوذ باللہ)

(۵) حضور ﷺ کی خاتمیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے بعد کوئی اور نبی آئے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(۶) حضور کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ص ۱۱)

(۷) اللہ کی مخلوق انبیاء و رسل کی شان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چوہڑے چمار سے بھی گری ہوئی ہے۔ اس قسم کے نامناسب اور غلط جملے کہنا اور عقیدہ رکھنا۔

عبارات کی تفصیل دیکھنے کے لئے تقویت الایمان، صراط مستقیم، امداد الفتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ، براہین نامہ، الافاضات الیومیہ اور دیگر کتب وہابیت، دیو بندیت، مودودیت وغیرہ ملاحظہ کریں۔

توہینِ رسالت ایک فتنہ ہے (یعنی اِرتداد)

اسلام ایک مکمل شریعت اور نظام زندگی ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کی طرح مجرد مذہب اور صرف رسوم و عبادات کا مجموعہ نہیں ہے اور نہ صرف انسان کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے بلکہ اس کا تعلق ریاستی و بین الاقوامی قوانین اور تعلقات سے بھی ہے۔ حدود کی تنفید اور تعزیرات کا اجرا اس کے دائرہ احکام کے اندر داخل ہے۔ کیا ایسے دین کے اندر اس بات کی ذرہ برابر بھی گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایک شخص پہلے تو اس دین کے لانے والے رسول کی وفاداری اختیار کرے پھر وفاداری کا قلاوہ اتار پھینکے اور رسول کو اپنی ہزیان سرائی اور سب و شتم کا ہدف بنائے اور اپنے اس مکرو فریب کے رویہ سے اہل ایمان کے دلوں میں شکوک کا بیج بوئے اور پھر اپنے اس جرم کے باوجود بھی قابل تعزیر نہ ہو۔ اسلام عبادت بھی ہے اور ریاست بھی۔ دنیا میں کوئی ریاست اپنے باغیوں کو معاف نہیں کرتی۔ پھر اسلامی ریاست سے یہ کیوں توقع کر لی جائے کہ وہ اس دینی و دنیوی سربراہ اور اللہ کے رسول کے خلاف سب و شتم معاف کر دے۔ جس کی اطاعت ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ جو ذات بنی نوع انسان میں سب سے افضل ہے اور خود خالق کائنات نے جن کی مدح و ثنائی کی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مخلوقات میں اتنی ارفع ہے کہ جہاں ایک شخص اس دنیا میں کسی کا خون بہا کر قابل قصاص ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی سے ہی قابل قصاص بن جاتا ہے کیونکہ وہ مرتد ہو جاتا ہے یعنی اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

فتنہ (ارتداد) کے اثرات:- اسلام محض ایک روحانیت اور اخلاقیات کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ قوانین سلطنت اور سیاسی نظام کا بھی مجموعہ ہے۔ اس لئے ایسے دین میں پیغمبر اور شارع کی توہین بذات خود ایک بغاوت اور پورے نظام کو توڑنے کے ہم معنی ہیں اور جس طرح سے ریاستوں کے قوانین میں بغاوت کا جرم قابل تعزیر ہے بالکل اسی طرح نظام اسلامی میں پیغمبر اسلام کی صرف توہین ہی مستوجب قتل ہے۔ اس موجودہ دنیا کی بڑی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ برطانیہ میں جو شخص بادشاہ کو اس کے منصب یا اس کے اعزاز یا اس کے القاب سے محروم کرنے کی کوشش کرے وہ قابل تعزیر ہے۔

چنانچہ کوئی بھی فتنہ ایک بنے ہوئے نظام کو تار تار کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے فو
قلع قمع کرنا ایک ضرورت رہی ہے۔ توہین رسالت کے فتنہ کو جو ارتداد کی شکل اخ
کرلیتا ہے کی سزا قتل اسی لئے ہی رکھی گئی ہے تاکہ یہ فتنہ یہیں ختم کر دیا جائے۔ ا
سزا نہ دی گئی تو یہ پورے نظام کو تہس نہس کر دے گا۔

توہینِ رسالت کی سزا:- قرآن و سنت اور سیرت و تاریخ کے واقعات اور ائ
مجتہدین کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ شتم رسول اور ارتداد کی سزا قتل ہے ا
رسول اللہ کی امت نے گزشتہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان شاتم رسول کو زندہ نہ
چھوڑا کیونکہ گستاخی رسول ارتداد کو مستلزم ہے۔

جوازِ قتل:- ایک مسلمان شاتم رسول دو سبب سے اپنی زندگی کا استحقاق کھو بیٹ
ہے۔

(۱) شتم رسول بذاتہ مستوجب قتل ہے۔ رسول اللہ نے اور صحابہ نے کافر اور ذمی
سب و شتم کے جرم میں قتل کیا تھا۔

(۲) شاتم رسول اگر مسلمان تھا یا ہے تو اس کے یہاں دو وجہ قتل جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک
سب و شتم اور دوسرے ارتداد۔ یہ ارتداد کی نہایت سنگین قسم ہے۔ مسلمان پیغم
سب و شتم سے مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔

قرآن سے استدلال:- فرمان الٰہی ہے۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ
وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○ (۲/۲۱۷)

ترجمہ۔ تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور مرے کافر ہو کر تو یہی وہ لوگ ہ
جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے وہ دوزخ کے لوگ ہیں۔ اس میں ہمی
رہیں گے۔ آخرت میں مرتد ہو جانے والوں کے اعمال اکارت ہونا تو واضح ہے۔ الب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کے اعمال اکارت ہونے کی شکل کیا ہو گی۔ اس
جواب یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے وہ اسلامی ریاست میں جملہ شہری حقوق
محروم ہو جاتا ہے۔ ریاست پر اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں

رہتی۔ چنانچہ اسی اصول پر اسلامی تعزیرات کا وہ قانون مبنی ہے جو مرتدوں کی سزا سے
متعلق ہے۔

(۲) قرآن کہتا ہے :- وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (۲/۲۱۷) فتنہ کے ختم کرنے کے لئے ان کو قتل کرو۔

عقلی دلیل :- توہین رسالت کے فتنے کو ختم کرنے کی یہ سزا یعنی قتل اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے کہ اگر فتنہ ختم نہ کیا گیا تو یہ پورے دین اسلام کو منتشر کر دے گا جو کہ ضابطہ حیات کے خلاف بغاوت ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہو جائے گی اور باغی الٰہی کو قتل کر دینا چاہئے یہ عقلی دلیل ہے۔

(۳) قرآن کہتا ہے :- فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (۹/۱۲) کفر کے سرغنوں کو قتل کر دو۔ کفر کے سرغنوں کو قتل کی اجازت اللہ نے دی ہے۔ چاہے کوئی نام نہاد مولوی ہی کیوں نہ ہو اگر اسے توہین رسالت کا ارتکاب کر کے ارتداد کا جرم کیا ہے تو وہ پھر خود بخود کافر ہو جاتا ہے اور کافر کی سزا قتل ہے۔

یہودیت اور عیسائیت میں ارتداد کی سزا قتل ہے :- (۱) انگلستان میں ایک چھوٹے پادری نے جب تیرہویں صدی عیسوی میں ایک یہودی عورت سے شادی کرنے کے لئے دین عیسائیت کو چھوڑ دیا تھا تو اسے آکسفورڈ میں ۱۲۳۲۔۴۔۱۷ کو جلا دیا گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا ریلیجن اینڈ اینھکس)

(۲) تورات میں بھی ہے۔ "اگر کوئی دیگر معبودوں کی بندگی کرے تو اس سے ہرگز موافق نہ ہونا۔ نہ رحم کرنا۔ نہ اس کی رعایت کرنا بلکہ اسے خود قتل کرنا۔ (استثناء)

نکالا من اللہ :- اللہ کی طرف سے سزا۔ قرآن، انجیل اور توریت میں جو تعزیری سزائیں مقرر ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ نہ کہ کسی مفتی یا مجتہد کی۔ اس لئے ہمارے لئے لازم ہے کہ قرآن کی سزاؤں میں سر تسلیم خم کرلیں اور بیکار نکتہ چینی نہ کریں جیسے آج کل کے بے دین انگریزی تعلیم کے زیر اثر تحریر و تقریر کو آزادی سے تعبیر کرتے ہیں اگر اس آزادی کا حدود اربعہ مقرر نہ کیا جائے تو پھر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

توہینِ رسالت کے جرم کے ارتکاب کی وجہ

توہینِ رسالت کا دائرہ کیا ہے۔ یہ نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے اور اس سے پہلے دلوں کی بیماریوں کے متعلق بھی آیات قرآنی پیش کر دی گئی ہیں۔ پھر منافقت کی پوری تفصیل اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔ آخر میں یہ جاننا چاہئے کہ وہ آخر ان گستاخوں کی ایسی حرکات کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں۔

ا۔ دل کا کینسر (Cancer) :- سب سے بڑی وجہ دل کی گیارہ بارہ بیماریاں ہیں۔ جو کہ پچھلے اوراق میں بتا دی گئی ہیں۔ یہ بیماریاں آخر کیوں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بات سب سے اہم ہے اور جاننا ضروری ہے۔ محمد مصطفیٰ رحمتہ للعالمین، رؤف الرحیم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ سزا دیتا ہے۔ (جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیہ ۲۴ میں کہا) انسان کی تمام مجبوریوں کو گنوا کر فرمایا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ..... فَتَرَبَّصُوْا (مطلب یہ کہ میرے عذاب کا انتظار کرو) تو یہ عذاب گستاخ رسول کو دل کی بیماریوں کی صورت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ب۔ قرآن کی بصیرت سے محرومی :- بصیرت کی محروی بھی ذات مصطفیٰ ﷺ سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۝ (۱۲/۱۰۸ یوسف) تم فرماؤ یہ میرا (محمد کا) رستہ ہے میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جس نے میری پیروی کی اہل بصیرت ہیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد ﷺ کے اتباع اور محبت سے ہی بصیرت ملتی ہے۔ پھر قرآن آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔

ت۔ عربی گرائمر سے نابلد :- جتنی بھی کتابیں گستاخانہ رسول نے لکھیں ان کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ انہیں عربی کی آیات کے معنی نہیں آتے۔ جملوں کی ترکیب نحوی کا پتہ نہیں۔ عربی گریمر سے نابلد ہیں۔ لیکن دعویٰ ہے شیخ القرآن، مفتی، مولانا، علامہ وغیرہ وغیرہ ہونے کا۔ قران جن کی زبان میں اترا ان کو دیکھیں سورہ بقرہ کو سمجھنے کے لئے فاروق اعظم ؓ فرماتے ہیں انہیں بارہ سال لگے تھے۔ حالانکہ قرآن ان

کی زبان میں ہی ہے۔ یہاں زبان اردو یا پنجابی وغیرہ (غیر عربی) ہے اور تفسیریں ہزاروں اوراق سے لکھ کر مفتی، شیخ القرآن، مولانا وغیرہ کے خود ساختہ القابات سے بھری پڑی ہیں اور ان کو تو (من دون اللہ) کے معنی نہیں آتے۔ من اللہ کیا ہے۔ باذن اللہ کیا ہے۔

ث۔ انکار کی ضد :- ہٹ دھرمی اور ضد بری بلا ہے۔ چونکہ دل تو کینسر کے امراض میں مبتلا ہے اس لئے اب ان کی عقل بھی ماری گئی ہے اور جب عقل ماری جائے تو پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خود ٹھیک ہیں اور باقی غلط ہیں۔ اسی لئے ان کو لاکھ دلیلیں دو یہ نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا۝ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو یہ کبھی (ابد تک) نہیں آئیں گے یعنی ہدایت نہ قبول کریں گے۔

ج۔ منافقینِ کفّار کا رویّہ :- انسان کا رویہ ایک ایسی چیز ہے جو اس کی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ منافقین و کفار مکہ نے اپنا رویہ ہی تو نہ بدلا۔ حالانکہ انہوں نے اقرار کیا کہ یہ دعوت حق ان کو ان کے باپ دادوں کے عقیدہ سے متزلزل کر گئی تھی اگر وہ ہٹ دھرمی پہ قائم نہ رہتے۔ اِنۡ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا لَوۡلَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا قریب تھا کہ یہ دعوتِ حق ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتی اگر ہم اپنی ضد پر قائم نہ رہتے۔ جمے نہ رہتے۔ چنانچہ ان کا یہ رویہ ہی انہیں لے ڈوبا اور بالاخر انہوں نے دوزخ کو اپنا مقدر بنا لیا۔

ح۔ بدعقیدتی کا فیشن :- موجودہ بے دینی اور بدعقیدگی کے دور میں اب یہ فیشن کے طور پر ایسی ایسی باتیں مذہب کے متعلق کرتے ہیں جو انہیں اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیتی ہیں اس کا شکار علماء سوء بھی ہیں کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی یہ منصوبہ بندی ہے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع نہ چھوڑا جائے اور اس کام کے لیے خصوصاً مولویوں کو ہی استعمال کیا جائے۔ ایک تو سرکاری درباری مولوی ہیں جو سب کے سامنے ہیں اور دوسرے وہ علماء سو ہیں جو تحریروں، لٹریچروں اور رسالوں کی مدد سے بدعقیدگی پھیلاتے ہیں۔ درپردہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کے عزائم پورے کر

رہے ہیں گویا کہ لباس خضر میں یہ ڈاکو ایمان لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توہین :- توہین رسالت کا دائرہ اور اس کی سزا تو بیان ہو گئی۔ اب ایک بہت بڑا سوال ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں توہین کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے؟

اللہ تعالیٰ کی توہین اس کی صفات کا انکار ہے چاہے اس کی ذات کو مانا ہی جائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی ان گنت صفات ہیں اور "عطا کرنا" بھی ان سے ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کو نہیں مانتا مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کو کلی علم عطا کیا۔۔۔ اختیارات عطا کئے (فرمایا انت المختار المنتخب) تو اسے منکر صفات الٰہی کی شریعت میں کیا سزا ہے۔ کوئی مفتی صاحب بتائیں۔

چوتھا باب

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

کونسا راستہ:- اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروانے کے لئے ایک کائنات بنائی اور اس کائنات کا سردار اپنا محبوب ﷺ کو اپنے نور سے بنایا۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ۔ ترجمہ۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد ﷺ کی تخلیق کی۔ اشرف المصطفیٰ میں ابو موسیٰ مدنی نے تحریر کیا ہے کہ نور محمدی ﷺ تمام موجودات سے نو لاکھ سال پہلے تخلیق کیا گیا پھر یہ نور بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی تسبیح کرتا رہا۔ اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ متعین ہو گیا کہ کیسے اور کس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن ہے۔

مجھے کہاں ڈھونڈو:- اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنا ویسے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے کہیں کہتا ہے میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ میں بہت وسیع ہوں لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن پھر بھی کوئی اتہ پتہ تو ہونا چاہیے۔ آپ کا بہت ہی دوست بتائے کہ میں فلاں جگہ رہتا ہوں وغیرہ وغیرہ لیکن آپ اس سے یہ سوال ضرور کریں گے۔ کہ پھر بھی اپنا اتا پتہ تو بتاؤ تاکہ بوقت ضرورت تم سے رابطہ کیا جا سکے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(ا) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ میرے بندے جب آپ سے میری بابت پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کو ملنا ہے تو درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہونا پڑتا ہے اس کی تائید ایک اور آیہ قرآنی سے ہوتی ہے۔

(ب) وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۴/۱۰۰) اور وہ جو نکلا اپنے گھر سے ہجرت کرتا ہوا اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ ہجرت کے وقت ایک صحابی رستے میں ہی فوت ہو گئے اور مرنے سے پہلے اس نے تمنا کی تھی کہ کاش وہ مدینہ پہنچ جاتا تو ہجرت کا ثواب مل جاتا۔ یہ آیہ اس کی شان میں ہے کہ اگر تمہیں رستے میں موت آگئی ہے کوئی بات نہیں تمہیں ہجرت کا ثواب مل گیا ہے۔

جہاں رسول وہاں اللہ:- اس آیہ پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ہجرت کے وقت دو اونٹ تھے ایک اونٹ پر حضرت صدیق اکبر ؓ تھے اور دوسرے اونٹ پر آقا ﷺ بیٹھے تھے۔ کوئی تیسرا تو کسی اونٹ پر نہ بیٹھا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ الی اللہ ورسولہ یعنی اللہ اور رسول کی طرف ہجرت۔ ہجرت تو رسول اللہ ﷺ نے کی تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ نے۔۔۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ وہیں میں۔

رستے کی عقلی دلیل:- کونسا رستہ صحیح ہے جو اللہ تک پہنچاتا ہے اسے سمجھنے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک نقطے کے گرد تین سو ساٹھ زاویے ہیں۔ ہر سمت رستے نکلتے ہیں۔ پھر آگے جا کر ان رستوں سے اور رستے نکلتے ہیں۔ لیکن ان تین سو ساٹھ راستوں میں سے صرف ایک راستہ سیدھا ہے باقی تمام راستے بھٹکا دیتے ہیں اور وہ سیدھا راستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا راستہ ہے جو انسان کو اس کی منزل یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ تک رسائی بلاواسطہ ہوتی ہے تو پھر ملائکہ اور انبیاء کی ضرورت کیا تھی؟

عقلی دلیل: - یہ عالم اسباب ہے۔ وسیلہ اور سبب نظامِ الٰہی کا حصہ اور طریقہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں اگر چاہتا تو ہر ایک کو مومن کر دیتا لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے اور میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سسٹم کو چلانے کے لئے سب سے پہلے اس کا حاکم بنایا۔ اور وہ ہیں ہمارے آقا ﷺ جو کہ اصل الموجودات ہیں۔ پھر باقی تمام مخلوق پیدا کی۔ دیگر کام چلانے کے لئے فرشتوں کی ان گنت تعداد مقرر کی۔۔۔۔۔ چنانچہ ایک نظام مرتب کر دیا گیا کہ میرے تک پہنچنے کے لئے یہ ایک راستہ ہے۔۔۔۔۔

اعمال کی غلط فہمی: - اسی طرح انسان کے اعمال اللہ تک پہنچنے کا بھی ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ ایک فرشتہ انسان کے اعمال اوپر لے کر جاتا ہے اور ہر آسمان پر اس کی چیکنگ ہوتی ہے اگر مطلوبہ معیار پر نہ اترے تو وہ واپس اس آسمان سے انسان کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔ اگر ساتوں آسمان پار کر بھی لئے جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ یہ اعمال اس کے لئے تھے یا کسی اور جھوٹے معبود کو خوش کرنے کے لئے۔ چنانچہ وہاں سے بھی واپس انسان کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ اعمال کو وسیلہ سمجھنا تو سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔ جیسے بعض کم عقل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی کے وسیلے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو بس ہمارے اعمال ہی کافی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کے اعمال کے ساتھ کیا گزری۔

رسول اللہ ﷺ کے ملنے سے اللہ ملتا ہے

بصیرت ملتی ہے: - اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ سے کہتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ تم فرماؤ یہ میری راہ ہے (محمد کی) میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں اہل بصیرت ہیں۔ وسبحان الله وما انا من المشركين○ (۱۰۸/۱۲ یوسف) اور اللہ کو پاکی ہے اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

تشریح: - اس آیہ کریمہ پر غور کریں تو چار باتیں ظاہر ہیں۔

(۱) کہلوانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) یہ کہلوایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در تک چلو پھر تمہیں اللہ سے ملا دیں گے۔

(۳) بصیرت (دل کی آنکھیں) صرف اور صرف عشق مصطفیٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہی اتباع رسول کے معنی ہیں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ ہی اللہ سے ملاتا ہے اور یہ کوئی شرک والی بات نہیں۔

نکتہ کے گرد: - ایک نکتے کے گرد چاروں طرف سینکڑوں راستے نکلتے ہیں ان سینکڑوں راستوں میں صرف ایک سیدھا رستہ ہے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در تک کا رستہ ہے۔ باقی سب راستے گمراہی کے ہیں اس سیدھے رستے کے متعلق بندہ ہر نماز میں جب سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو بار بار ہاتھ باندھ کر یہی کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ چونکہ اسی رستے پر صدیقین چلے۔ صالحین چلے۔ شہداء چلے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا چنانچہ پھر آگے کہتا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعامات کئے۔ اور وہاں ان صدیقین صالحین اور شہدا پر انعامات الٰہی کی بارش اس لئے ہوئی کیونکہ ان اصحاب نے اللہ کے محبوب سے عشق کیا۔ ظاہر ہے پھر انعامات تو ملنے ہی تھے۔

سبحانک اللہ (ثنا) قرآن میں کہاں ہے؟: - تمام عبادتوں سے افضل ترین عبادت نماز ہے۔ شہیدوں نے بھی تمنا کی کہ ان کا شمار نماز گزاروں میں ہو۔ نماز کی کہیں بھی

معافی نہیں چاہے سفر میں ہو یا بیمار ہو یا حالت جنگ میں ہو۔ پھر قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا پوچھا جائے گا۔ پھر بے نمازی کو سزا کے طور پر جنہم میں پھینک دیا جائے گا اور جنتیوں کے پوچھنے پر کہے گا (لم نک من المصلین۔ مدثر) ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ ایک دیدہ دانستہ نماز چھوڑنے کی سزا اسّی ہزار سال جنہم کی آگ میں سڑنا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا جس نے دیدہ دانستہ نماز چھوڑی وہ میری ملت سے خارج ہو گیا (فمن ترکھا متعمدا فقد خرج من الملتی)

التحیات اور درودِ ابراہیمی قرآن کے کس پارے میں ہے؟ :- نماز میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے بعد (ثنا) سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ پڑھتے ہیں پھر جلسہ میں التحیات پڑھتے ہیں۔ اور اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھتے ہیں قرآن کی ۶۶۶۶ آیتوں میں یہ آیات تو نہیں ہیں۔ پھر بھی ہم پڑھتے ہیں اور درود ابراہیمی کے متعلق تو بعض مولوی کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور درود نہ پڑھو وغیرہ وغیرہ۔

پھر کیوں پڑھتے ہو؟ جواب دو

سوال یہ ہے کہ ثنا، التحیات، درود ابراہیمی تو قرآن کی کسی سورۃ میں نہیں تو پھر کس اتھارٹی یا کس بنا پر پڑھتے ہو۔ اس کا جواب کیا ہے؟

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک سے یہ الفاظ نکلے :- قرآن میں نہیں تو کیا ہوا۔ جب اس کائنات کے حاکم، رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم کے لب مبارک سے یہ کلمات نکلے تو نماز بن گئے۔ قرآن بن گئے۔ حدیث بن گئے۔ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے آپ ﷺ کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہیں۔ آپ ﷺ کے کان اللہ کے کان ہیں۔ آپ ﷺ کے پاؤں اللہ کے پاؤں ہیں اور آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ کے لب مبارک ہیں۔ اس لئے جو الفاظ نکلے وہ شریعت ہے۔ وہ نماز ہے۔ وہ حدیث ہے۔ وہ قرآن ہے۔

اور رسول کی بات چیت قرآن ہے :- قرآن حکیم کی آیات پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ اپنے محبوب ﷺ سے محو گفتگو ہے۔ کبھی کہتا ہے دیکھ (انظر) کبھی کہتا ہے (قل) یہ کہہ دو کبھی کہتا ہے (الم تر) کیا تو نے یہ دیکھا۔ کبھی کہتا ہے (وربک) تیرے رب کی قسم کبھی کہتا ہے۔ تو میری قسم کھالے (قل بلی وربی)۔ پھر محبوب کبھی کہتا ہے یا رب۔ غرضیکہ اس کو سمجھنے کے لئے بصیرت چاہئے جو صرف اور صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

جبریل کہاں تھا؟ :- شب معراج جبریل علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مقام سے آگے ایک پور بھی جاؤں تو نور سے جل جاؤں گا۔ اور پھر محب کے لئے اگلا راستہ نامعلوم نہ تھا کیونکہ آپ ہی منزل آپ ہی مسافر۔ یہیں کہیں کا باشندہ تھا۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ (فِیْ خَبَرِ الْمِعْرَاجِ قَرَّبَنِیَ اللّٰہُ وَاَدْنَانِیْ اِلٰی سُنْدِسِ الْعَرْشِ ثُمَّ اَلْھَمَنِیَ اللّٰہُ اَنْ قُلْتُ)۔ معراج کی رات میرے اللہ نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں عرش کے پائے تک پہنچا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ میں کہوں۔

سورۃ بقرہ کی آخری آیات

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

قال (اللہ نے کہا) = فَمَا قَالُوْا یہودیوں اور نصرانیوں نے کیا کہا۔

قلتُ (میں نے کہا) = قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

فقال (اللہ نے کہا) = صَدَقْتَ وَسَلْ تُعْطَهٗ

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

قال (اللہ نے کہا) = قَدْ رَفَعْتُ عَنْكَ وَعَنْ اُمَّتِكَ الْخَطَاَ النِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح)

قال (اللہ نے کہا) = لَكَ ذٰلِكَ اُمَّتِكَ (اے محبوب میں نے آپ کی امت کے لئے یہ بات مان لی)

قلت (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

قال (اللہ نے کہا) = قَدْ فَعَلْتُ

قلت (میں نے کہا) = وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

قال (اللہ نے کہا) = فَعَلْتُ (تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان کا مطالعہ کرو)

محمد مصطفیٰ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا:- اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطہ بات چیت کی۔ جبرئیل علیہ السلام کو بھی اگلی صبح پتہ چلا ہو گا۔ محب اور حبیب کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ محب نے صرف محبوب کے الفاظ بنا دیئے۔ پھر حدیث بنا دی۔ پھر نماز بنا دی۔ عقل کیا کہتی ہے۔ اللہ تو صرف محمد مصطفیٰ سے ہی ملتا ہے۔ محمد ﷺ کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔

آدم علیہ السلام سے پوچھو:- اللہ تعالیٰ نے کہا اس درخت کے قریب نہ جانا۔ بھول گئے۔ خطا ہو گئی۔ (غلطی نہیں کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے) تین سو سال تک روتے رہے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہتے رہے۔ حیا سے آنکھیں اوپر نہ اٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تو علیم ہے۔ خبیر ہے۔ سمیع ہے۔ بصیر ہے۔ پھر کیوں نہ بولا۔ کیا نعوذ باللہ وہ بے خبر تھا۔ گونگا بہرہ تھا۔ یا بے آنکھ تھا۔ نہیں اللہ تعالیٰ نے کہا مجھے ملنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کا نام لو۔ پھر جب نام لیا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فوراً جبرئیل کو کہا۔ کہ جاؤ اور آدم سے پوچھ کہ تمہیں یہ نام کیسے یاد آیا۔ کیا اللہ کو پتہ نہیں تھا۔ سب پتہ تھا مگر وہ چاہتا تھا کہ آدم اپنے منہ سے میرے حبیب ﷺ کا نام لے ------ اور پھر ------ معافی مل گئی ------

انعام یافتہ لوگوں کا رستہ:- انسان جو اللہ اور رسول پر ایمان لے آیا ہر نماز میں ہاتھ باندھ کر سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اس میں ایک دعا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے) یہ بار بار تکرار ہر نماز میں کئی دفعہ ہوتا ہے۔ یہ وہی سیدھا رستہ ہے جو اللہ تک پہنچاتا ہے۔ تمام انبیاء کرام اور اولیاء کرام اسی سیدھے رستہ پر چلے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کی بارش کر دی۔ اس کے آگے پھر کہتا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (رستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعامات کئے) اس آیہ میں دو یا تین باتیں ہیں۔

(ا) راستہ۔ یعنی اللہ تک پہنچنے کا رستہ۔ ظاہر ہے یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ ابلیس نے کہا تھا کہ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ میں ضرور ترے سیدھے رستے پر ان کے لئے بیٹھوں گا۔ یعنی تیرے راستے سے ان کو گمراہ کروں گا۔ جب ابلیس نے صراطک کہا تو یہ بات تو ٹھیک ہو گئی کہ یہی رستہ اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار ابلیس ہے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ اس رستے پر چلنے کے لئے محافظ ساتھ ہوں۔ یہ محافظین دین کون ہیں۔

یہ کون لوگ ہیں

قرآن کہتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

ترجمہ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا۔ یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ چار قسم کے لوگ اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ تقلید کی دلیل بھی یہ ہے کیونکہ آیت میں راستے کے پیشواؤں کا اتباع طلب کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔ چنانچہ ہمیں بتا دیا گیا کہ سیدھا رستہ تو ضروری ہے لیکن ساتھ ساتھ اس کا رہبر بھی۔ نیز سیدھا رستہ وہ ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں تبع تابعین سے لے کر اب تک اللہ کے سارے نیک بندے۔ مفسرین' محدثین' فقہاء اور اولیاء اللہ کسی نہ کسی امام کے مقلد رہے۔ معلوم ہوا کہ تقلید ایک طریقہ ہے اللہ تک پہنچنے کا۔

اللہ کے اولیاء کی تقلید :- اللہ کے صالح بندے جنہیں عرف عام میں اولیاء کہتے ہیں یعنی اللہ کے دوست جنہوں نے اپنی تمام زندگی میں جہاد اکبر کیا تاکہ اللہ کے حبیب اور اپنے آقا ﷺ کے عشق میں ساری زندگی گزار کر انعام یافتہ ہو جائیں۔ ان اللہ کے دوستوں کا رستہ ہی سیدھا رستہ ہے کیونکہ دوست دوست تک لے جاتا ہے۔

تمام محدثین مقلد تھے لوگ ایک دوسرے کی تقلید کرتے رہے۔ اگر تقلید کرنا شرک یا حرام ہو تو دنیا سے حدیث کا علم مٹ جائے گا۔ کیونکہ سارے محدثین مقلدین اور مقلدوں کے شاگرد ہیں اور جس حدیث کی اسناد میں ایک فاسد آجائے وہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔ تو اس قاعدے سے چاہئے کہ جس حدیث مین ایک مقلد آجائے وہ بھی قابل قبول نہ رہے تو بخاری' مسلم ترمذی وغیرہ سب ختم۔ کیونکہ ان کی کوئی اسناد مقلد سے خالی نہیں۔

اولیاء صرف سچے مذہب میں ہوتے ہیں نہ کہ جھوٹے مذاہب میں :-

نیک لوگوں کے راستہ پر چلنے کی دعا ہر نماز میں کی۔ یہ نیک لوگ انعام یافتہ لوگ ہیں اور یہ اللہ کے دوست ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جس مذہب میں اولیاء اللہ ہوں وہی سچا مذہب ہے اور جو ولایت سے خالی ہو وہ جھوٹا مذہب ہے دیکھو بنی اسرائیل کا دین جب تک منسوخ نہ ہوا تھا تب تک ان میں اولیاء اللہ ہوتے رہے اصحاب کہف' آصف بن برخیا وغیرہ دین کے اولیاء ہیں جب سے وہ دین ختم ہوا ولایت ان سے جاتی رہی۔ غرضیکہ اولیاء اللہ حقانیت دین کی جیتی جاگتی دلیلیں ہیں۔ اولیاء اللہ اول سے آخر تک صرف اور صرف اہل سنت والجماعت میں ہیں۔

نتیجہ :- اللہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء اور اولیاء کی جماعت کے رستہ پر چلنا پڑتا ہے اگر ان کے رستے کے علاوہ چلے گا تو ابلیس کا شکار ہو جائے گا۔ اولیائے کرام اپنے سے پہلے آئمہ کرام کی تقلید کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی اور دیگر محدثین حضرات سب مقلد تھے مثلاً بخاری اور مسلم صاحبان امام شافعی کے پیروکار تھے۔ امام ترمذی حنفی تھے۔ ایک امام احمد بن حنبل تو امام بھی ہیں اور محدث بھی۔ چنانچہ تقلید ایک شرعی ضرورت اور فطری عمل ہے جو عین عقل کے مطابق ہے۔۔۔ محدثین کی حدیثوں کا اہل کہلوایا جائے اور ان کی طرح تقلید نہ کی جائے تو یہ محدثین سے غداری ہے اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو جھٹلانا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا محدثین نے تقلید کر کے (نعوذ باللہ) غلطی کی تھی۔ نہیں محدثین حضرات کبھی غلطی پر نہ تھے۔ وہ صالحین میں سے ہیں۔ اگر برائے بحث ایک لحہ کے لئے فرض کریں کہ انہوں نے تقلید کر کے غلطی کی۔ تو پھر تمام احادیث کی عمارت ہی گر جائے گی (نعوذ باللہ)۔۔۔ کیا فرماتے ہیں مفتی صاحبان اس معاملے میں؟

حقیقت اور معرفت

ا۔ **حقیقت کیا ہے** :- حقیقت تو یہ ہے کہ آقا ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ ﷺ کا فرمان یَا اَبَابَکر لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرَ رَبِّیْ۔ فَاعْرِفْ ذَالِکَ ترجمہ۔ میری حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اے ابوبکر (ؓ) تو اچھی طرح جان لے۔ امت میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مرتبہ اور مقام کیا ہے۔ لیکن یہاں بات ہے محبوب ﷺ کی حقیقت کی۔ ابوبکر صدیق (ؓ) وہ ہستی ہیں جن کے متعلق آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّیْ لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ وَلٰکِنْ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ۔ ترجمہ۔ اگر میں رب کے علاوہ کسی اور کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر (ؓ) ہوتا مگر وہ میرا دینی بھائی اور ساتھی ہے۔ (بخاری) محب اور محبوب (ؓ) کی دوستی اور پھر اس کی حقیقت کوئی ان کے سوا نہیں جانتا۔ دینی بھائی سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر ٹاٹ کا لباس پہن کر کیکر کے درخت کے کانٹے اتار کر بٹن کی جگہ لگا کر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے لئے صرف اللہ اور رسول (ﷺ) کافی ہیں تو دوست کی دوستی کی حقیقت کیا ہو گی۔

ب۔ **معرفت کا سمندر** :- معرفت کے سمندر کا اس طرف کا کنارہ یقین کی منزل ہے یہاں علم، عقل، عشق پہنچاتے ہیں ان سب کو ملائیں تو اسے شریعت کہتے ہیں۔ معرفت کے سمندر میں جب عاشق غوطہ زن ہوتا ہے تو اسرار و رموز کے موتی چنتا ہے۔ اسے معرفت کہتے ہیں۔ معرفت کا دوسرا کنارہ حقیقت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ت۔ **شان محبوبیت** :- ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا اللہ کا حبیب (ﷺ) ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں بات علمِ مبارک کی ہو رہی ہے۔ محبوب ﷺ کے فرمان مبارک کو جاننے کے بعد پھر عقل کی کسوٹی پر دیکھیں گے کہ علم مبارک کی کوئی حد ہے۔ یقیناً کوئی حد نہیں۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ آگے آئیں گے۔

ا۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ (بیشک میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں

دیکھتے اور میں جو سنتا ہوں تم نہیں سنتے) یہ ارشاد مبارک سننے والے صحابہ کرام (ؓ) ہیں جن کی نظر ہزاروں میل تک دیکھتی تھی اور ادھر کی آواز سنتی بھی تھی۔

ث۔ **دیکھنے کی حد (Range)** :- عام انسان کی دیکھنے کی حد کافی ہے۔ افق المبین (جہاں زمین و آسمان ملتے نظر آتے ہیں) تک تو دیکھ ہی سکتا ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کو لاکھوں میل دور دیکھ سکتا ہے مگر ایک حد پر آکر آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر بیچ میں رکاوٹ ہو تو پھر دیکھنے کی حد کم ہو جاتی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کانما انظر الی کفی ھذا۔ قیامت تک ہونے والے واقعات میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔ قربان جاؤں اس ہتیھلی پر۔ ہمارے محبوب (ﷺ) کا ہاتھ تو اللہ کا ہاتھ ہے۔ جنگ خندق ہو رہی ہے اور سعد بن معاذ تیر کھا کر شہید ہو گئے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ رحمٰن کا عرش ہل گیا ہے۔ اھتز العرش الرحمن آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور ستر ہزار ملا نکہ زمین پر آئے ہیں جو پہلے کبھی نہ آئے تھے رحمٰن کا عرش کیوں ہل گیا۔ بلکہ جھوم گیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ وہ سعد بن معاذ ؓ کی شہادت کی خبر آسمانوں اور ملائکہ کو بتانے کے لئے۔ گویا کہ عرش رحمٰن بھی ہتھیلی پہ۔ عرش کو جھومتا دیکھا۔ آسمانوں کے دروازوں کو کھلتے دیکھا۔ فرشتوں کی تعداد کا علم۔ اور یہ بھی علم کہ وہ پہلے کبھی زمین پر نہ آئے تھے یعنی ایک ایک فرشتے کی حرکات و سکنات کا علم۔ عرش کے ہلنے کی وجہ کا علم۔ کوئی حد ہے آپ ﷺ کی نظر مبارک کی۔ یہ دوسرے جہانوں کی باتیں ہیں (ملا نکہ مقرب اور نبی مرسل کی حد سدرۃ المنتہیٰ ہے)

ج۔ **عالم برزخ کا مشاہدہ** :- صحابہ کرام (ؓ) ساتھ ہیں، قبرستان سے گزر ہوتا ہے، عالم برزخ میں، دوسروں کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے فرمایا ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹے سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا ماں کا نافرمان تھا۔ اس عالم خلق میں خود ہیں اور دیکھتے عالم برزخ میں ہیں۔ اور عذاب کی وجہ کا بھی علم ہے۔ جنگ احد کے شہید حضرت عبداللہ بن حنظلہ (ؓ) (جنابت کی حالت میں نکلے تھے) کو دیکھا کہ ملا نکہ انہیں غسل دے رہے ہیں۔ (اسی لئے غسیل الملا نکہ کہلائے) عامر بن فہیرہ (حضرت ابوبکر ؓ کے غلام) شہید ہوئے۔ جسم نہ ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ملا نکہ اٹھا کر

لے گئے۔

ح۔ سننے کی حد (Range) :- عام انسانوں کے سننے کی حد دیکھیں جنتی جنت کے اعلیٰ ترین درجے علیین میں ہو گا اور دوزخی دوزخ کے نیچے سجین میں ہو گا۔ کروڑوں اربوں میل کا فاصلہ ہو گا۔ کوئی فون وغیرہ نہیں۔ آپس میں گفتگو کریں گے۔ دوزخی دور سے پانی اور رزق مانگے گا۔ جنتی سنیں گے تب ہی تو جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ جنتی دوزخیوں سے پوچھیں گے تم دوزخ میں کیوں آئے۔ دوزخی بولیں گے ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے اور نماز نہ پڑھتے تھے اور یہ تو عام انسانوں کی حد ہے آقا ﷺ کے سننے کی حد کا تو کسی انسان کو پتہ ہی نہیں۔

خ۔ آقا ﷺ کی سننے کی حد :- ایک مختصر سی مثال ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اقلام تقدیر کی آوازیں سنتا تھا۔ حالانکہ میں ماں کے پیٹ میں تھا۔ زمین پر بیٹھے ہوئے عرش کے ہلنے کی آواز سنتا۔ آسمانوں کے دروازے کھلنے کی آواز سنتا۔ فرشتوں کے اترنے کی آواز سنتا۔ صرف اور صرف حاکم کائنات کی ہی شان ہے۔

() لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا

(اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے بہت زیادہ) یہ ارشاد مبارک کے سننے والے بھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ)، عثمان (رضی اللہ عنہ) و علی (رضی اللہ عنہ) جیسے بلند مرتبہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

شب معراج :- جو محب اور محبوب (ﷺ) میں گفتگو ہوئی۔ جو علم عطا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امت کی شکایات کیں ان علوم کا جاننا صرف اور صرف ہمارے آقا ﷺ کی ہی شان ہے۔

محب کی محبوب سے شکایتیں (شب معراج) :- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا : میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا وہ سربمہر باتیں کیا تھیں؟ فرمایا : میرے امیوں کی شکایات تھی۔ فرمایا: پہلا : اے محمد ﷺ! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نارسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہے، جو غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کے غم آنے سے پہلے ہی

غمزدہ کر دیتا ہے۔

ہماں بہتر کہ بافردا گزارم کار فردا را

دوسری :- یہ کہ میں نے بہشت کو آپ اور آپ کے دوستوں کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن آپ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمال خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسری :- یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لئے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے امتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری نافرمانی کی جرات کر بیٹھے ہیں۔

چوتھی :- بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ارتکاب گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں :- یہ کہ میرا ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وہ مجھ سے ہفتہ، مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی :- بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت میں ریاکاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ غیروں سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غیروں سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے ہر وقت ان کے برے اعمال میرے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف مصیبت ان کو پہنچاؤں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفران نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

D۳ اِنِّي لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ :- ترجمہ۔ بیشک میں ضرور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ دوزخ میں ایک ایسا شخص ہو گا جو پروردگار سے عرض کرے گا کہ مجھے دوزخ کے دروازے تک کر دے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا اس کے بعد

کوئی بات نہ کہنا۔ وہ شخص کہے گا اچھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے دوزخ کے دروازے کے قریب کر دیں گے۔ پھر وہ شخص دوبارہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے میں کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آدمؑ کی اولاد تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔ یہ شخص کہے گا یا اللہ اس کے بعد اور کچھ نہ کہوں گا۔ پھر فرشتے بحکم الٰہی دروازے کے بیچ کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ شخص کہے گا یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ پھر کہے گا۔ اے آدمؑ کی اولاد تو بڑا وعدہ خلاف ہے۔ بار بار وعدہ خلافی کرتا ہے۔ یہ شخص کہے گا کہ یا اللہ پاک ابؑ اس کے بعد اور بات نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ وہ کر دیں گے۔ اس شخص کے متعلق آقا ﷺ نے فرمایا میں اس کو بھی جانتا ہوں کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا۔

۴۔ **فرمان مصطفیٰ**:۔ لِیْ وَقْتٌ مَعَ اللّٰهِ لَا يُطْلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ (ترجمہ) میرا ایک وقت اللہ کے ساتھ ہے جس پر کوئی مقرب فرشتہ نہ نبی رسول مطلع ہے۔

مقرب فرشتے اور نبی رسول کی حد سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کے آگے نہ زماں ہے نہ مکاں ہے۔ ہمارے آقا ﷺ ایک وقت اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں (حالانکہ اللہ کہتا ہے میں صابروں کے ساتھ ہوں۔) بدر کے لئے جاتے ہوئے فرشتوں کو کہا انی معکم عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لینے کے بعد محبوب (ﷺ) کی رسالت کے لئے کہا کہ سب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ (انا معکم) گواہوں سے ہوں اللہ ہر ایک کے ساتھ مگر محبوب (ﷺ) اللہ کے ساتھ۔ یہ ہے شان محبوب (ﷺ) (محب کے ہاں نہ زماں نہ مکاں) پھر باقی کونسا علم رہ گیا جو ہمارے آقا ﷺ کو (نعوذ باللہ) پتہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تو پتہ بتا دیا کیا کوئی اور اللہ ہے۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں بتایا گیا۔ نہیں کوئی اور اللہ نہیں ہے۔

D۵ **اَتَانِیْ اللَّیْلَةَ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ تا آخر حدیث**:۔ ایک رات میرا رب میرے پاس آیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں بھی اپنے رب کے ساتھ احسن

صورت میں تھا۔ فرمایا اے محمد (ﷺ) میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں۔ فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے خبر نہیں (تو بہتر جانتا ہے) یہ تین بار فرمایا۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتیٰ کہ میں نے اس سے خوشی اور شادمانی کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ (ﷺ) کو علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رب وہ کفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ پوچھا کفارات کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا۔ اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا۔ دوم باجماعت نماز ادا کرنا تیسرا ہر نماز ادا کرنے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ اے فرشتو! تمہیں مشکل کشا مل گیا جو بھی مشکل سوال ہے آپ ﷺ سے پوچھو۔ حضرت اسرافیل حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما الکفارات۔ آپ (ﷺ) نے بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت جرائیلؑ حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما النجیات۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا پوشیدہ اور اعلانیہ خدا سے ڈرنا۔ فقیری اور تونگری میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت میکائیلؑ حاضر ہوئے اور پوچھا یا محمد (ﷺ) ماالدرجات آپ ﷺ نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلانا۔ سلام کرنا، رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما المھلکات (بندوں کو ہلاک کرنے والی) آپ (ﷺ) نے فرمایا یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں جو کچھ بخیل انہیں کہتے ہیں اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا صدقت یا محمد (یہ مقرب فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے مگر انہیں جواب نہیں مل رہا تھا۔) آپ (ﷺ) کا انتظار اللہ تعالیٰ نے کروایا۔ کہ محبوب آئے کیونکہ یہ حاکم کائنات کا کام ہے کہ اپنے مطیع مخلوق کے جھگڑے نپٹائے۔

D۶ **اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ**:۔ ترجمہ۔ بیشک میرے رب نے میری امت کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر

دوبارہ حضور نے فرمایا میں نے وہی کہا پھر فرمایا اے محمد میں تجھے تیری امت کے حق میں اداس نہ کروں گا اور مجھے خوشخبری دی کہ سب سے پہلے آپ کے ستر ہزار امتی جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار (طفیلی) اور ان سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۹۳)

خلاصہ :- ہے ناں حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین نے حاکم کائنات سے مشورہ کر کے فیصلہ فرمایا۔

D۷ كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَآءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَآءُ اٰبَآءِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ :- اور دوسری کتاب میں اسماء اهل النار۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں۔ صحابہ کرام بولے یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے (کتنے پکے مومن تھے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ والی کتاب میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک ٹوٹل ہے اور بائیں ہاتھ والی کتاب میں دوزخیوں کے نام۔ ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام پھر آخر تک ٹوٹل ہیں۔

خلاصہ :- ہے نا حاکم کائنات جس کے علم مبارک میں ہے کہ یہ انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ اور اچھے اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ ہوتی ہے حاکم کی شان۔

D۸ اَللّٰهُ مُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ :- آپ (ﷺ) کا فرمان ہے اللہ عطا کرتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ اس میں علم بھی شامل ہے۔ اور جیسا کہ آیت مبارکہ کے مطابق آپ (ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اس لئے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ بہت بڑے سخی ہیں اور علم بھی سب چیزوں کے ساتھ آپ ﷺ کے در سے ملے گا قاسم کے در سے ہی سب کچھ ملتا ہے۔ یہ اللہ کا سسٹم ہے۔ انسان کے دفتر میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بندہ یہ کہے کہ میں اس مخصوص کھڑکی سے نہ لوں گا بلکہ دفتر کے اندر جا کر مطلوبہ چیز لاؤں گا۔ اور پھر وہ ایسا کر لیتا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ انسان کے دفتر میں کرپشن (خرابی' بگاڑ) ہے۔ بنائے ہوئے سسٹم کو توڑا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے دفتر میں کرپشن نہیں

ہے۔ وہاں فطرت کے خلاف بات نہیں ہوتی۔ یہی فرق بندے اور اللہ کے دفتر کے درمیان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (قاسم) کے علاوہ اس کی رضا کے بغیر دے تو پھر بندے اور اللہ کے سسٹم میں کیا فرق رہ گیا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا کرتا ہے اتنا ہی گویا کہ پورا پورا آپ ﷺ بانٹتے ہیں۔ عطا اور بانٹ برابر ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہلوایا کہ میں تو سو فیصد عطا کرتا ہوں اور تم کچھ فیصد بانٹو نہیں یہ محبوبیت ہے سب کچھ محبوب ﷺ کے در سے دلواتا ہے جو کہ حاکم کائنات کی شان کے شایاں ہے۔

نتیجہ یہ ہے ناں حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین عطا کرے اور حاکم کائنات بانٹے۔

شان محبوب ﷺ

(ا) اے حبیب (ﷺ) اگر تو نہ ہوتا:- یہاں محب کی باتیں کرتے ہیں پھر محبوب (ﷺ) کی باتیں ہوں گی۔

(ا) محب کہتا ہے لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاکَ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃِ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

(۲) ذکرِ محبوب (ﷺ):- میرے ذکر کے ساتھ تیرا بھی ذکر ہو گا۔ کیونکہ تو میرا نائب اعظم ہے۔

(۳) یَا مُحَمَّدٍ کُلُّ اَحَدٍ یُّطْلِبُ رَضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رَضَاکَ فِی الدَّارَیْنِ۔ (تفسیر کبیر) اے محمد ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

(ا) بدر کا میدان۔ جنگ ختم' جرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار پیچھے باقی ملا ئکہ زرد عمامے باندھے ہوئے ہاتھوں میں گرد آلود نیزے ہیں کہتا ہے یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں اس وقت تک آپ ﷺ سے جدا نہ ہوں جب تک آپ (ﷺ) راضی نہ ہو جائیں تو کیا آپ (ﷺ) راضی ہیں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں۔ ہر جگہ محبوب (ﷺ) کی رضا کی خواہش۔ قیامت تک کیا بلکہ اس کے بعد بھی۔

(ب) شفاعت کے مرحلے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (ﷺ) کی امت کو بخش کر پوچھے گا۔ ارضیت یا محمد (کیا آپ راضی ہیں یا محمد (ﷺ) اور پھر آقا ﷺ فرمائیں گے رب قد رضیت۔ اے رب میں راضی ہوں۔

(ت) شب معراج۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار مصطفیٰ ﷺ کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی تو تمام ملا ئکہ سدرہ پر آبیٹھے اور جمال مصطفیٰ محمد ﷺ کو دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانپ لیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے راوی انس بن مالک ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ مَضٰی جِبْرِیْلُ حَتّٰی

جَآءَ الْجَنَّۃَ فَدَ خَلْتُ فَاُعْطِیْتُ الْکَوْثَرَ ثُمَّ مَضٰی حَتّٰی جَآءَ السِّدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی فَدَنَا رَبُّکَ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی○ جب سدرۃ المنتہی پہنچے تو تیرا رب نزدیک ہوا۔ (یہاں دنا کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اگر دنا کا فاعل آپ ﷺ ہوں تو پھر یہاں دنیت ہوتا۔ کیونکہ یہ آپ خود فرما رہے ہیں) اس کے بعد فرمایا تمہیں تیرا رب خوب اتر آیا (یہاں بھی تدلی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے) اور پھر اتنے قریب کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور محب نے محبوب سے گفتگو کی۔ محبوب نے محب کو اپنے سر مبارک کی آنکھوں سے دیکھا۔ تو یہ ہے قرب الٰہی کی باتیں۔

(ث) یا محمد سے خطاب:- جتنی بھی احادیث صرف "یا محمد" کے خطاب سے شروع ہوتی ہیں ۱۲ ہیں اس کے علاوہ کئی احادیث کے درمیان میں اور بعض کے آخر میں "یا محمد" سے خطاب ہے۔ یہ محبوبیت کی وہ بلند ترین منزلیں ہیں جہاں کسی انسانی ذہن کی رسائی ممکن نہیں۔ قرآن میں یایہا النبی ۱۳ دفعہ اور یایہا الرسول ۲ دفعہ آیا ہے۔ چنانچہ یا محمد۔ یا نبی۔ یا رسول کہنا اللہ کی سنت ہے۔ کتنی بہترین سنت ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی سنت کی پیروی کر کے ایسے پکارتے ہیں۔ کہاں لکھا ہے ایسے نہ پکارو۔

(ج) فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا (القران) :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرا پتہ پوچھنا ہے تو ایک خبیر ہے' سے پوچھو۔ آپ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا پتہ ہمیں بتایا۔ باقی کیا رہ گیا۔ کوئی اور اللہ تو نہیں ہے جس کے متعلق آپ (ﷺ) نے نہ بتایا ہو۔

رسول اللہ (ﷺ) کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

ہمارے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لولاک لما اظھرۃ الربوبیہ (اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی صفات' رؤف' رحیم اور رحمت سے متصف فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ تو اپنی خواہش سے بولتے نہیں (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی) آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ تعالیٰ کے لب ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ا۔ **جنگ بدر** :- فرمان الٰہی۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال)

ترجمہ۔ اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی۔ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ بدر کے روز لڑائی کے دوران آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی بھر ریت لی اور کفار مکہ کی طرف پھینکی جس نے ایک شدید آندھی کی صورت اختیار کر لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ آندھی کفار کے خیموں کے لئے بربادی کا باعث ہوئی اور ہر کافر چاہے وہ میدان جنگ کی طرف پیٹھ کرکے ہی کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں بھی ریت پڑی۔۔۔۔ یہ ہے سزا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی مخالفت کرنے کی۔

ب۔ **بیعت رضوان** :- حدیبیہ کے مقام پر جب کفار مکہ نے آقا ﷺ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تو پھر درخت کے نیچے بیعت ہوئی۔ وجہ یہ تھی آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو قریش کے پاس بھیجا کہ انہیں بتا دیں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ صرف عمرہ ادا کرنا ہے۔ قریش نے کہا کہ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی پیش کش کی انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور ﷺ کے بغیر طواف نہیں کروں گا۔ ادھر مسلمانوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ عثمان ؓ خوش نصیب ہیں انہیں طواف کرنے کا موقع مل گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ عثمان ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔ پھر جب قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اس پر مسلمانوں کو

بہت جوش آیا اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی۔ حضور نے اپنا بایاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان ؓ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔ (معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ عثمان شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی)۔ ابھی بیعت ہو رہی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ نازل ہوئی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے)۔ گویا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن گیا۔

نکتہ :- یہ ساری صورت حال (Situation) اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کی کہ بیعت ہو اور اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہے۔ معترض اپنی خباثت کی وجہ سے اس واقعے کو آپ ﷺ کے خلاف علم کی نفی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر برائے بحث یہ بات دیکھیں تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہ تھا کیونکہ وہ بھی اپنا ہاتھ بیعت کے لئے رکھ رہا ہے۔ سمجھ نہیں آئے گی تمہیں بصیرت کے بغیر اور بصیرت تو صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

حاکم کائنات کے بندے

حاکم کائنات کا رستہ

فرمان الٰہی ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (۵/۳)
اے حبیب (ﷺ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا

دین کس کا:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دین اسلام میرے محبوب جو کہ حاکم کائنات ہے اس کا دین ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا۔ ( ) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ (۱۰/۱۰۴ یونس) فرمائیے اے لوگو۔ اگر میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو۔
(۲) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ (۳۹/۱۴ الزمر) فرمائیے اللہ کی ہی میں عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اپنے دین کو۔
(۳) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۱۰۹/۶) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین)

بندے کس کے:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (۳۹/۵۳ الزمر) تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(۱) تشریح کی ضرورت:۔ قرآن میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے سولہ جگہوں پر ارشاد فرمایا۔ میرے بندے اور اس آیہ میں ارشاد فرمایا۔ اے حبیب آپ کہیں اے میرے وہ بندو۔ اب عربی گرائمر کا قاعدہ یہ ہے کہ "قل" کے بعد جو بات کہی جائے وہ کہنے والے سے منسوب اور منسلک ہوتی ہے۔ دوسری آیت کی مثال یہ ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ فرمائیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اتباع کرو۔ چنانچہ ماتبعونی کا مطلب ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو اسی طرح کی مزید مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ سورۃ نور ۲۴/۳۲ میں (من عبادکم) نکاح کرنے کے ضمن میں آیت ہے۔

(۲) بندۂ رسول:۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتے ہیں وہ رسول کے بندے ہیں اور جو اتباع نہیں کرتے وہ رسول کے بندے نہیں۔ قرآن میں سورۃ مجادلہ میں دو جگہ پر لفظ حزب الشیطان ۵۸/۱۹ آیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ شیطان کے گروہ اور شیطان کے گروہ میں منافقین ہیں جیسا کہ اس آیہ کے حوالے سے ہے۔ چنانچہ بندے تو اللہ کے ہیں مگر پھر اپنے اعمال کی وجہ سے یہ رسول کے ہو گئے یا شیطان کے۔ اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کو رسول ﷺ کے بندے قرار دیا۔

رستہ کس کا:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (۱۲/۱۰۹ یوسف) فرمائیے یہ میرا رستہ ہے اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ ایک نقطہ کے گرد تین سو ساٹھ زاویے نکلتے ہیں جس میں صرف ایک سیدھا رستہ ہے باقی سب غلط ہیں۔ صرف ایک سیدھا رستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے جس پر ابوبکرؓ چلے، عمرؓ چلے، غنیؓ چلے، حیدرؓ چلے، حسن حسینؓ چلے، حضرات امامین چلے، داتا گنج بخشؒ چلے، غوث اعظمؒ چلے۔

اللہ تک کون لے جاتا ہے:۔ اللہ تک صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ لے جاتے ہیں آپ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا۔ باقی سب گمراہی کے راستے ہیں۔

پیمانہ محبت

پیمانہ محبت :- قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (۹/۲۴)

ترجمہ۔ تم فرماؤ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہار کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ کیا یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ایمان کی حد کیا ہے :- فرمان نبوی ہے لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاآنکہ میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۔ جب تک میں تم کو تمہاری ہر چیز والدین اولاد اور ہر پیاری چیز سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اس وقت تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں منافقین مدینہ اپنا ایمان گنوا بیٹھے کیونکہ انہوں نے محبت کرنے کی بجائے آپ کی ذات، صفات، کمالات، جمالات، معجزات میں نکتہ چینی شروع کر دی تھی اور یہاں تو چونکہ معاملہ محبوب کا ہے جو کہ حاکم کائنات بھی ہے اس لئے محبت، ادب اور ایمان کی تکوین کے اندر ہونا لازمی ہے۔ جو نہ ہو گا وہ باغی تصور کیا جائے گا اور باغی کا ٹھکانہ جنہم ہے۔

پیمانہ محبت کے اوزان :- اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ میں انسان کی تمام مجبوریاں گنوا دیں مثلاً

(۱) تمام رشتے جو انسان کو پیارے ہوتے ہیں ماں باپ بیٹے بھائی بیوی اور قبیلے۔

(۲) تمام مادی ضرورتیں جو زندگی میں ضروری ہوتی ہیں۔ مال و دولت، تجارت اور خوبصورت مکانات جنہیں بڑی محنت سے بناتا ہے۔ نئے نئے ڈیزائن کے ساتھ۔

(۳) ان تمام کو مشروط کر دیا محبوب کی محبت کے ساتھ۔ یعنی کہ حاکم کائنات زیادہ محبوب ہونا چاہئے ان تمام دنیاوی چیزوں سے۔

(۴) آگے اپنا فیصلہ بھی سنا دیا کہ آیا یہ میرے محبوب سے زیادہ تمہیں محبوب ہیں تو پھر

(۵) پھر میرے عذاب کا انتظار کرو۔

(۶) آخری بات یہ کر دی کہ میں فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا گویا کہ جو میرے محبوب سے زیادہ ان رشتوں اور چیزوں سے محبت کرے گا وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جنہم ہو گا۔

یا نبی۔ یا رسول

(۱) یایها الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر ۵/۴۱

(۲) یایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۵/۶۷

(۳) یایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین ۸/۶۴

(۴) یایها النبی حرض المومنین علی القتال ۸/۶۵

(۵) یایها النبی قل لمن فی ایدیکم ۸/۷۰

(۶) یایها النبی جاهد الکفار والمنفقین ۹/۷۳، ۶۶/۹

(۷) یایها النبی اتق الله ۳۳/۱

(۸) یایها النبی قل لازواجک ۳۳/۲۸

(۹) یایها النبی انا ارسلنک شاهدا ۳۳/۴۵

(۱۰) یایها النبی انا احللنا لک ۳۳/۵۰

(۱۱) یایها النبی قل لازواجک ۳۳/۵۹

(۱۲) یایها النبی ۶۶/۱

یا سے خطاب :- (ا)۔ اوپر والی آیات سے ظاہر ہوا کہ "یا" سے پکارنا اللہ تعالیٰ کی

سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یارسول اللہ دو دفعہ کہا اور یا نبی تیرہ دفعہ کہا۔

(ب)۔ یا محمد سے بلانے والی احادیث کی تعداد ۱۱۲ ہے جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں میں ملتی ہیں۔ جن احادیث کے درمیان یا آخر میں لفظ "یا محمد" آتا ہے ان کی تعداد بے شمار ہے۔

(ت)۔ "یا" کے طریقہ پر پکارنا شرک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ سنت الٰہی ہے۔

(ث)۔ حشر کے میدان میں دوزخی اسی "یا" کے لفظ سے جنتی لوگوں کو مدد کے لئے پکاریں گے۔

حیات النبی ﷺ

حیات کے معنی :- حیات اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے جس کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت حیات ممکنات میں ودیعت فرمائی اور افراد ممکنات میں اسے اپنے ارادہ اور ان کی قابلیتوں کے موافق پیدا کیا چنانچہ وہ صفت حیات ممکنات میں مختلف مراتب پر ظاہر ہوئی۔ بعض میں اس طرح کہ اس کے معرفت وابستہ ہے اور بعض میں اس طرح کہ جس طرح حرکت حیوانیہ اس کے ساتھ مربوط ہے۔ چنانچہ حیات وہ ہے جس کے پاس جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے۔

روح :- روح کا بدن میں ہونا حیات اور بدن سے روح کا خروج موت ہے یہ تعریف نہیں کیونکہ پھر تو اللہ تعالیٰ کی حیات پر کس طرح صادق آسکتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جسم و روح سے پاک ہے کائنات میں روح سبب حیات ہو سکتی ہے لیکن اسے نفس حیات کہنا درست نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکنات عالم کے افراد میں ادراک، قوہ و ارادہ حرکت و احساس کی صفت مصححہ پائے جانے کے لئے ان میں عادتاً" روح کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روح سبب حیات ہے اور سبب کا بغیر مسبب کے پایا جانا محال عادی ہے خلاصہ یہ کہ بدن میں روح کا مجرد دخول اور اس سے متعلق خروج حقیقۃ موت و حیات نہیں۔ حقیقی موت و حیات جسم میں صفت مصححہ للعلم والقدرۃ (او ما یقوم مقام) کا ہونا یا نہ ہونا ہے۔ البتہ روح کے اس دخول و خروج کو موت عادی و حیات عادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بغیر روح کے حیات ممکن ہے :- بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف بننے سے پہلے کھجور کی ایک لکڑی (تنے) پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر شریف بن گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ گر ہوئے۔ وہ لکڑی حضور ﷺ کے فراق میں اس طرح روئی کہ جیسے کسی اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے۔ اور وہ دردناک آواز سے روئے۔ یہاں تک کہ آپ منبر شریف سے اترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ

دیا۔ جملو (غیرذی روح) کو دیکھیں روح نہیں مگر حیات ہے۔

قرآن میں حیاۃ کا ذکر:- اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (عربی میں توفاہ اللہ کے معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کی۔) ترجمہ یہ ہے۔ اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔ اور جو نہ مریں ان کے سوتے میں۔ پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے (روح کو) اور دوسری ایک معیاد مقرر تک (روح کو) چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔ یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ نیند میں روح قبض کرلی جاتی ہے لیکن جسم میں جان ہوتی ہے اور اگر موت کا وقت مقرر نہ آیا ہو تو روح کو بھیج دیا جاتا (یرسل الاخری الی اجل مسمی) ایک مقررہ وقت تک۔

جواب دینے کے لئے جسم کی ضرورت نہیں:- وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (۱۷۲/۷ الاعراف)

ترجمہ۔ اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔

اس آیہ میں سمجھنے کے لئے غور طلب نکتہ یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ذریت (اولاد) ان کی پشت سے نکالی گئی تو ان کے جسم نہ تھے بلکہ جانیں تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب انہوں نے دیا اور جیسا کہ فرمایا اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (یہ نہیں کہا کہ (اَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَرْوَاحِهِمْ یَا اَجْسَامِهِمْ) چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ جواب دینے کے لئے جسم کی ضرورت نہیں۔ تمام انسانیت نے جواب دیا اور سب کے سب بغیر جسم کے تھے۔ اسی بنا پر انبیاء اولیاء کرام کا قبروں سے سلام کرنے کا جواب ملتا ہے۔

زمین انبیاء کے جسم نہیں کھاتی:- انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چنا ہوا گروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات تمام انسانیت کو ان ہی کے ذریعے بھیجے۔ چنانچہ یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(۱) **عقلی دلیل:-** عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ان نشانیوں کو مٹنے نہ دے گا۔ اگرچہ شریعت کے تقاضوں کے تحت ان پر موت وارد کرتی ہے۔ لیکن ان کے جسموں کو مٹی کے ساتھ مٹی نہ ہونے دے گا۔ یہی تو سمجھنے والی بات ہے اس گروہ کی تخلیق ہی ایک خاص مقصد کے لئے ہوئی اس لئے یہ لوگ عام انسانوں سے بہت بلند اور عظیم ہیں۔

(۲) **حدیث پاک:-** آقا ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کھائے۔

سلطان نور الدین زنگی کے عہد کے یہودیوں کا عقیدہ:- سلطان نور الدین زنگی کے عہد میں یہودیوں نے جو سازش کی وہ تو تاریخ میں مرقوم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے اسلام کا مذاق اڑانے اور اسے بطور دین ختم کرنے کی سازش کی تھی۔ ان کے بادشاہ رچرڈ (جو شیردل کے نام سے مشہور تھا جس نے صلیبی جنگیں لڑیں۔) نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے نبی کا جسد قبر سے نکال لو تو پھر یہ دین ختم ہو جائے گا۔ یہودیوں نے کہا کہ ان کی وفات کو چار صدیاں گزر گئیں اس پر اس شخص نے کہا کہ اس نے توریت و انجیل میں پڑھا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی وہ قبروں میں صحیح و سالم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر انہوں نے یہ حرکت مذموم کی۔

مزید دلیلیں:- (۱) قران میں آتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی آقا ﷺ تمام جہانوں کے لئے تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ یہ آیت حیات نبی ﷺ کی ازل سے ابد تک کی قرآنی دلیل ہے۔ بہت آسان فہم بات ہے۔ اگر عقیدہ درست ہو۔

(۲) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

تَشْعُرُوْنَ۔ اور نہ کہو ان لوگوں کے لئے جو قتل کئے اللہ کی راہ میں مردہ۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے۔ شہدا کے ساتھ انبیاء علیہ السلام اس میں شامل ہیں بالخصوص نبی کریم ﷺ کیونکہ آپ نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا۔

(۳) زندوں کی بیویوں سے نکاح نہیں کیا جاتا:۔ قرآن میں آپ ﷺ کے متعلق فرمایا وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۝ حکم الٰہی یہ ہے کہ نبی کی بیویوں کے ساتھ نکاح نہ کرو ان کے ظاہری طور پر حجاب کرنے سے ابد تک۔۔۔۔ کیونکہ آقا ﷺ ازل سے لے کر ابد تک زندہ ہیں۔

(۴) آقا ﷺ نے فرمایا انبیاء کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا اور دفن کے چالیس راتوں بعد ان کا قبروں سے اٹھایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ درود شریف خود سنتے ہیں چاہے نزدیک ہو چاہے دور نزدیک یا دور کا مسئلہ ہمارا مسئلہ ہے نہ کہ آپ ﷺ کا۔

(۵) آپ ﷺ کا علم وفات شریف کے بعد ایسا ہی ہے جیسا حیات مقدسہ میں تھا۔

حیات بعد از وفات کے معنی:۔ موت اور قبض روح کے معنی مطلقاً یقیناً وہی ہیں جو آج تک ساری امت نے سمجھے یعنی بدن اقدس سے روح مبارک کا نکل کر رفیق اعلیٰ کی طرف جانا۔ پھر اس کے بعد ان کی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اجساد مقدسہ سے باہر نکلی ہوئی ارواح طیبہ اپنے تمام اوصاف و کمالات سابقہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے دوبارہ اجسام شریفہ میں لوٹ آتی ہے۔ لیکن حیات اور آثار حیات عادۃ ہم سے مستور رہتے ہیں اور ہماری نظروں سے اس طرح غائب کر دیئے جاتے ہیں جیسے ملا ئکہ ہماری نظروں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

قصہ مختصر:۔ آقا ﷺ ازل سے لے کر ابد تک زندہ ہیں اپنے تمام اوصاف کے ساتھ اگر عقیدہ درست ہو تو بہت عام فہم بات ہے۔

پانچواں باب

علم رسول ﷺ

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (۸۱/۲۴)

ترجمہ۔ اور وہ (محمد ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

۱۔ قرآن :۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے لا ریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں(شک کا متضاد یقین ہے۔ اس لئے اب یہ بات یقین سے مسلک ہے۔ قران کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی۔ پھر اس باطن کے سات باطن ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب (ﷺ) اور ہمارے آقا ﷺ کی شان کے بارے میں فرمایا کہ میرا محبوب (ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے۔ یعنی کہ بخیل کا متضاد سخی ہوتا ہے قرآن آقا ﷺ کی شان کا قصیدہ ہے۔ چھ ہزار ھ سو چھیاسٹھ آیات کا بغور مطالعہ کریں تو نظر آتا ہے کہ محب اور حبیب (ﷺ) میں گفتگو ہوئی ہے۔ تقریباً دو ہزار سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ ہمارے آقا ﷺ سے بلاواسطہ (ڈائریکٹ) مخاطب ہے۔ ایک ہزار آیات سے زائد ایسی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے مخاطب کوئی اور ہیں مگر ذکر محبوب (ﷺ) کا ہے۔ جیسا کہ اس مضمون والی اوپر لکھی ہوئی آیت ہے۔

۲۔ علم کا لفظ :۔ ۸۵۵ دفعہ۔ غیب کا لفظ ۵۷ دفعہ اور خبیر کا لفظ ۴۵ دفعہ آیا ہے۔

۳۔ فرمان الٰہی ہے :۔ اَ۔ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶/۱۲ یٰس)

ب۔ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (۱۷/۱۲ بنی اسرائیل)

ت۔ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (۱۶/۹ النحل)

ث۔ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۱۲/۱۱۱ یوسف)

۴۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ :۔ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ فَعَرَفْتُ

ب۔ رَاَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُّمْ

اللہ تعالیٰ بار بار کہے کُل۔ کُل۔ کُل۔ کُلُّ ہمارا محبوب ﷺ کہے کُل۔ کُل اللہ تعالیٰ بار بار كُلُّ شَيْءٍ کہتا ہے۔ (كُلُّ شَيْءٍ کا مطلب ہے "ہر چیز کا علم") لیکن یہ منافق "بعض" کا لفظ کہاں سے لے آیا۔ "بعض غیب" بعض غیب کی رٹ لگا رہا ہے۔ گویا کہ اپنی رائے دے کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہا ہے۔ آقا ﷺ کے علم مبارک کو بعض خبیث "محدود" کہہ کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان سے حدود اربعہ پوچھیں تو یہ بتا نہیں سکتے۔

۱۱۔ انبیاء کا علم :۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو علم عطا کیا۔ چند ایک مثالیں سمجھنے کے لئے درج ذیل ہیں۔

(ا) حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

(ب) حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کہا عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو اتنا علم دیا جتنا کہ اس نے چاہا۔

۱۲۔ آقا ﷺ کے امیتوں کا علم :۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

ا۔ حضرت صدیق اکبر ؓ کا علم :۔ آپ نے وصال سے پہلے وصیت فرمائی۔ سیدہ عائشہ کو فرمایا میری جائیداد تقسیم کرتے وقت اپنی بہن کا حصہ نکالنا۔ عرض کیا میری بہن۔ آپ نے فرمایا تیری ماں حاملہ ہے اس سے بچی پیدا ہوگی۔ ایسے ہی ہوا کہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ یہ علم خمسہ میں سے ہے مگر یہاں آقا ﷺ کے صحابہ بتا رہے ہیں۔

ب۔ فاروق اعظم ؓ کا علم :۔ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے ہیں۔ لوگ بکثرت جمع ہیں۔ زور سے پکارا "يَا سَارِيَةَ الْجَبَلَ" ادھر حضرت ساریہ نے اپنے کانوں سے آپ کی آواز سنی اور فوراً ارشاد پر عمل کیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ جب فوج واپس آئی تو مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کو اس بات کی خبر ہے تو انہوں

نے دن اور وقت کی اس بات کی تصدیق کی۔

ن ت۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا علم:- ایک شخص آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے میرے پاس ایک شخص آتا ہے جس کی آنکھ سے زنا کے آثار نظر آتے ہیں۔

ث۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم:- آپ فرماتے ہیں قرآن کی تفسیر سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس کی ب میں ہے اور اس ب کا نقطہ میں ہوں۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے مجھے علم ایسے دیا جیسے کوئی طائر اپنے بچے کو دانہ دیتا ہے۔ مجھے علم کے ہزار دروازے عطا کئے اور ہر دروازے سے ہزار دروازے نکلے مولا علی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور فرمایا پوچھو (سلونی) قبل اس کے تم مجھے کھو دو۔ پوچھو۔ ہوا یہ کہ جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) آپ (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ پوچھو۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ بتاؤ اس وقت جبرائیل کہاں ہے۔ مولا علی (رضی اللہ عنہ) نے آسمانوں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ پھر مشرق، مغرب، شمال، جنوب دیکھا اور فرمایا کہ نہ تو جبرائیل آسمانوں پر ہے اور نہ ہی مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں۔ پھر فرمایا تم ہی جبرئیل ہو۔

فرمان نبوی ﷺ: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم عطا کرنا:- اللہ تعالیٰ کی صفات کی شان ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں اپنی یہ صفت دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی صفت کا اظہار کرتے ہیں تو دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی ہی صفت کا اظہار ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔

علم والے

اُوْتُوا الْعِلْمَ: قرآن حکیم میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے پاس علم ہے تو وہ اوتو العلم کہلائے۔

(ا) اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ (۱۷/۱۰۷ بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ بیشک جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا۔

(ب) وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۲۲/۵۴ الحج)

ترجمہ۔ اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے۔

(ت) بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۲۹/۴۹ العنکبوت)

ترجمہ۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا

(ث) وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ (۳۴/۶ سبا)

ترجمہ۔ اور جنہیں علم ملا وہ جانتے ہیں۔

(ج) قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (۴۷/۱۶ محمد)

ترجمہ۔ علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی۔

(ح) وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۵۸/۱۱ المجادلہ)

ترجمہ۔ جن کو علم دیا گیا اور جسے بلند فرمائے گا۔

قیامت کے دن علم والے بولیں گے:-

(ا) ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ وَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ (۱۶/۲۷)

ترجمہ۔ پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے۔ علم والے (انبیا علماء) کہیں گے

آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

(ب) وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ (۳۰/۵۶)

ترجمہ۔ اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا بیشک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں اٹھنے کے دن تک تو یہ ہے وہ دن اٹھنے کا۔

مَنْ عِنْدَهٗ علم الکتاب

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ کفار کے اس انکار پر کہ تم رسول نہیں (کفار نے کہا۔ لست مرسلا) آپ ﷺ یہ کہیں۔

(ا) قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (۱۳/۴۳ الرعد)

ترجمہ۔ تم فرماؤ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تجھ میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

(ب) قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (۲۷/۴۰ النمل) (آصف بن برخیا بولا)

ترجمہ۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

(ت) قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲/۲۴۷) (طالوت کو)

ترجمہ۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم میں اور جسم میں کشادگی دی۔

(ث) اولو العلم :- شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (۳/۱۸)

ترجمہ۔ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (۴/۱۶۲) ہاں جو ان میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا۔

ذُوْ عِلْمٍ :- وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ (۱۲/۶۸) اور بیشک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے ہوئے۔

ذِیْ عِلْمٍ :- وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (۱۲/۷۶) اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

عِلْمٍ عِنْدِیْ :- قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (۲۸/۷۸ القصص) بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔

حضرت سلیمان مسکرا کر ہنسا :- فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (۲۷/۱۹) میلوں دور چیونٹی کی آواز سن کر

خلاصہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اولیاء کرام کو علوم عطا کئے اور سب سے زیادہ علوم یعنی تمام علوم اپنے حبیب ﷺ کو عطا کئے۔

عطائے علوم کے چار نکات

(۱) معلم کون، (۲) کب، (۳) کیسے، (۴) کتنے

محمد رسول اللہ ﷺ صاحب کلی علم غیب ہیں

تمہید :- علم غیب ایک بہت ہی اہم موضوع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نظام کا ایک حصہ ہے جو اس کائنات کو چلانے کے لئے اپنے انبیا کرام کو جتنا چاہے عطا کر دیتا ہے۔ اور اس نسبت سے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو کلی علم عطا کر دیا۔ قرآن کی متعدد آیات اس کی دلالت کرتی ہیں اور احادیث بھی گواہ ہیں اس کے علاوہ واقعات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ آقا ﷺ کو کلی علم غیب حاصل ہے۔ جیسے فتنوں کے متعلق بتایا اور قیامت کی نشانیاں بتا دیں۔ جو کہ آج کل ہو رہا ہے اور اسے "صاحب کلی علم غیب" نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا۔ اس موضوع کو سمجھنے کے لئے چار نکات جاننا ضروری ہیں۔

کون معلم؟

یہ بہت ہی آسان فہم بات ہے۔ قرآن نے کہا اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ یعنی رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اور تعلیم لینے والے محبوب ﷺ جن کا معلم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جبریل علیہ السلام کی حاضری صرف شریعت کے تقاضوں کو پوری کرنے کے لئے ہوتی تھی۔ تاکہ کفار کا کوئی اعتراض نہ ہو۔ پورا قرآن اگر غور کریں تو ایسے لگتا ہے جیسے محب اور حبیب کی گفتگو ہے۔ سورہ بقرہ کی آخری آیات کیسے اتریں اس وقت جبریل موجود نہ تھے۔ شب معراج کو محب اور حبیب آمنے سامنے تھے۔ محب نے حبیب سے کہا تو یہ کہ دے (عقلمندوں نے فوراً جان لیا کہ یہ باتیں پہلے بھی ہوئی ہیں تب ہی تو کہا کہ اے حبیب تو وہ کہہ) جبرئیل علیہ السلام کو بھی اگلی صبح ہی پتہ چلا ہو گا۔ تفسیر روح البیان کے حوالے سے فرمان رسول ﷺ درج ہے۔

تفسیر روح البیان مولانا اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۲ھ :- قال اذ یغشی

السدرۃ۔ مایغشی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراش من ذھب قال فاعطی رسول اللہ علیہ السلام ثلاثا اعطی الصلوۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باللہ شیا من امتہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خبر المعراج قربنی اللہ وادنانی الی سندر العرش ثم الھمنی اللہ۔

ان قلت :- معراج کی رات میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں عرش کے پائے تک پہنچا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ میں کہوں۔

قلت۔ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنین کل امن باللہ وملئکۃ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح رسولوں کے مابین تفرقہ نہیں کرتے۔

قال (اللہ نے کہا)۔ فما قالوا (یہودیوں اور نصرانیوں نے کیا کہا)

قلت) (محمد)۔ قالوا سمعنا وعصینا والمومنون قالوا سمعنا واطعنا

قال (اللّٰہ)۔ صدقت فسل تعط

فقلت (محمد)۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا

قال (اللّٰہ) قد رفعت عنک وعن امتک الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ

فقلت (محمد)۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا (یعنی الیھود) یہود و نصاریٰ کی طرح مشقت میں نہ ڈالنا

قال (اللّٰہ)۔ لک ذلک امتک (اے میرے محبوب میں نے آپ کی امت کے لئے یہ بات مان لی ہے)

قلت (محمد)۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ

قال (اللّٰہ)۔ قد فعلت (میں نے ایسا ہی کر دیا)

قلت (محمد)۔ واعفا عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانرصنا علی القوم الکفرین

قال (اللّٰہ)۔ قد فعلت (میں نے یہ بھی کر دیا)

علوم کی عطا (کب)

کب عطا ہوئے :- یہ نکتہ سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ بڑے بڑے علماء، مفتی، علامہ، مولوی، مولانا، شیخ القرآن وغیرہ یہ آسان بات سمجھ نہیں رہے۔ یا تو دل میں پختہ یقین کی کمی ہے اور یا پھر مقیاس ذہانت کا معیار بہت کم ہے۔ علوم کب عطا ہوئے۔ جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ جب نبوت و رسالت ملی۔ اگلا سوال یہ پیدا ہوا کہ نبوت و رسالت کب ملی۔ صحابہ کرام کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسد کے درمیان تھا۔ اس سے ایک اور دلیل آپ ﷺ کی نورانیت کی ملی کیونکہ آدم سے پہلے نور ہی نور تھا۔ آپ ﷺ کے اول تخلیق ہونے کی مندرجہ ذیل دلیلیں ہیں۔

سب سے اول :- (۱) قرآن میں ذکر ہے۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۳-۶/۱۶۲ الانعام)

قرآن میں ذکر ہے۔ اَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ○ (۴۳/۸۱)

(۳) قرآن میں ذکر ہے۔ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ○ (۶/۱۴)

شب معراج اللہ تعالیٰ نے کہا :- تفسیر در منثور ج ۴ ص ۱۳۶ میں درج ہے کہ محب اور حبیب کی آمنے سامنے گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اور باتوں کے علاوہ کہا۔ وجعلتک اول النبیین خلقا واخرھم بعثا۔ اور میں نے آپ کو تمام انبیاء میں اول تخلیق کیا اور بعثت آخر میں۔

رسول اللہ نے فرمایا :- آقا ﷺ کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ حدیث بن گئے قرآن بن گئے۔ شریعت کا حکم بن گئے۔ نماز بن گئے۔ (نماز کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ ثنا، التحیات اور درود ابراہیمی قرآن کی کسی سورت میں نہیں ہے چنانچہ آپ ﷺ نے جو فرمایا کہ ایسے پڑھو یہی نماز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ نماز بن گئے۔ جو کم علم جاہل کہے کہ انہیں قرآن کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تو پھر وہ سوچ

لے۔ اس کی نماز کس حیثیت میں ہیں)

(ا) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے اول میرے نور کی تخلیق ہوئی اور پھر اس نور نے پڑھا لا الہ الا اللہ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا محمد رسول اللہ۔

(ب) انا اول کے ضمن میں یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جب اللہ نے رسالت سے نوازا تو تمام اوصاف عطا ہو گئے۔ یعنی تمام علوم عطا ہو گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب صرف اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ تھے اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ تیسری چیز کا بھی بتا دوں۔ وہ قلم کی تخلیق تھی۔ اور پھر اس کے بعد چوتھی چیز لوح کی تخلیق تھی۔

غلط فہمی کا ازالہ عقلی دلیل سے :- کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قلم کی تخلیق کی گئی۔ اگر یہ بات ہو تو پھر عقل یہ کہتی ہے کہ قلم کا رسول کون تھا؟ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مخلوق ہو اور رسول نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خود تو رسول نہیں ہے۔ اس لئے اس کا نظام یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ ساتھ رسول بھی آتا ہے اور چونکہ رسول مخلوق سے افضل ہوتا ہے اس لئے لازمی ہے کہ رسول کی تخلیق پہلے ہوئی ہو اور قلم کی تخلیق بعد میں۔

حاصل کلام :- اوپر دیئے گئے آسان فہم قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو علوم اس وقت عطا ہوئے جب عالم نور میں اللہ تھا اور محمد رسول اللہ تھا۔ کوئی تیسرا نہ تھا۔ (شب معراج کے واقعات کا تعلق قرب الٰہی سے ہے۔ مولوی صاحب سمجھنے کی کوشش کریں)

عطائے علوم (کیسے)

(ا) **علوم کیسے عطا ہوئے** :- یہ سمجھنے سے پہلے ایک بات جو انسان کے ذہن میں الجھن پیدا کرتی ہے اسے دور کر دینا ضروری ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام کو علوم کی تعلیم ایسے نہیں دی جاتی جیسے کہ کوئی ماسٹر اپنے شاگردوں کو کلاس روم میں پڑھاتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو تو بھول جائیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہوگا۔

(۲) انبیاء کرام کو جب نبوت سے نوازا جاتا ہے تو نور نبوت کے ساتھ جتنا علم اللہ تعالیٰ دینا چاہے وہ نور علم نبی کے سینے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ھو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم (۲۹/۴۹ عنکبوت)۔ ترجمہ۔ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا۔

تشریح :- علم ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک ہے وہ چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے وہ جتنا نور علم عطا کرنا چاہے وہ انبیاء کرام کو نور عطا کر دیتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی جامعہ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

آدم علیہ السلام کی چھینک :- جب آدم علیہ السلام کے جسد میں روح داخل ہوئی سر کے راستے سے تو آدم کو چھینک آئی۔ اس پر انہوں نے فورا کہا الحمدللہ۔ یعنی کہ شکر الٰہی بجا لائے۔ اب یہ کہنا اس لئے تھا کہ ان کو عالم ارواح میں جتنا علم اللہ تعالیٰ نے دینا تھا عطا کر دیا تھا۔ یہ نہیں ہوا کہ اسوقت جبرئیل آئے ہوں اور انہوں نے کہا کہ آدم اب تم یہ کہو۔

عالمِ ارواح کا عہد

اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَاللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ اور یاد کرو جب اللہ نے اپنے انبیاء سے عہد لیا۔ جو میں نے تمہیں کتاب اور حکمت دی۔ خطاب الٰہی میں لفظ انبیاء استعمال ہوا وہ اس لئے کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں بتانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم غیب جتنے چاہے عطا کر دیئے تھے۔ اس لئے انہیں انبیاء سے مخاطب کیا یہ تو عقل نہیں مانتی کہ اللہ انہیں نبی بھی کہے اور بے علم رکھے۔ اور دوسری بات یہ کہ انہیں نبوت و کتاب و حکمت عطا ہو چکی تھی۔ دنیا میں تو شریعت کی ضرورت کے مطابق ظہور کرنا ہوتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کا اعلانِ نبوت :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تو سب علماء کرام جانتے ہیں سورۃ مریم میں بہت تفصیل سے ہے۔ یہاں نبوت کی عطا کے حوالے سے اتنا ذکر ضروری ہے۔ مریم کی قوم نے جب انہیں اس بچے کے متعلق سوال کیا تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ پھر عیسیٰ بولے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا٥ (۱۹/۳۰) فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا۔

تمام باتیں ماضی سے متعلق ہوئیں۔ کتاب دی (اتنی) نبی کیا (جعل)۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ نبی پیدائشی نبی اور دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں ہی نبی ہوتا ہے۔

حاصل کلام :- اوپر دیئے ہوئے قرآنی دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ علم نور کو اپنے انبیاء کو نبوت سے نوازتے وقت ہی عطا کر دیتا ہے۔ اور یہ ان انبیاء کی اس دنیا میں آمد سے پہلے (اس دنیا میں) ہوتا ہے۔ اسی بنا پر آقا ﷺ کو نور رسالت اس وقت عطا ہوا جب اللہ اور رسول کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا۔ اور پھر جب اللہ نے کہا (محمد رسول اللہ) تو تمام علوم بھی عطا ہو گئے۔

عطائے علوم (کلی) TOTAL

کتنے علوم :- جب معلم کا پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ ہے اور علوم کب عطا ہوئے اور کیسے عطا ہوئے یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب اصل مسئلہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ کتنے علوم عطا ہوئے۔

عقلی دلیل :- عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے اول تخلیق کر کے رسالت سے نوازا۔ اور پھر تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ علوم بھی عطا کئے۔ پھر اس کے بعد باقی کائنات کی تخلیق ہوئی۔ رسالت کے اعزاز ملنے سے پہلے آپ کچھ نہ جانتے تھے۔

قرآن کیا کہتا ہے :- قرآن کی چند آیات میں دیکھتے ہیں کہ کتنے علوم عطا ہوئے۔ اس سے پہلے کل شئی کے الفاظ بار بار آیات میں آئے۔ آپ ﷺ نے بھی فرمایا کہ میں نے سب کچھ (کل شئی) جان لیا۔

ا۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ٥ :- ترجمہ۔ اور علم دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

تشریح :- اسے سمجھنے کے لئے تین باتیں سمجھنا لازمی ہے۔

(۱) اگر ہم کہیں کہ آپ بغیر علوم کی عطا کے سب کچھ جانتے تھے تو پھر یہ ذاتی ہو جاتا ہے۔ جو کہ ایسا نہیں ہی۔

(۲) اس آیہ میں لفظ (ما) کی گہرائی میں جانا ضروری ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کچھ کی تعلیم دی اور کچھ جانتے تھے تو پھر یہ عطائی اور ذاتی کا مرکب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔

(۳) آخری اہم بات یہ ہے کہ ابھی عقلی دلیل سے معلوم کیا کہ عطا سے پہلے آپ "سب کچھ" نہ جانتے تھے تو پھر لفظ (ما) کا "جو کچھ" آپ نہ جانتے تھے آپ کو تعلیم دی کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو "سب کچھ" کی تعلیم دی کیونکہ اس سے پہلے آپ "سب کچھ" نہ جانتے تھے۔

ما کو سمجھانے کے لئے ایک اور مثال :- قران میں ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یعنی اسی (اللہ) کا سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تو اب ظاہر ہوا کہ "مَا" اسم موصولہ ہے اور اس کے معنی "سب کچھ" کے ہیں۔

(ب) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ :- جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

تشریح :- بظاہر تو یہ آیت اطاعت کی ہے۔ لیکن عقلی دلیل سے اس میں "کلی علوم" کے باطنی معنی نکلتے ہیں مندرجہ ذیل نکات غور طلب ہیں۔

(ا) جو چیز یعنی ذرہ ذرہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول کی بھی اطاعت کرے گا۔ تب ہی تو اس آیہ کا صحیح مطلب ہو گا۔

(۲) اب اللہ کی اطاعت کے متعلق لفظ "من" آیا ہے ۔یعنی کہ "سب کچھ" جیسے ایک اور آیت ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

(۳) چنانچہ "من" میں ذرہ ذرہ اپنی آخری حیثیت یعنی Atom تک آگیا (اس سے آگے اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے) اس لئے ذرہ ذرہ آپ ﷺ کا مطیع ہوا۔

(۴) اب سوال یہ ہے کہ مطاع کو اپنے مطیع کا علم ہونا چاہئے۔ عقل تو یہی کہتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو ذرے ذرے کا علم ہے یعنی "کلی علم" حاصل ہے۔

(ت) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲۱) اے حبیب ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

تشریح :- رب العالمین اور رحمتہ للعالمین میں عالمین یعنی جہاں برابر ہیں۔ کہتے ہیں اٹھارہ ہزار جہاں ہیں تعداد کی برابری اللہ نے بتائی۔ یہ نہیں کہا کہ میں تو سب جہانوں کا رب ہوں اور تو پچاس یا ساٹھ ستر فیصد کا۔ برابر تعداد ہے تو پھر شرک ہونا چاہئے۔ مگر نہیں عطا میں شرک نہیں ہوتا۔ رحمتہ للعالمین کے لئے ضروری ہے۔

(ا) اٹھارہ ہزار جہانوں میں سب کچھ ہو رہا ہے اسے اس کا علم ہو۔

(۲) اٹھارہ ہزار جہانوں پر رحمت کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

(۳) اٹھار ہزار جہانوں میں اس کی پہنچ ہو۔

(۴) اٹھارہ ہزار جہانوں پر رحمت کرے اور رحمت ختم نہ ہو۔

حاصل کلام :- تمام جہانوں کا "کلی علم" یعنی سب کچھ (Total) کا علم آپ ﷺ کو عطا ہوا اور اس بنا پر آپ ﷺ "صاحب کلی علم غیب" ہیں۔ یہ سارا معاملہ یقین کا ہے۔ یقین ایک منزل ہے جہاں پر پہنچنے کے لئے درِ مصطفیٰ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور راہ مصطفیٰ ﷺ پر چل کر بندہ یقین کی منزل تک پہنچ ہی جاتا ہے۔

کلی علوم کی چند مثالیں قرآن سے

تقاضائے اعلان بعثت :- یہ شریعت کا تقاضا تھا کہ کفار مکہ کے سامنے چالیس سال گزار کر اعلان بعثت کیا جائے۔ تاکہ کفار مکہ کو موقع ملے کہ آپ (ﷺ) کی سیرت طیبہ ان کے سامنے ہو۔ اسی لئے کفار نے "امین" اور "صادق" کے القابات دیئے تھے۔ یہ نبی (ﷺ) کی کوئی مجبوری نہ تھی کیونکہ نبی تو ہر وقت نبی ہوتا ہے۔ عالم ارواح میں بھی سب نبی و رسول تھے۔ "لما اتیتکم من کتب وحکمۃ" میں اتیت (فعل ماضی ہے) یعنی کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو میں نے دی۔ چنانچہ انبیاء و رسل کو علم عطا ہو چکا۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے۔ (بات ہے سمجھ کی)

ان انبیاء سے پوچھو جو آپ (ﷺ) سے پہلے گزر چکے :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اے حبیب (ﷺ) ان سے پوچھیں جن کو میں نے بھیجا آپ (ﷺ) سے قبل رسولوں میں سے۔ کہ کیا رحمٰن نے اور بھی معبود پیدا کئے کہ ان کی پوجا کی جائے۔ اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ (ﷺ) کو تمام انبیاء جو (ہزاروں سال پہلے آئے) کے متعلق پیغامات جو انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو دیئے ان کا بھی علم ہے اگر (نعوذ باللہ) علم نہ ہوتا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں تو ان کو جانتا ہی نہیں تو ان سے کیا پوچھوں۔

حشر کے دن گواہی :- فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ○ اے حبیب (ﷺ) تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے گواہ (نبی) لائیں گے پھر ان سب پر آپ ﷺ کو گواہ بنا کر لائیں گے قیامت کے دن تمام انبیاء کرام کی نبوت و حکمت کے متعلق آپ اس عہد (میثاق) کے مطابق (جو کہ عالم ارواح میں ہوا) کی تصدیق کریں گے۔ تصدیق وہی کرتا ہے جسے علم ہو کہ ان تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی اپنی امتوں کو دیا۔ علم مبارک کی کتنی بڑی بڑی دلیل ہے کہ زمانے کے لحاظ سے جتنے بھی انبیاء حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک گزر چکے ان سب کے پیغامات جو انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو دیئے سب معلوم ہیں۔ تب

ہی تو گواہی دیں گے۔ اگر معلوم نہ ہوں تو کہتے کہ میں تو سب کے بعد آیا مجھے کیا معلوم انہوں نے کیا پیغامات دیئے۔ گواہ کے لئے لازم ہوتا ہے کہ اس سے وقوعہ کا علم ہو۔ اس نے آنکھوں سے دیکھا ہو کانوں سے سنا ہو۔ اور ضرورت کے مطابق بات چیت بھی کی ہو۔ تب ہی تو گواہی قبول ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا تمام علوم کے حامل ہیں۔

نتیجہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ کی تخلیق نور سے کر کے عالم نورانیت میں ہی رسالت عطا کی اور ساتھ ہی علوم بھی عطا کر دیئے چونکہ آپ عطا سے پہلے سب کچھ نہ جانتے تھے اس لئے سب کچھ عطا کر دیا پھر جب قلم کی تخلیق کی اور کہا لکھ تو اس نے جب یہ لکھا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ تو گویا اس لکھنے سے پہلے علوم عطا ہو چکے تھے (علم فعل ماضی ہے)۔ نتیجہ یہ نکلا آپ ﷺ "صاحب کلی علم غیب" ہیں۔

شریعت کا راز :- اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو یہ ڈیوٹی دی ہے کہ اس کے انبیاء کو اس کا پیغام پہنچائیں جسے وحی کہتے ہیں کفار مکہ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ہمارے آقا ﷺ کے پاس فرشتہ کیوں نہ آیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے در پر چوبیس ہزار دفعہ حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا۔ یہ کفار کے اعتراض کا رد اور شریعت کا تقاضا بھی تھا۔ جب ایک دفعہ حضرت جبرائیل سورۃ کھیعص لے کر آئے اور پیارے آقا ﷺ سے کہا کہ پڑھیے کاف۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا۔ جبرائیلؑ نے کہا پڑھیے ھا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جان لیا اسی طرح یا۔ ع۔ ص کے ساتھ ہوا اور آپ (ﷺ) نے آگے بھی پڑھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القا کیا کہ اس سے آگے نہ پڑھیے۔ جو کہے وہ کہہ دیجئے۔ کیونکہ جبرائیلؑ کو پتہ نہیں۔ کیونکہ قرآن تو آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا (الرحمٰن علم القرآن) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ○ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ○ (سورہ القیمۃ) ترجمہ۔ آپ (ﷺ) اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں اس کے ساتھ جلدی کرنے کے لئے بیشک اس کا جمع کرنا اور قرات ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھ چکیں اس وقت

پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ پھر بیشک ان کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے غور طلب بات یہ ہے کہ جبرائیل" جو پڑھے آپ بھی پڑھ دیں اور بس (جبرائیل" کو نہیں پتہ کہ آپ تو حافظ قرآن ہیں۔ اور یہی تو شریعت کا راز ہے جسے کھلنا نہیں چاہیے) بعض مفسرین نے لتعجل کا ترجمہ کرتے وقت (یاد کرنے کی جلدی) اپنے پاس سے لگا لیا ہے۔ ایک تو اس عربی لفظ میں کہیں بھی یاد کرنے کا معنی نہیں نکلتا۔ اور دوسرا بھلا حافظ قرآن کو کون پڑھائے؟

اا۔ حافظ قرآن ہونے کی عقلی دلیل :۔ جس ہستی کو صاحب قرآن کہتے ہیں۔ اور جس کے لب مبارک سے جو الفاظ نکلیں وہ قرآن ہیں۔ حدیث ہیں۔ شریعت ہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں۔ پھر جہاں معلم خود اللہ تعالیٰ ہو تو یہاں نہ تو کوئی مسئلہ یاد کرنے کی جلدی کا ہوتا ہے اور نہ ہماری طرح انہیں رٹا لگانے کی ضرورت ہے۔ بس یہاں تو محب اور حبیب محو گفتگو ہیں۔ یہاں تو علم نور الٰہی سے نور مجسم میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ عقل یہ کہتی ہے کہ جو صاحب قرآن ہے حامل قرآن ہے وہ یقیناً حافظ قرآن بھی ہے۔

نوٹ ۔ "صاحب کلی علم غیب" کا دوسرا ایڈیشن [illegible]

چھٹا باب

مختار منتخب

حدیث قدسی :۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ

المختار المنتخب :۔ وعندک مستودع نوری وکنوز ہدایتی من اجلک اسطح البطحاء امرج الماء وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب والجنہ والنار ثم اخفی اللہ الخلیقۃ فی غیبہ وغیبہا فی مکنون علمہ ثم نصب العوالم وبسط الزمان ومرج الماء واثار الزبد وہاج الریح فطفا عرشہ علی الماء فسطح الارض علی وجہ الماء ثم استجابہا الی اطلاعۃ فاذعنت بالا ستجابہ ثم انشاء اللہ الملائکۃ من انوار ابتدعہا وانوار اخترعہا وقرن بتوحیدہ بنوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فشہرت فی السماء قبل مبعثہ فی الارض فلما خلق اللہ ادم..... تا آخر حدیث (مطالع المسرات ص ۱۰۷)

توراۃ میں ذکر :۔ عن کعب الاحبار قال فی التوراۃ مکتوب قال اللہ محمد عبدی المتوکل المختار (مطالع المسرات ص ۱۱۹) کعب بن احبار سے روایت ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا محمد میرے بندے اور متوکل مختار ہیں۔

(۲) اسم محمد ﷺ۔ المختار المتخلص۔ (مطالع المسرات ص ۱۱۸)

حدیث پاک :۔ رواہ مسلم۔ انی رسول اللہ علیہ وسلم قال بعثت بجوامع

الکلم ونصرت بالرعب وبینا انا نائم رایتنی اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی متفق علیہ

مسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جامع باتوں کے ساتھ بھیجا گیا اور ہیبت سے میری مدد کی گئی جبکہ میں سو رہا تھا۔ تو میں نے اپنے کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں تو میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

تشریح:- تمام زمینی خزانوں کی چابیاں دیئے جانے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کو ان سب کا مالک بنا دیا اور مالک بھی اختیار والا کہ آپ لوگوں کو اپنے اختیار سے تقسیم فرما دیں۔

اللہ عطا کرتا ہے میں بانٹتا ہوں:- آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ عطا کرتا ہے اور میں بانٹتا ہوں آپ ﷺ بہ عطاء الٰہی اللہ کے سارے خزانوں کے مالک ہیں۔ حضرت ربیعہ بن کعب نے حضور ﷺ سے جنت مانگی جو منظور فرما لیا گیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ساری زمین میرے سامنے رکھ دی گئی جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ یعنی تمام سلطنت عطا کر دی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ پوری کائنات آپ ﷺ کے تصرف میں ہے۔ مشاہد (حاضر ناظر) کے بھی یہی معنی ہیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
ہر کار بنایا تمہیں مختار بنایا
بے یارو مددگار جسے کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یارو مددگار بنایا

خیر کثیر کی عطا اور اختیارات:- اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا اعطینٰک الکوثر ہم نے آپ ﷺ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔ خیر کثیر میں بہت کچھ گویا کہ سب کچھ آجاتا ہے۔ رحمت کرنا، غنی کرنا، فضل کرنا، کرم کرنا، گویا کہ جو آپ ﷺ کی شان شایاں ہے۔

ملک الموت کا اجازت لے کر حاضر ہونا اور فرمانا حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار فرمایا ہے

عرض کی یا رسول اللہ حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور بلاتا ہے اس میں آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں اگر فرمائیں تو نہ قبض کروں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ملک الموت، جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ ان کے ساتھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے اور میں آپ ﷺ کے لئے آتا تھا۔

یہ اختیارات کی مہر تھی۔

حبیب ہی مختار ہوتا ہے:- ابن عساکر سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور آپ ﷺ کو حبیب فرمایا۔ اور کوئی مخلوق تم سے زیادہ عزت والی نہ بنائی اور دنیا اور اس کے دنیا والے اس لئے پیدا کئے کہ وہ جان لیں کہ جو آپ کی عزت و منزلت میرے ہاں ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ محبوب ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ تمام مخلوق آپ کی طفیل بنائی گئی۔ محبوب اپنے محب کے "کُل" کا مختار ہوتا ہے اس کے مقابلے میں شریک "کُل" کا مختار نہیں ہوتا۔ محب جب چاہے اس "کُل" میں سے جتنا چاہے اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔ لیکن شریک ایسا نہیں کر سکتا۔ اور آخری بہت اہم بات وہ یہ ہے کہ شراکت ختم ہو سکتی ہے۔ محبوبیت ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے عقلی طور پر ثابت ہوا کہ محب نے جو فرمایا کہ آپ (ﷺ) میرے حبیب ہیں اور پھر فرمایا "مختار منتخب ہیں" تو دونوں اعزاز ایک دوسرے سے متصف ہیں۔ محبوب ہی مختار ہوتا ہے اور جو مختار ہو وہی محبوب بھی ہوتا ہے۔

کائنات کا سلطان

سورہ رحمٰن میں فرمان الٰہی ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ○ (۳۳/۵۵) اے جن اور انسان کے گروہ اگر تم میں استطاعت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدوں کو پار کر سکو تو پار کرو۔ نہیں تم پار نہیں کر سکتے مگر وہ جو سلطان ہے۔ یہاں سلطان کے معنی بااختیار، حاکم، سند والا اور غلبہ والا کے ہیں۔ اور آپ ﷺ کا معجزہ شب معراج تمام آسمانوں کو پار کرنا، حجابات کو پار کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بات چیت اور دیدار (بغیر کسی وسیلے کے) آپ ﷺ کی حاکمیت اور مختار ہونے کی دلیل ہے۔

مختار کی ہر چیز مطیع :- مختار کا اختیار ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو اس کی مطیع ہو۔ ظاہر ہے جو چیز مطیع نہ ہو اس پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا یہ ایک عام قاعدہ ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۴/۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے بیشک اللہ ہی کی اطاعت کی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کروانے کا اختیار بھی دے دیا۔ ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ذرہ ذرہ کرتا ہے جس آخری حد تک گنا جائے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ذرہ ذرہ (آخری حد تک) رسول اللہ کی اطاعت کرے گا تب ہی تو اللہ کی اطاعت کہلوائی جائے گی۔ دوسرا نکتہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کا ذرہ ذرہ مطیع ہے۔ آپ ﷺ کا فرماں بردار ہے آپ ﷺ کے تصرف میں ہے۔ اور مطاع کو اپنے ہر مطیع کا علم ہوتا ہے۔ تب ہی تو مطاع کو پتہ ہو گا کہ کون کون اس کا مطیع ہے۔ جس سے ایک اور دلیل ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ کو ذرے ذرے کا علم ہے۔ یعنی آپ ﷺ "صاحب کلی علم غیب" ہیں۔

اقلام تقدیر میں تصرف

آپ ﷺ کی ہر چیز مطیع ہے اور آپ کے تصرف میں ہے جب چاہیں اور جیسے چاہیں آپ کے حکم اور آپ کے عمل کی منتظر ہیں۔ قرآن حکیم میں بہت سی ایسی مثالیں دی گئی ہیں۔ جہاں آخری بات اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ختم کر دی کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے محبوب کی پیروی کرو۔ سورۃ نور میں فرمایا نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور میرے حبیب کی اطاعت کرو میں تم پر رحم کر دوں گا۔ اب چونکہ بات تصرف کی ہو رہی ہے۔ ایک اور ٹھوس قرآنی دلیل دینے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم عام انسانوں کے لئے احکامات لکھ ڈالے ہوئے ہیں مثلاً (کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ) تم پر روزے فرض کر دیئے گئے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ (کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ) تم پر جہاد فرض کر دیا گیا مگر جب معاملہ محبوب کا ہو جسے مختار بھی بنا دیا گیا ہو تو عقلاً یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ لکھنے وغیرہ کا معاملہ بھی آپ ﷺ کے تصرف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا○ نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا○ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ....○ ترجمہ۔ اے جھرمٹ مارنے والے، رات میں قیام فرما۔ سوا کچھ رات کے آدھی رات۔ یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ—— تو جناب عالی یہ ہے اور اختیار کہ قیام نصف رات سے چاہے کم کر دیں یا چاہیں کچھ بڑھا دیں۔ یہ آپ ﷺ کے اختیار میں ہے—— قلموں کا لکھنا عام لوگوں کے لئے ہے نہ حاکم کائنات کے لئے کیونکہ اقلام تقدیر آپ کی مطیع ہیں۔

سورج اور چاند مطیع :- (۱) تصرف کی بات کرتے ہوئے ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ معجزات کی ضرورت کافروں کے لئے ہوتی ہے۔ وہ اس لئے کہ ان کو ایسی چیزیں کر کے دکھائی جائیں تاکہ ان کی عقل عاجز ہو جائے اور وہ نبی کی نبوت ماننے کے قائل ہو جائیں۔ مومنوں نے کبھی بھی معجزہ طلب نہ کیا۔ یہ کافر ہی تھے جو طرح طرح کی باتیں کرتے اور معجزات طلب کرتے۔ چنانچہ اسی بنا پر کافروں نے کہا تھا کہ اس چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیجئے۔ چنانچہ مطاع نے حکم دیا مطیع حکم بجا لایا۔ کفار کی عقلیں عاجز آگئیں اور مومن ویسے خوش ہو گئے کیونکہ انہیں پتہ تھا اور ہے

کہ یہ کوئی بڑی انوکھی بات نہیں وہ اس لئے کہ ہر چیز آپ ﷺ کی مطیع ہے اور مطیع کو مطاع کا حکم ماننا پڑتا ہے۔

(ب) سورج ایک مقرر کردہ راستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ اسے حکم ہے کہ تم ایسا کرتے رہو جب تک کہ تم کو اگلا حکم نہ ملے۔ مدینہ طیبہ میں مولا علی شیر خدا ؓ کی نماز عصر کا وقت نکل جاتا ہے اور مولائے کائنات کی آنکھوں کے آنسو۔ حاکم کائنات کے چہرہ اقدس پر گرتے ہیں اور بیدار ہو کر پوچھنے پر بتایا جاتا ہے کہ نماز عصر کا وقت گزر گیا۔ یہاں تو بات حاکم کائنات سے کی جا رہی ہے جس کی ہر چیز مطیع ہے اور پھر اس مطیع اور فرماں بردار سورج کو حکم ملتا ہے کہ واپس لوٹو اور عصر کی نماز کے وقت پر اپنی جگہ پہنچ جاؤ۔ اور وہ حکم بجا لاتا ہے۔۔۔۔ ہے نا حاکم کائنات کا تصرف۔

مختار کے اختیارات

مختار کے معنی ہیں اختیارات والا۔ وہ ہستی جو بااختیار ہو اور اسے اپنے ماتحت چیزوں کو صرف کرنے کی قدرت ہو۔ چنانچہ یہ بات تو عقلی طور پر ثابت ہو چکی کہ اختیارات اتنے ہیں ہمارے آقا ﷺ کے جن کا گننا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ان اختیارات کے متعلق صرف ایک ہی طریقہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بتا دیا ہے۔ وہ یہ کہ

پیمانہ :- وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ۔ اور جو رسول دے دے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو۔

یہ ہے وہ پیمانہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا ﷺ کے اختیارات کے متعلق بتا دیا۔ لفظ "ما" میں "سب کچھ" آجاتا ہے۔ گویا کہ وہ مکمل اختیارات کا حامل ہے جو دے دے لو اور جس کام سے منع کرے باز رہو۔ اس سے بڑھ کر اختیارات کی اور کوئی دلیل نہیں۔ قرآن و حدیث وہ ہے جو الفاظ مختار المنتخب کے منہ مبارک سے نکلے۔ نماز میں ثناء، التحیات اور درود ابراہیمی پڑھتے ہیں حالانکہ یہ قرآن کے کسی پارہ میں نہیں لیکن چونکہ "مختارِ کل" نے بتا دیا ہے اس لئے یہ نماز بن گئے۔ شریعت بن گئے۔

عظمتِ مختار۔ شجر حجر نے کی :- حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے باہر جاتا گرد و نواح میں تو شجر اور حجر آقا ﷺ کا استقبال اسلام علیک یا رسول کہہ کر کرتے۔۔۔۔۔ سفر شام میں بحیرہ نامی راہب نے خبر دی کہ اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا اور شجر و حجر آپ (ﷺ) کو سجدہ کرتے تھے۔

فرمان مختار ﷺ

(ا) اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ آپ ﷺ نے احد پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ آج امریکہ کے سائنسدانوں نے احد پہاڑ کے پتھروں کا تجزیہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں سونا ہے۔ اور وہ اس لئے ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اشارہ کیا کہ اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونا بن جائے۔

(ب) ربیعہ بن کعب جو آپ ﷺ کے خادم تھے۔ آپ نے فرمایا "سل ربیعہ" ربیعہ مانگو ایسا سوال تو وہی کرنے کو کہہ سکتا ہے جو بااختیار ہو اور اس کے پاس دینے کو بھی بہت کچھ ہو۔ ربیعہ نے بھی کیا مانگا۔ مال و دولت نہیں مانگا پس یہ کہ یا رسول اللہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔

مختار۔ تمام مخلوق کے لئے ہے:- اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا تم کہہ دو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جمیعا میں اللہ کے سوا باقی تمام مخلوق آجاتی ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ تمام مخلوق کے لئے مختار، صادر عنداللہ ہیں۔

مختار کا وسیلہ ہی صرف ایک وسیلہ ہے:- مختار کے اختیارات کا قرآن و حدیث سے تو پتہ چل گیا اور عقلی طور پر بھی ثابت ہو گیا کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ ہی مختار "کُل" ہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ تو عقل یہ کہتی ہے کہ بہترین وسیلہ ہی مختار کا وسیلہ ہے۔ یہ اگلے صفحات میں قرآن و حدیث سے بھی ثابت کر دیا ہے۔

مالکِ حقیقی

ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی عطا کئے بغیر کوئی ایک ذرہ کا مالک نہیں پھر اس مالک حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک بنایا ہے بندوں کی یہ ملکیت عطائی، عارضی اور مجازی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ذاتی، دائمی اور حقیقی ہے۔ اس عطا اللہ کا ذکر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ہے ملاحظہ ہو آیات قرآنیہ۔

(ا) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

ترجمہ۔ کہو اے اللہ۔ ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔

(ب) وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (۴/۵۴)

ترجمہ۔ ہم نے اولاد ابراہیم کو بہت بڑا ملک دیا

(ت) وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ (۳۸/۳۶)

ترجمہ۔ ہم نے سلیمان کے زیر فرمان ہوا کو کر دیا جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔

(ث) اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (۱۸/۸۴)

ترجمہ۔ بیشک ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

(ج) وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عرش عظيم (۲۷/۲۳)

ترجمہ۔ ملکہ بلقیس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

(ح) اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (۲۱/۱۰۵)

ترجمہ۔ اس زمین کے وارث تیرے نیک بندے ہوں گے

(خ) وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (۳۴/۱۲)

ترجمہ۔ ہم نے حضرت سلیمان کے تابع ایسے جن کر دیئے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے۔

(د) وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ (۲/۲۵۱)

ترجمہ۔ اللہ نے داؤد کو ملک بھی دیا اور علم بھی

ان جیسی بہت سی آیات میں رب تعالیٰ کی عطا سے اس کے بندوں کا مالک ہونا ثابت ہے اب حضور ﷺ کے باذن الٰہی ملکیت عامہ کا ذکر سنئے۔

(ا) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ترجمہ۔ ہم نے آپ کو کوثر یعنی عالم کثرت عطا فرما دیا۔

(ب) وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى

ترجمہ۔ ہم نے آپ کو بڑی عیال والا پایا تو غنی کر دیا۔

(ت) اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ)

ترجمہ۔ اللہ رسول نے انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیا۔

(ث) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ)

ترجمہ۔ اگر وہ لوگ اللہ رسول کے دیئے سے راضی ہوتے۔

فرمان نبوی :- خود حضور ﷺ اپنے متعلق اپنے رب کی عطا کا ذکر فرماتے ہیں۔

(ا) اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

ترجمہ۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں۔

(ب) لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ

ترجمہ۔ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں

(ت) اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ یا رسول اللہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ (مسلم)

حدیث قدسی

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی شرط :- اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب و محبت کی ایک شرط رکھی ہے اس کا ذکر قران میں ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ آپ کہہ دیں۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (محمد) کی پیروی کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اتباع اور عشق کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔

حکم الٰہی ہے۔ وسیلہ تلاش کرو:-

قرآن۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵/۳۵ المائدہ)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

تشریح :- اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کیا ہے۔ چنانچہ ظاہر یہ ہوا کہ اب اس آیہ میں جتنے بھی احکامات ہیں ان سب کا تعلق ایمان سے ہے۔ مندرجہ ذیل احکامات ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان احکامات پر عمل نہ کیا گیا تو پھر ایمان ختم ہو جائے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ (۲) اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (۳) اس کی راہ میں جہاد کرو۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یہ تو بہت صاف بات ہے اس میں کسی خاص تشریح کی ضرورت نہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں وہ یہ کہ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اس حکم میں دو الفاظ بہت گہرے ہیں ایک وسیلہ اور دوسرا ڈھونڈو یا تلاش کرو۔

وسیلہ کیا ہے؟

وسیلہ میں بہت گہرائی ہے اور لغت میں اس کے بہت معنی ہیں۔ جیسے قرب' محبت' حاجت' جنت کا خاص مقام۔ اس آیہ میں یہاں کسی چیز کے ذریعہ کو وسیلہ کہا جائے گا چونکہ حکم الٰہی ہے کہ میری طرف وسیلہ تلاش کرو۔ تو یہ تلاش ہم عقلی دلیلوں سے کریں گے۔

(ا) وسیلہ جس کی طرف ڈھونڈنا ہے اس کی شان کے شایاں ہو (یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف)

(۲) جو وسیلہ ڈھونڈ یں۔ اللہ تعالیٰ اس کی بات مانتا ہو۔

(۳) وہ وسیلہ تمہیں بھی جانتا ہو۔

یہ تین باتیں بہت ضروری ہیں اور اس کی مدد قرآن سے لیں گے۔۔۔۔۔۔ اس سے پہلے ایک لفظ کی تشریح بہت ضروری ہے اور وہ ہے وابتغوا (اور تلاش کرو) ابتغار کے لغوی معنی تلاش کرنا' ڈھونڈنا ہے۔

تلاش (ابتغا) :- تلاش کسی ہستی یا کسی چیز کو کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے بذات خود ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے۔ جیسے کسی چیز کی ضرورت ہو اور وہ بہت کمیاب ہو تو پھر بازاروں میں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ لوگوں سے پوچھنا پڑتا ہے۔

اعمال وسیلہ ہونے کی غلط فہمی

جیسا کہ تلاش کے متعلق بتایا کہ یہ کسی ہستی کی کی جاتی ہے۔ نہ کہ اعمال کی بعض لوگوں کو ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ وسیلہ کی ضرورت نہیں ہمارے اعمال ہی کافی وسیلہ ہیں۔ اعمال وسیلہ نہیں ہو سکتے اس کی تین وجوہات ہیں۔

(۱) اعمال کے متعلق پتہ نہیں کہ وہ قبول ہوئے یا نہیں (ہو سکتا ہے ریا کاری ہو۔)

(۲) اعمال کا پتہ نہیں۔ کہیں ضائع تو نہیں ہو گئے (منافقت اور آقا ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے ایمان برباد ہو گیا ہو۔)

(۳) اعمال ڈھونڈے نہیں جاتے بلکہ کئے جاتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنا کا حکم جو ملا ہے یہ اس عظیم ترین ہستی کو ڈھونڈنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو اور جو ہمیں بھی جانتی ہو۔ اعمال کو وسیلہ سمجھنا بڑی غلط فہمی ہے۔ پتہ نہیں یہ مقبول بھی ہوتے ہیں کہ نہیں۔

اعمال کو وسیلہ بنانا:۔ بعض لوگ جو انبیاء و اولیاء کرام کے وسیلہ کے منکر ہیں۔ ان کو یہ خوش فہمی بلکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کے اعمال جنہیں وہ سمجھتے ہیں بہت نیک ہیں ان کے لئے ذریعہ نجات کافی ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیسے پتہ چلے کہ ان کے وہ اعمال نیک تھے اور ان میں ریاکاری نہ تھی۔ ان میں خلوص تھا یا نہیں۔ کیا وہ اعمال قبولیت کے درجے تک پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ جب یہ پتا لگانا مشکل ہے اس لئے ان پر انحصار کرنا بیوقوفی ہے۔ قرآن میں تو کئی باتیں بیان ہوئیں جن سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ اب تو ایک وعظ پیش خدمت ہے جو آقا ﷺ نے حضرت معاذؓ کو اعمال کی قبولیت کے متعلق دیا۔

نبی اکرم کا حضرت معاذ کو ایک دلچسپ وعظ

(۱) اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں اگر تونے اسے یاد رکھا تو تیرے لئے بڑا فائدہ ہو گا۔ اگر تونے اسے بھلا دیا تو سمجھ لینا کہ پھر تیری حجت اللہ تعالیٰ سے ختم ہو گئی۔ اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا فرمائے۔ ان کو ہر ایک آسمان کے لئے علیحدہ علیحدہ نگران مقرر کیا۔ پھر جب نگہبانان عمل بندہ کے عمل جو کہ صبح سے شام تک ہوتے ہیں پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور عمل کا نور سورج کے نور کی طرح ہوتا ہے۔ جب پہلے آسمان میں پہنچتا ہے تو زیادہ صاف ہو جاتا ہے اور اس کی نورانیت میں اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ جب وہ اوپر کو جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہی فرشتہ کہتا ہے۔ ٹھہر جاؤ! اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر دے مارو، کیونکہ یہ گلہ گو ہے اور مجھے حکم ہے کہ جس بندہ کی عادت گلہ کی ہو اس کے اعمال اوپر نہ جانے دوں اور یہ بندہ چونکہ گلہ گو ہے بنا بریں اس کے اعمال کو واپس زمین پر بھیج دو۔

(۲) پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بندہ کے دیگر اعمال صالحہ حفظہ (فرشتے) لاتے ہیں۔ جس سے ان اعمال کو اوپر دوسرے آسمان کی جانب جانے کی اجازت ملتی ہے۔ لیکن دوسرے آسمان تک پہنچتے ہی (ملک) فرشتہ مقرر شدہ آجاتا ہے اور کہتا ہے، یہ عمل صاحب عمل کو لوٹا دو۔ کیونکہ یہ منفخر انسان ہے اور مجھے حکم ہے کہ منفخر کے اعمال اوپر نہ جانے دوں۔ اور یہ بندہ اپنے اعمال سے اسباب دنیا کے حصول کا خواہش مند ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر اس کے اعمال اوپر چڑھائے جاتے ہیں جنہیں صوم و صدقہ اور صلوۃ کی وجہ سے نرالی رونق ہوتی ہے جسے حفظہ (فرشتے) دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں لیکن جب تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو فرشتہ موکل کہتا ہے، ٹھہر جاؤ اس کے اعمال اوپر نہیں جا سکتے کیونکہ یہ شخص متکبر ہے جہاں بیٹھتا ہے تکبر کرتا ہے اور مجھے حکم ہے کہ ایسے آدمی کے اعمال اوپر نہ جانے دوں۔ فلہذا اس کے اعمال اس کے منہ پر دے مارو۔

(۴) آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے اعمال اوپر چڑھائے جاتے ہیں اس
کی صلوۃ اور تسبیح و حج و عمرہ کی وجہ سے ستارہ کی طرح اعمال میں رونق ہوتی ہے یہاں
تک کہ چوتھے آسمان میں پہنچتے ہیں۔ وہاں پر مقرر شدہ فرشتہ کہتا ہے۔ ٹھہر جاؤ اس کی
اعمال اس کے منہ پر مار دو یہ خود بینی میں مبتلا ہے اور مجھے حکم ہے کہ خود بین کے
اعمال کو اوپر کو نہ آنے دوں۔

(۵) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' جب اسے اوپر پانچویں آسمان کی جانب لے
جاتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ عمل نئی دلہن ہے جو اپنے دولہا کے ہاں بھیجی
جا رہی ہے۔ یہاں بھی وہی موکل فرشتہ کہتا ہے کہ ٹھہر جاؤ اس کے عمل کو اس کے
منہ پر دے مارو۔ اس میں حسد کا مرض ہے اور مجھے حکم ہے کہ جس میں حسد کی بلا
ہے اس کے اعمال اوپر نہ جانے دوں۔

(۶) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حالانکہ عمل صوم و صلوۃ و حج و عمرہ کو
چھٹے آسمان پر لے جاتے ہیں تو حسب دستور فرشتہ آجاتا ہے کہتا ہے' ٹھہر جاؤ اس کے
عمل اس کے منہ پر مارو۔ یہ تو کسی پر رحم نہ کرتا تھا بلکہ انہیں اگر کوئی تکلیف پہنچتی
تھی تو ان کو گالیاں دیتا اور مجھے حکم ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہ کرے اس کے عمل اوپر
نہ جانے دوں۔

(۷) حضور علیہ السلام نے فرمایا' بندہ کے اعمال کو ساتویں آسمان کی جانب لے
جاتے ہیں جو کہ صوم و صلوۃ و فقہ و اجتہاد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کی آواز شہد کی
طرح ہوتی ہے اور اس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوتی ہے اور اس کے ساتھ
تین ہزار فرشتے ہوتے ہیں تو مقرر فرشتہ کہتا ہے' ٹھہر جاؤ' اس کے عمل کو اس کے منہ
پر مارو کیونکہ یہ اس لئے عمل کرتا تھا کہ میرا فقہاء کے سامنے درجہ بلند ہو۔ علماء پر
میرا سکہ جما ہوا ہو۔ شہروں میں میری شہرت ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم
ہے اور اس کے دل پر مہر لگ چکی ہے ایسے میں آگے نہیں جانے دوں گا کیونکہ مجھے
حکم ہے کہ جو ریاکار ہو اسے دربار خداوندی میں مت آنے دو

(۸) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں بندہ کے اعمال ساتوں آسمانوں سے گزر کر کے
حجابات کو طے کرتے ہوئے مالک لایزال کے حضور میں جا پہنچتے ہیں اور ملائکہ عرض

کرتے ہیں' اے الہ العلمین! یہ عمل صرف تیرے لئے خالص مخلص ہو کر کیا جا رہا
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے فرشتو! تم اس کے ظاہر پر نگہبانی کرتے ہو۔ مجھے اس
کے دل کے اسرار کا علم ہے یہ تو خالص میرے لئے عمل نہیں کرتا تھا بلکہ اس کا
میرے غیر کی طرف دھیان تھا' پس اس پر میری لعنت ہے۔ فرشتے کہتے ہیں' تیری
لعنت ہے تو ہم سب کی بھی اس پر لعنت' بلکہ ساتوں آسمان و زمین اور جو ان میں ہے
سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

معاذ کی معروض :- حضرت معاذ ؓ عرض کرتے ہیں' حضور! اب تو نجات مشکل ہے
کیونکہ ہم میں نہ تو خلوص ہے اور نہ احسن عمل۔ آپ نے فرمایا' اے معاذ! میری
اقتداء کو نہ چھوڑ یقین پختہ رکھ' عمل میں کوتاہی ہوا کرتی ہے' اپنی زبان کو اپنے بھائیوں
کے گلہ سے بچا' اپنے آپ کو اچھا نہ سمجھ اور دنیا کے عمل کو اخروی امور میں داخل
مت کر اور لوگوں میں تفریق نہ ڈال تاکہ تجھے دوزخ کے کتے پھاڑ نہ ڈالیں اور اپنے
مال میں ریاکاری مت کر۔

اعمال تو ضائع بھی ہو جاتے ہیں اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلتا

انسان کو نیک عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑی شرط ہے اور وہ ہے خضوع و خشوع اور اخلاص کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر انسان کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو یعنی دو رخی ہو تو بھی اعمال اکارت جاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

(۱) حد ادب مصطفیٰ ﷺ :- يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ یہ حد ادب (محمد ﷺ) اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے۔ اور خطاب ایمان والوں سے ہے۔ یعنی کہ محمد ﷺ کی بے ادبی ایمان ختم کر دیتی ہے اور گستاخ سمجھتا ہے کہ اس کے بہت عمل ہیں۔ لیکن ان کے ضائع ہو جانے کا اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

(۲) قیامت کو انکا تول نہ کریں گے :- فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا یہ منافقین کے اعمال کا حشر ہو گا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضور ﷺ کا استہزا کیا۔ ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور بغیر تول کئے ہوئے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ حالانکہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے اعمال وزن میں مکہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان کا تول نہیں کریں گے۔

(۳) منافق کے اعمال ضائع :- جنگ تبوک کا ذکر سورہ توبہ میں ہے اور یہ سورۃ منافقین مدینہ کی بدکرداریوں کا پردہ چاک کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے خلاف اپنے فیصلے صادر فرمائے ہیں جو لوگ جنگ تبوک پر ساتھ نہ گئے تھے اور جھوٹے

بہانے بنا کر گھر بیٹھ گئے تھے ان کے متعلق فیصلہ الٰہی ہوا۔

(ا) اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ○ (۹/۶۹)

ترجمہ۔ ان کے عمل ضائع گئے دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ خسارے میں رہے۔

(ب) منافق قسمیں کھاتے تھے کہ اے محمد (ﷺ) ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر وہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے تھے۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ○ ان کے اعمال ضائع ہو گئے تو وہ رہ گئے نقصان میں۔

(ت) منافقین جنگ خندق کے وقت چپکے چپکے کھسک جاتے تھے تو پھر فیصلہ الٰہی ہوا۔

اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

ترجمہ۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

قرآن حکیم میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں مشرک، مرتد، آخرت کو جھٹلانے والا آیات کو جھٹلانے والا۔ اللہ کو ناراض کرنے والے جنہیں اللہ کی خوشی گوارہ نہیں۔ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں ان سب لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ نے ضائع کر دیئے۔

ایک عمل کی قبولیت کا بتا دیا گیا ہے :- اور یہ وہ عمل ہے جو اللہ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں یعنی کہ آقا ﷺ کی ذات پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور مومنوں کو بھی درود و سلام کا حکم دے دیا گیا ہے۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ شامل عمل ہے۔ اس لئے اس کی قبولیت کا اس طرح بتا دیا گیا ہے۔

ایک دفعہ درود بھیجنے سے :- (۱) دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۲) دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(۳) دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

وسیلہ کی تلاش :- وسیلہ کی تلاش میں عقلی دلائل یہ ہیں۔

(۱) وسیلہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں ہو۔

(۲) جسے وسیلہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا قرب ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی بات مانتا ہو۔

(۳) وہ وسیلہ کی ہستی ہمیں بڑی اچھی طرح جانتی ہو۔ تب ہی تو ہمارے متعلق بات کرے۔

مندرجہ بالا بہت واضح ہیں اور ان کو قرآن مجید کی آیتوں میں تلاش کریں گے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ شایان :- اللہ تعالیٰ کی مخلوق بے بہا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اشرف بنایا ہے۔ پھر انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے دوست' یار بھی ہیں جنہیں ہم انبیاء اور اولیاء کہتے ہیں۔ یہ دوستی یاری بھی عجیب شے ہے۔ دوست کی بات ماننی پڑتی ہے کیونکہ یہی تو دوستی کا تقاضا ہے۔ ورنہ پھر دوستی کیسی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے اللہ ولی الذین امنوا اللہ مومنوں کا دوست ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان اس کے دوستوں کا ہی وسیلہ پکڑنا چاہئے انبیاء میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا گروہ ہے اور پھر انبیاء کا سردار تو سب سے زیادہ مقرب ہوتا ہے تو گویا کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ سردار انبیاء تمام مخلوق کی عظیم ترین ہستی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اسی لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ (۱۲/۱۰۸ یوسف) آپ فرمائیں یہ میرا رستہ ہے (محمد کا رستہ) میں اللہ کی طرف لے جاتا ہوں۔ تو جناب تلاش کر ہی لیا کہ اللہ کو ملنے کے لئے حضور ﷺ کے در پر جانا پڑے گا۔ اور حضور ﷺ کو ڈھونڈو اولیاء کے دروازوں پر۔

اللہ تعالیٰ سے قربِ مصطفیٰ ﷺ :- عقلی دلائل سے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد جو بلند ترین عظیم ترین ہستی اس کائنات میں ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور وہ حاکم کائنات ہیں مقصود کائنات ہیں۔ مطلوب کائنات ہیں وہی ہمارے لئے اللہ کا وسیلہ ہیں اب ان کے قرب الٰہی سے تو قرآن بھرا پڑا ہے بلکہ قرآن تو آقا ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (۴/۶۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی

جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

حدیث قدسی ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو یہ کائنات نہ ہوتی

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ اے محبوب اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا۔

ہمارے متعلق علم مصطفیٰ ﷺ

وسیلہ تلاش کر لیا۔ ایک اور بات یہ ہے اور وہ ضروری بھی ہے وہ یہ کہ کیا ہمارا وسیلہ ہمارے متعلق اتنا علم رکھتا ہے کہ ہمارے متعلق آگے اللہ کے حضور بات کر سکے قرآن میں تو علم مصطفیٰ ﷺ کی شان میں سینکڑوں آیات ہیں۔ چند ایک اس ضمن میں درج ہیں۔

(ا) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۶/۳۳ الاحزاب) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

(ب) قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (۵۳/۳۹ الزمر) تم فرماؤ اے میرے (محمد کے) وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب کے بندے بیان فرمایا۔ اب تو مسئلہ حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تک وسیلہ اس کے محبوب ﷺ کا ہی ہے اور درِ محبوب تک وسیلہ اولیاء اللہ کا ہی ہے۔

نکتہ :- عربی زبان میں لفظ "قل" کے بعد جو بات ہو وہ کہنے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہاں "یاعبادی" سے مراد ہے اے میرے بندو۔ کہنے والے ہمارے آقا ﷺ ہیں۔اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے حبیب ﷺ کے بندے فرمایا۔۔۔ اس ضمن میں قرآن کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے عربی گرائمر کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ ضرورت ہے تو وہ یہ کہ لوگ قرآن پڑھیں اور پھر اس پر غور کریں۔ لیکن یہاں لوگ کہلواتے شیخ القرآن ہیں مگر انہیں قرآن پڑھنا اور سمجھنا نہیں آتا۔

توبہ آدم علیہ السلام :- حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے پاس جانے سے منع فرمایا تھا بھول کر چلے گئے۔ نتیجہ یہ نکلا یہ جنت سے نکالے گئے اور پھر رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کی دعا کرتے رہے حتیٰ کہ تین صدیاں گزر گئیں۔ پھر ایک دم یاد آیا اور عرض کی۔ یَا رَبِّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا

غَفَرْتَ لِیْ اے میرے رب حضرت محمد کے حق کے وسیلہ سے مجھے بخش دے۔ اللہ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچانا۔ حالانکہ میں نے اسے دنیا میں پیدا نہیں کیا۔ عرض کی اے میرے پروردگار کیونکہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ بیشک تو اپنے نام کے ساتھ اسی کے نام کو ملائے گا جو تجھے ساری مخلوق میں زیادہ محبوب ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے سچ کہا۔ بیشک میری مخلوق میں سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ (المستدرک۔ امام حاکم)

یہود آقا ﷺ کے وسیلہ سے کامیابی کی دعا کرتے تھے :- سید انبیاء ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے لئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کرتے تھے۔ اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی یا رب ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح عطا فرما۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل آپ کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِهٖ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا۔ اس سے منکر ہو بیٹھے۔

سلیمان کو عطا اور اختیارات :- اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ملک عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو جانچا اور انہوں نے عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔ بیشک تو ہی بڑی دین والا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فسخرنا له الریح تجری بامره رخاء حیث اصحابo والشیطین کل بناء وغواصo واخرین مقرنین فی الاصفادo هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍo تو ہم نے ہوا اس

کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا۔ اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔ یہ ہماری عطا ہے اب تو سچا ہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔۔۔۔۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ نے تصرف کا اختیار دیا۔

امت سلیمان علیہ السلام کے ولی کی طاقت :- حضرت سلیمان نے جو خط ملکہ بلقیس کے نام بھیجا تو اس نے اپنے سرداروں سے صلاح مشورہ کیا۔ پھر اس نے ہدیہ جو کہ پانچسو غلام اور پانچسو باندیاں اور پانچسو انیٹیں سونے کی اور جواہر سے مرصع تاج بجوایا دیکھنے کے لئے کہ آیا سلیمان بادشاہ ہے یا نبی ہدہد یہ دیکھ آیا اور حضرت سلیمان کو بتایا آپ نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی انیٹیں بنا کر نو فرسنگ کے میدان میں بچھا دی جائیں اور اس کے گرد سونے چاندی سے احاطہ کی بلند دیوار بنا دی جائے اور بر و بحر کے خوبصورت جانور اور جنات کے بچے حاضر کئے جائیں پھر وہ قاصد واپس کیا پھر ملکہ نے حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کیا۔ اور اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں مقفل کر کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اب حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے خطاب کیا تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو (سورۃ النمل ۲۷/۳۹)۔ پھر ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں لیکن آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے کہا میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا۔ ایک پل مارنے سے پہلے۔ یہ بنی اسرائیل کے ایک نبی کے ولی کے تصرفات ہیں۔ یہ صرف نبی کی شان بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ اس نبی کے امتی ولی کی اتنی پاور ہے تو نبی کی پاور کیا ہو گی۔ پھر اسے عندہ علم من الکتب کا لقب بھی دیا۔

جان کائنات۔ محمد ﷺ

سکون نہیں ملتا تیرے بغیر (محمد ﷺ) :- قرآن میں سورہ توبہ میں غزوہ تبوک کا

ذکر ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت غزوہ میں حاضر نہ ہوئی۔ اس کے بعد نادم ہوئے۔ توبہ کی اور کہا افسوس ہم گمراہوں کے ساتھ رہ گئے۔ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیں گے اور ہرگز نہ کھولیں گے۔ آپ ﷺ آئے اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں حاضر ہونے سے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اپنے آپ کو نہ کھولیں گے جب تک حضور ان سے راضی ہو کر ان کو خود نہ کھولیں۔ حضور نے فرمایا اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں نہ کھولوں گا نہ ان کا عذر قبول کروں گا۔ جب تک مجھے اللہ کی طرف سے ان کے کھولنے کا حکم دیا جائے پھر جب توبہ قبول ہوئی وہ مال و دولت لے کر حاضر ہوئے کہنے لگے اس کی بدولت ہم غزوہ میں نہ جا سکے۔ اسے لے لیجئے صدقہ کر دیجئے۔ یہ بھی ہو گیا۔ پھر بھی سکون میسر نہیں۔ کیسی زندگی ہے ایک پل کا سکون نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے کہتا ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) اے محبوب ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ تو یہ ہے وسیلہ اور تصرف کی بہترین مثال۔

عطائے رسول ﷺ :- منافقین مدینہ کا سورہ توبہ میں ذکر ہے اور ان کی بدکرداریوں کا پردہ اللہ تعالیٰ نے چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ لوگ بہت ہی بدبخت تھے۔ اور آقا ﷺ کی ذات اقدس کمالات، جمالات، صفات اور معجزات پر نکتہ چینی کرتے تھے اسی لئے اپنا ایمان گنوا بیٹھے۔ آقا ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک منافق نے رسول اللہ کو کہا کہ عدل کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے خرابی ہو۔ میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں حضور نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس کے اور بھی ہمراہی ہیں تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے یہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اس شخص کا نام حرقوص بن زبیر تھا اور یہی خوارج کی اصل بنیاد ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے اختیارات کی شان میں فرمایا وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ (۹/۵۹ توبہ)

ترجمہ۔ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔۔۔ یہ ہے تصرف مصطفیٰ ﷺ کا پیمانہ کہ آپ ﷺ کا عطا کرنا ہی اللہ کی عطا کہلاتا ہے۔

اللہ' رسول اور مومنین مددگار ہیں :۔ حضرت عبداللہ بن سلام مسلمان ہوئے اور حاضر خدمت رسول ﷺ ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری قوم بنی قریظہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہماری ہم نشینی اور مدد نہیں کرتے ہیں۔ پھر یہ آیہ نازل ہوئی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ○ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ترجمہ۔ بیشک تمہارے مددگار اللہ رسول اور مومن ہیں کہ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کو مددگار بنائے۔ پس وہ اللہ کا گروہ ہے وہی غالب ہیں۔

تشریح :۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ میں تین ہستیوں کا ذکر کیا۔ اللہ' رسول اور مومنین اور یہ سب مل کر حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ بنتا ہے۔ اس میں ایک لفظ ولی کا ذکر آیا ہے جو کہ قرآن میں مختلف صورتوں میں تقریباً نوے دفعہ استعمال ہوا ہے اور اس کے پندرہ سولہ معنی ہیں۔ اس آیہ میں شان نزول کے لحاظ سے اس کا معنی "مددگار" ہے۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کا رسول مدد کرتا ہے اور مومنین مدد کرتے ہیں۔ یہ صالحین' صدیقین لوگوں کا گروہ ہے جنہیں عرف عام میں ہم اولیائے کرام کہتے ہیں۔ تو یہ فرمان الٰہی ہے کہ میرا رسول تمہارا مددگار ہے اور میرے اولیائے کرام۔

وسیلہ رسول بعد از وصال

آقا ﷺ کے وصال کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ اور روضہ شریف کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیہ بھی ہے ولو انھم اذ ظلموا میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور میں اس کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا۔ تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ پوری آیہ یہ ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ ترجمہ۔ اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے حبیب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ تو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ معلوم ہوا قبر رسول پہ جانا بھی جاؤک میں داخل ہے۔ بعد وفات مقبولان حق کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے مقبولات حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

حقیقت انسانیت کیا ہے؟ روح جو مرنے کے بعد زندہ ہے :۔ کمال انسانیت یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ اور مظہر تجلیان ربانی بن جائے یہ بات زندگی میں تو ممکن ہے مگر بعد از وصل کیسے ممکن ہے یہ سوال ذہن میں آجاتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ دیکھیں حقیقت انسانیت کیا ہے یہ وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے اور وہ روح ہے۔ جسم کے اجزا پہ روح کی شعاعیں پڑتی ہیں تو مرنے کے بعد بھی اس سے تعلق رہتا ہے۔ روح بمنزلہ آفتاب کے ہے۔ روح اگر خوش ہو تو جسم کے اجزا پر اچھے تاثرات دے گی اور اگر روح ناخوش ہے تو وہ اپنا برا اور ناخوش اثر دے گی چنانچہ صفات الٰہی اور آئینہ جمال رب ہوتا ہے یہ صفت روح کی ہے تو معلوم ہوا کہ موصوف جب باقی ہے تو صفت بھی باقی ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوۃ نیکی کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کا ذکر ہے اور روح کی غذا ہے۔ تو کیا مرنے کے بعد ایمان' نماز اور دوسری نیکیاں ختم ہو جائیں گی یا جاتی رہیں گی

یقیناً باقی رہیں گی۔ چنانچہ اولیائے کرام حضرات کی قبور کے اندر بھی روحانیت زندہ ہوتی ہے اور روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔

قبر میں تلاوت

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی حدیث ہے کہ ایک صحابی رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اسے اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ وہ صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا سورۃ ملک روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب سے۔ اگر مرنے کے بعد قبر میں کوئی چیز باقی نہ ہوتی تو حضور ﷺ اس صحابی سے فرماتے کہ یہ تمہارا وہم ہے یا فرماتے کہ کوئی فرشتہ ہو گا یا کوئی جن تلاوت کر رہا ہو گا۔ لیکن حضور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی۔

اللہ کے دوست (اولیاء) کے لئے انتقال ایسے ہے جیسے وہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں ایک قدم اٹھا کر چلے :- اولیاء کرام اللہ کے مقبول بندے ہیں ان کے لئے موت ایک شریعت کی ضرورت کا ایک قدم ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کے بعد حیات ابدی کے حامل ہو جاتے ہیں اور ان کی روحانیت اب بلکہ جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے اور وہ زیادہ طاقتور ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میرا بندہ جب میرا مقرب ہوا تو اس نے اپنے کلام کو میرے کلام کا اور اپنی صفات کو میری صفات کا آئینہ دار بنایا تو وہ اب مجھ سے کچھ مانگے تو میں اس کو عطا کروں گا۔ وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دوں گا۔ یہ سب کمالات اس کی روح کے ہیں۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر یہ کہنا کہ اے اللہ کے دوست اللہ سے دعا کریں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو اس میں شرک والی کون سی بات ہے۔ مولوی صاحب شرک تو تب ہو گا کہ اگر کوئی انہیں الہ بنائے لیکن کوئی بھی ایسا نہیں کرتا۔

منکرین وسیلہ اور تصرف قیامت کے دن اس کا اقرار کریں گے۔ کیسے؟

اللہ تعالیٰ کے نظام میں "وسیلہ" ایک حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ان کو جو چاہا "عطا" کیا تاکہ وہ تصرف کر سکیں۔ سب سے زیادہ عطا انبیاء کے سردار ہمارے آقا ﷺ کو دیا۔ اور آپ ﷺ کی طفیل آپ کی امت کے اولیائے کرام کو یہ عنایات و انعامات وسیلہ و تصرف عطا ہوئے۔ اس عالم خلق یعنی دنیا میں اس عالم الاسباب نے تو چلنا ہی ہے۔ جنہوں نے اللہ کے قرآن اور رسول اللہ کی احادیث کو مانا۔ مومن ہوئے اور وسیلہ و تصرف کا اقرار کیا۔ جنہوں کے دلوں میں منافقت کی بیماریاں ہیں۔ انہوں نے اس دنیا میں انکار کر کے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر لی اور جنہم کو منزل بنا لیا۔ چنانچہ قیامت کے دن میدان حشر میں اور پھر دوزخ میں پھینکے جانے کے بعد یہ منکرین کیا کہیں گے۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ کے معنی تو بتا دو

منکر مولوی صاحب سورہ الحدید میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ایک منظر پیش کیا۔ فرمایا جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات ہے وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو۔ یہی بڑی کامیابی ہے آگے ذکر ہے۔ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔ نور اور وسیلہ اب سمجھ آگیا ناں۔ دنیا میں تو انکار کرتے تھے قیامت کے دن مومنوں کے پیچھے پیچھے بھاگیں گے منکر مولوی صاحب۔ پھر پتہ لگ جائے گا۔ اسی لئے اب بھی وقت ہے کہ قرآن پڑھا کرو۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں نکتہ چینی چھوڑ دو۔

ایک جنتی کے وسیلے سے حدیث پاک ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَفُّ اَھْلُ النَّارِ فَیَمُرُّ بِھِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ یَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وَضُوْءً فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ (ابن ماجہ) ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے تو جنتیوں میں سے ایک شخص ان پر گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا۔ اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں ہے۔ وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور بعض دوزخی کہیں گے کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا۔ یہ جنتی اس کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا۔ یہ ہونا ہے منکر مولوی صاحب "یا" سے ہی پکارے گا۔

انبیاء علماء شہداء کا وسیلہ :- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء اور شہداء (ابن ماجہ)

زیارت مرقد رسول ﷺ :- ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے۔

۱۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

۲۔ مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّشَھِیْدًا جو شخص ہماری زیارت کرے مدینہ میں۔ ہم اس کے لئے شفیع و گواہ ہوں گے۔

۳۔ مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَعْمَلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جو شخص میری زیارت کے لئے اور کوئی حاجت نہ ہو سوائے میری زیارت تو ہم پر واجب ہے اس کے شفیع ہو جائیں قیامت کے دن۔

چنانچہ معلوم ہوا مدینے کی طرف زیارت روضہ رسول کے لئے سفر کرنا آخرت میں نجات کا سامان ہے۔

منکرِ شفاعت بھی سن لے

حضرت انس سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا من كذب بالشفاعة فلا نصيب له (تفسیر مظہری) جس نے شفاعت کا انکار کیا اس کے لئے اس سے کچھ حصہ نہیں کتنا ہے بدنصیب

دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے :- آخرکار جب حساب کتاب ہو جائے گا اور قرآن و حدیث سے بغاوت کرنے والے اپنے دائمی ٹھکانے میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ تو پھر یہ اس دنیا میں پکار کے منکر اب خود دوزخ سے جنتیوں کو پکاریں گے۔ قرآن کہتا ہے۔ وَنَادٰی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ○ الذين اتخذوا لهوا ولعبا وغرتهم الحيوة الدنيا فاليوم ننسهم كما نسوا لقاء يومهم هذا وما كانو باٰيتنا يجحدون○

اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دنیا کی زیست نے انہیں فریب دیا۔ تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا اور جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

تشریح :- ان آیات میں چند باتیں واضح ہیں۔

(۱) دوزخی پکاریں گے اپنے جیسے انسانوں کو جو جنت میں ہوں گے۔ اس دنیا میں یہ لوگ اللہ کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کے پکارنے کو شرک قرار دیتے تھے۔

(۲) جنتی بولیں گے یہ پانی اور رزق اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں پر حرام کر دی ہیں۔ یہ ان کی بدنصیبی اور محرومی کی انتہا ہو گی۔

(۳) ان دوزخیوں نے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا۔ گستاخان رسول اللہ کا وطیرہ اپنایا۔

(۴) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ آقا ﷺ کی شان میں جتنی آیات آئی ہیں ان کو

یہ مانتے ہی نہیں۔

تبرکاتِ انبیاء سے توسّل

(تابوت سکینہ) :- پہلی مثال بنی اسرائیل سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ومما ترک ال موسى وال هرون تحمله الملئكة ان فى ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين (۲/۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ موسیٰ اور ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے۔

تابوت سکینہ :- حضرت موسیٰ جنگ کے موقعوں پر اسے آگے رکھتے تھے اس میں بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی اس میں انبیاء علیہ السلام کی تصاویر تھیں۔ یہ وراثتاً منتقل ہوتا تھا۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور بد عملی بڑھ گئی تو اللہ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے۔ اور اسے نجس اور گندے مقامات پر رکھا اور اس بے حرمتی کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ان کی بستیاں ہلاک ہو گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تبرکات کی حرمت سے کامیابی ملتی ہے اور تبرکات کی بے حرمتی سے ہلاکت نصیب ہوتی ہے۔

اذهبوا بقميصي :- حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں بیٹے کی جدائی میں سفید ہو گئی تھیں۔ ہر وقت روتے رہتے اور یوسف یوسف کرتے رہتے تھے جب برادران یوسف دوسرے پھیرے حضرت یوسف سے ملنے گئے اور باپ کا حال بتایا تو انہوں نے فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بیٹا بھی نبی اور باپ بھی نبی۔ باپ نے یہ تو نہ کہا کہ اس قمیص کو منہ پر میں ڈالوں یہ شرک ہو گا۔ نہیں نبی کے تبرکات میں بہت برکت ہوتی ہے۔ اور پھر جب یہ قمیص

لے کر گئے بھائی یہودا واپسی لشکر کے آگے آگے تھے تو ادھر حضرت یعقوب نے خوشبو سونگھی اور فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ یہ سینکڑوں میل سے خوشبو سونگھ رہے تھے۔ پھر جب یہ کرتا ان کے منہ پر ڈالا گیا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ یہ ہیں انبیاء کے تبرکات سے توسل۔ کیا یہ شرک ہے۔ مولوی صاحب کبھی قرآن بھی پڑھ لیا کرو تاکہ تم اپنے ایمان کو بچا سکو اور جہنم کا شکار نہ بن جاؤ۔

تبرکات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ حضور ﷺ کے آثار مبارکہ سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ ان کا ایک ہی مقصد تھا یعنی بارگاہ الٰہی میں توسل کرنا۔ مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

(۱) حضرت عمرؓ۔ گنبد خضرا میں دفن ہونے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ جب وقت وفات آیا تو اپنے بیٹے کو حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں اجازت مانگنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں اس جگہ کو اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتی ہوں مگر فاروق اعظم کو ترجیح دیتی ہوں۔ اور پھر اس خوشخبری سے عمر فاروقؓ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کی تمنا پوری ہو گئی۔ اور وہ قرب قبر نبی ﷺ سے توسل چاہتے تھے۔

(۲) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو اس مشکیزے کا منہ کاٹ لیتی ہیں جس سے آقا ﷺ نے پانی نوش فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہمارے پاس ہے۔

(۳) صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک کے منڈوانے پر ایک بال کے حصول کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور خالد بن ولید سیف اللہ اپنی دستار مبارک میں رکھا کرتے تھے اور جنگوں میں فتح یاب ہوتے تھے۔

(۴) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا۔ نبی اکرم ﷺ کے جبہ مبارک کو محفوظ رکھے ہوئے ہے اور فرماتی ہیں ہم اسے دھو کر مریضوں کے لئے شفایابی حاصل کرتے ہیں۔

(۵) رسول اللہ کی انگشت مبارک جسے صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ محفوظ رکھتے۔

(۶) آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے لوگ شیشیاں بھر بھر کے لے جاتے تھے۔

(۷) آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو نیچے گرنے نہ دیتے تھے اور اپنے چہرے پر مل لیتے۔

(۸) عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق اعظم) جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ اسے اپنی قمیص دیں۔ آپ نے اپنی قمیص دے دی اس نے بیٹے کو دوبارہ بھیجا کہ انہیں کہیں اپنی وہ قمیص دیں جو جسم مبارک سے

گئی ہے۔ منافقین یہ منظر دیکھ کر ہزاروں کی تعداد میں مومن بن گئے۔

(۹) خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ :- روضہ اقدس میں جالیوں کے قریب بیٹھیں تو آقا ﷺ کی خوشبو آتی ہے۔ یہ بات صرف عشاق اور عرفا کے لئے لکھ رہا ہوں۔ وہ اس لئے کہ جنہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ کی زیارت ہوئی ہو۔ تو پھر انہوں نے آپ ﷺ کی خوشبو سونگھی ہوتی ہے اور پھر جالیوں کے پاس ایسی ہی خوشبو سونگھ کر وہ ایک طرح کے نشے میں ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خوشبوئے رسول ہے۔ اور ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو فضا میں بہت ہی قریب ایسی خوشبو آتی ہے۔ اور پھر فوراً خیال آتا ہے کہ یہاں سے آپ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ یہ محبت و عشق کی باتیں ہیں۔ جسے عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔

تقویۃ الایمان کا پوسٹ مارٹم

قرآن و احادیث کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین۔
فمابعد

حکم الٰہی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝٧٦ ٤/٧٦

ترجمہ۔ ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

تقویۃ الایمان کے مصنف کی بڑی بڑی غلطیاں :- (ا) اللہ تعالیٰ کی صفت "عطا (مثلاً علم اور تصرف جو اپنے انبیاء کرام کو اور خصوصاً" آقا ﷺ نور مجسم رحمۃ للعالمین رؤف الرحیم جو کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں کو دی ہیں) کو شرک کہنا اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار ہے۔ اس سے زیادہ اور سنگین غلطی کیا ہو سکتی ہے۔. یہ ایمان برباد کر دیتی ہے۔

(ب) محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس' ذات' کمالات' جمالات' صفات اور معجزات میں نکتہ چینی کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں نقائص نکالنا ہی کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں۔

(ت) اولیائے کرام جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرنا درحقیقت اللہ اور رسول ﷺ کی توہین و تنقیص ہے۔ (اس لئے کہ نور ولایت اللہ

تعالیٰ کی عطا اور انعام ہیں جو وہ اپنے محبوب ﷺ کا اتباع اور اس سے عشق کرنے کی وجہ سے دیتا ہے۔)

نکتہ :- قرآن و احادیث سمجھنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ جو درِ مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔ (قرآن)

کتاب کا تعارف :- ایک کتاب بنام تقویۃ الایمان لکھی گئی لکھنے والے کا نام مسٹر اسماعیل دہلوی ہے۔ آج کل اس کا نام جو لکھا جا رہا ہے وہ حضرت مولانا محمد اسماعیل دہلوی شہید ہے۔ اس نام کے القابات پر بھی بات ہو گی یہ کتاب ایک ایسی بنیاد پر لکھی گئی جس سے انگریز لعنتی جس نے یہاں دو سو سال حکمرانی کی' کے مقاصد کی تکمیل ہو وہ یہ کہ مسلمان ایک تو آپس میں لڑیں مریں اور دوسری بات یہ کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے نبی ﷺ کی محبت ختم کر دی جائے اس پر سونے پہ سہاگہ ایسے کہ نجدی فتنہ کا بول بالا ہو تاکہ مسلمان مسلمان نہ رہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں جو کہ درحقیقت ایمان برباد کرنے والی کتاب ہے انبیاء اولیاء کی توہین و تنقیص' بدگوئی' اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار' نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخیوں کے انبار' کفر کے کلمے' قرآنی آیات کے غلط ترجمے اور تمسخر اڑانا۔ عربی گریمر کی ناسمجھ' اپنی جھوٹی رائے اور ان گنت خرافات کا ایک نادر سیاہ کار ہے۔ میرے خیال کے مطابق لکھنے والا یقیناً فاتر العقل تو تھا ہی لیکن اس نے اس وقت لَعِیْنی پی ہوئی ہو گی۔ اس کتاب کا ایک ایک لفظ اور سطر قابل اعتراض ہے کہیں کہیں مصنف نے تضاد بیانی بھی کی ہے مثلاً ایک جگہ کہتا ہے کہ عقل کی ضرورت نہیں (یہاں اس کی غلطی ہے) اور پھر کہیں دوسری جگہ کہتا ہے کہ عقل کے مطابق تو یہ سب بات درست ہے وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ سب سے بڑا موضوع "شرک" ہے جسے مصنف نے اپنی طرف سے مختلف اقسام دے دی ہیں ان پر بھی بات ہو گی۔ ویسے میری کتاب "کلی ایمان" کے پہلے حصے میں وہ تمام مضامین قرآن و احادیث کی روشنی میں لکھ دیئے گئے ہیں جنہیں "تقویۃ الایمان" والی کتاب کا جواب اور رد ملتا ہے۔

۳۔ لفظ "من دون اللہ" کی خصوصاً اور بڑی تفصیل سے وضاحت کر دی ہے کہ یہ ان

تمام آیات جن میں خطاب کفار سے ہے (جو کہ ۱۴۴ دفعہ ہے) سے مطلب بت ہیں جنہیں کفار مکہ پوجا کرتے تھے۔ یہاں ان سے اولیاء کا معنی لینا عقلاً بھی درست نہیں رہ اس لئے کہ اس وقت آقا ﷺ دعوت حق ان پرستوں ہی کو دے رہے تھے اور ان کو ان بتوں سے ہی نجات دلوانا مقصود تھی تاکہ یہ سچے اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ اس وقت تو اولیاء کا سلسلہ تو شروع نہیں ہوا تھا۔ کیا خیال ہے؟ اور اللہ کا فرمان غیب کی خبریں بتانے والے حاضر و ناظر نبی ﷺ کو "وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون۔ ترجمہ۔ اور آپ پوچھیں ان رسولوں کو جنہیں ہم نے آپ سے قبل (کیلنڈر کے لحاظ سے) بھیجا کہ (رحمٰن نے) اور بھی معبود (الہ) اللہ کے سوا بھیجے جن کی عبادت کی جائے۔ یہاں تو بہت ہی واضح فرمایا کہ من دون الرحمٰن۔ الہ (جھوٹے) ہی ہیں۔

۴۔ اس کتاب تقویۃ الایمان کو کتب خانہ رحیمیہ دیو بند ضلع سہارنپور (بھارت) نے شائع کیا ہے اور اسی کی ہی عبادت زیر بحث ہے اس کے بعد مسٹر دہلوی کے پیروکاروں نے اس کتاب کو بار بار چھپوا کر اچھا بزنس کیا ہے اور چند الفاظ میں اپنی طرف سے تبدیلیاں بھی کی ہیں جو کہ نامناسب ہیں کیونکہ اخلاقی اعتبار سے تبدیلیاں وہی کر سکتا ہے جو اصل مصنف ہو۔ لیکن بات وہی رہتی ہے مثلاً کتاب مطبوعہ یو پی میں ایک لفظ "جھوٹے مسلمان" لکھا ہوا ہے اسے موجودہ دور کے چھاپنے والوں نے "نام نہاد مسلمان" میں بدل ڈالا ہے چنانچہ الفاظ کے معانی کی سنگینی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

۵۔ اس تقویۃ الایمان کے رد میں بہت کتابیں لکھی گئی ہیں جو کہ پیشہ ور علماء (Professions) نے لکھی ہیں۔ اب اس کا رد ایک غیر پیشہ ور (یعنی کہ جو مولوی نہیں بلکہ فوجی سپاہی ہے) نے لکھا ہے۔ اسے بھی پڑھیے۔

کرنل (ر) محمد انور مدنی

نامناسب تحریریں اور جوابات (قرآن و احادیث کی روشنی میں)

مصنف کا نام حضرت مولانا اسماعیل دہلوی شہید لکھا ہے۔ مصنف کے اپنے ہی عقیدے کے مطابق کیا اس نام سے شرک نہیں جھلکتا۔

۱۔ **حضرت**:- حضرت کا مادہ حضر ہے اس کے معنی حاضر ہونے والا یعنی حاضر و ناظر ہے مسٹر دہلوی کے عقیدہ کے مطابق تو پھر یہ شرک ہے۔

۲۔ **مولانا**:- مولانا کے معنی ہیں "ہمارا مولا" مسٹر دہلوی کے مطابق اللہ کے سوا اور کوئی مولا نہیں تو اب خود لوگوں سے کہلواتے ہیں کہ مجھے تم کہو "ہمارا مولا"۔ اللہ کے ساتھ خود کو شریک کرتے ہیں۔ کیا یہ شرک نہیں۔ تمہارے عقیدے کے مطابق۔

۳۔ **(الف) شہید**:- پہلی بات تو یہ ہے کہ شہید کی شہادت کی قبولیت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور رسول اللہ ﷺ۔ مسٹر دہلوی کے متعلق ان کے پیروکار کوئی ایسا ثبوت دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ خدائے غیبی سے انہیں یقین دلا دیا گیا کہ مسٹر دہلوی کی شہادت قبول ہو گئی ہے (جیسا کہ درود شریف کے متعلق پہلے بتا دیا گیا ہے کہ اس سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس درجے بلند اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں)

ب۔ ویسے تاریخ یہ کہتی ہے:- مسٹر دہلوی قتیل مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ نہیں۔ اس کے اس قتل و غارت کو جہاد کے نام سے بھی یاد کرنا غلطی ہے۔ دراصل یہ ساری تحریک اکابر وہابیہ نے انگریز کو مضبوط کرنے کے لئے چلائی تھی۔ جب سکھوں اور ہندوؤں نے انگریز سے صلح کر لی اور انگریزی حکومت کی حمایت کر دی تو انگریزی حکومت نے ایک خط وہابیہ کی اس تحریک کے مولوی ولایت علی اور عنایت علی کے نام لکھا جس کا تذکرہ اسی تحریک کے جعفر تھانیسری نے ان الفاظ میں کیا جو کہ اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب اور مولوی عنایت علی صاحب اس مضمون کو لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا ہے اور بموجب اس معاہدہ کے اب وہ گورنمنٹ کی حمایت میں ہے اس وقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ اب اس سے لڑائی

بڑائی مت کرو (تواریخ عجیبہ ص ۲۲۹ مطبوعہ دہلی) چنانچہ دیو بندیوں اور غیر مقلد وہابیوں کے اکابر گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار تھے (تاریخ کا حصہ ہے)۔

ت۔ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی :- نے اپنی معرکۃ الکتاب "انوار آفتاب صداقت" میں تاریخ ہزارہ کے حوالہ سے درج کیا ہے کہ "جرگہ یوسف زئی پٹھان جو کہ سکھوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ اور مسٹر اسماعیل دہلوی کے حامی ہو چکے تھے ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے۔ مسٹر اسماعیل دہلوی نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں کا نکاح خود کر لیا۔ اس معاملہ میں تمام یوسف زئی جرگہ میں مسٹر اسماعیل اور سید احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی۔ اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مسٹر اسماعیل وغیرہ نے انکار کیا۔ تو سید احمد اور مسٹر اسماعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم کر لی۔ ادھر پنجابیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر پٹھان غالب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ تو ایک روز مسٹر اسماعیل دہلوی پٹھانوں سے مقابلہ کے لئے نکلا۔ ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چسپ کی کہ سب سے اول مسٹر اسماعیل ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہیں ختم ہو گیا۔ (انوار آفتاب صداقت ۵۱۹)

ث۔ صحیفہ اہلحدیث کی گواہی :- پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی نے بھی اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ مسٹر اسماعیل دہلوی کو ہندوؤں سکھوں نے نہیں مارا بلکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ صحیفہ کی اصل عبارت یہ ہے "قربان جاؤں اس شہید اکبر پر کہ علم توحید بلند کرتا ہوا دہلی سے کشمیر اور بلقا تک لڑتا چلا گیا۔ سکھوں سے بارہ جنگیں اس فاتحانہ شان سے کیں کہ خالصیت کا جنازہ نکل گیا۔ آخر کار کشمیر کے ایک منافق کی ریشہ دوانیوں سے بالاکوٹ کی سرزمین میں شہید ہو کر سو گیا۔ (صحیفہ اہلحدیث یکم ذی الحج ۱۳۷۲ھ)

قارئین کرام۔ منافق نے قتل کیا۔ ہندوؤں اور سکھوں کو منافق نہیں کہا جا سکتا

بلکہ منافق اس کو کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان ہو۔

ج۔ دفن :- (۱) مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے "قتل کے دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد اور اسماعیل کی نعشوں کی شناخت کرا کر بالاکوٹ میں دفن کر دیا۔

(۲) جعفر تھانیسری نے لکھا ہے کہ ایک بے سر کی لاش دیکھ کر راجہ شیر سنگھ نے دوشالہ ڈلوا کر دفن کر دیا بالاکوٹ میں (حیات طیبہ ص ۷۵ تواریخ عجیبہ)

(۳) دیو بندیوں کے مولوی عبیداللہ سندھی بھی رقمطراز ہیں کہ "واقعہ بالاکوٹ میں بقیۃ السیف مجاہدین کو سید احمد کا جنازہ نہ ملا۔ بات ہوئی کہ سکھوں نے اس کا سر کاٹنے کے بعد مقامی مسلمانوں کی معرفت فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۳۹)

(۴) مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق میں لکھا ہے کہ (سید احمد کو) شیر سنگھ نے بتعظیم و اکرام عام مزار تیار کیا۔ (امداد المشتاق ص ۶۱)

نتیجہ یہ نکلا کہ مسٹر دہلوی مسلمانوں کے ہی ہاتھوں مارے گئے نہ کہ سکھوں ہندوؤں سے تو پھر اس کو تو شہید نہیں کہتے۔

باب ایمان

تقویۃ الایمان کی عبارت

۴۔ "اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہو اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے"۔

جواب۔ (کلی ایمان):۔ مسٹر دہلوی کے یہ دونوں جملے متضاد ہیں وہ ایسے کہ پہلے کہتا ہے اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے لیکن آگے کہتا ہے کہ جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بھی بہت ہے۔ "تھوڑی بندگی" کے الفاظ قابل اعتراض ہیں تھوڑی بندگی سے ایمان سیدھا نہیں ہوتا۔ جس طرح بقول اس کے ایمان میں خلل ہو اس کی بندگی قبول نہیں اسی طرح بندگی کی کمی کی وجہ سے ایمان درست نہیں ہوتا۔ (یہ متضاد عبارت علمی اور مقیاس ذہانت کی پستی ظاہر کرتی ہے)۔

بندگی کیا ہے:۔ فرمان نبوی ﷺ ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاآنکہ میں اس کے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ چنانچہ ایمان تو عشق رسول کا نام ہے۔ رسول اللہ کی ذات' کمالات' صفات و معجزات میں نکتہ چینی کرنے والے کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ جب ایمان ہی نہ رہا تو پھر کونسی بندگی اور کیسی بندگی؟۔

تقویۃ الایمان کی عبارت

۵۔ "کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں۔ کوئی قصے بزرگوں کو دیکھتے ہیں۔ کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہو سند پکڑتے ہیں"۔

جواب۔ (رد):۔ مسٹر دہلوی کا مطلب یہ ہے کہ اسلاف کرام اور بزرگوں (علمائے دین اور آئمہ مجتہدین) کی پرواہ نہ کرنی چاہئے نہ ان کا اتباع کرنا چاہئے اور متقدمین کی

پیروی درست نہیں۔ گویا کہ مسٹر دہلوی تقلید کے مخالف ہیں ان کے پیروکار بھی اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ غیر مقلد ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ گروہ اہل حدیث کہلاتا اور کہلواتا ہے محدث حضرت امام بخاری امام مسلم شافعی تھے۔ ترمذی حنفی مذہب پر تھے۔ ابو داؤد' ابن ماجہ' دارمی' حنبلی تھے۔ نسائی شافعی تھے۔ لیث بن سعد' ابو یوسف اور امام محمد حنفی تھے۔ اگر دیکھا جائے تو تمام محدث مقلد تھے پھر مسٹر دہلوی کے اپنے ہی بیان کے مطابق اہل حدیث گروہ کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔ اگلی بات کہ مولیوں کی باتیں جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہو سند پکڑتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے محدث صاحبان اور آئمہ کرام کو ذہانت کی دولت سے نوازا تھا۔ ذہن کی تیزی والے الفاظ مسٹر دہلوی کے ذہن کی پستی کو منعکس کرتے ہیں۔

تقویۃ الایمان کی عبارت

۶۔ "اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے"۔

جواب۔ عقل کی تخلیق اور کردار تو اس کتاب کے پہلے حصے میں ایک باب میں بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔ مختصر یہ کہ عقل شریعت کے دائرے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کر کے کہا تھا کہ تجھ ہی سے لوگوں کو پکڑوں گا۔ عقل کا علم سے تعلق ہے ہی تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ (۱۹/۴۳) آپ ﷺ کا کافروں کو فرمانا فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہیں) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہے گا۔ اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں عقل نہ تھی) اور دوزخی جب دوزخ میں گرائے جائیں گے تو کہیں گے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ (اگر عقل کی ہوتی) تو معلوم ہوا کہ عقل کا دخل ہے تب ہی عقیدہ بھی درست ہو گا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۷۔ "اور جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسولؐ کا کلام سمجھنا بڑا مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئے اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں۔ سو یہ بات غلط ہے۔ ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَمَا یَکْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ○ اور بیشک اتاریں ہم نے تیری طرف کھلی باتیں اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا مشکل نہیں۔ اللہ رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہئے"۔

جواب۔ (کلی ایمان):۔ عوام الناس کی بات غلط نہیں مسٹر دہلوی صاحب۔ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا واقعی مشکل ہے۔ جن کی زبان میں یہ کلام اترا یعنی صحابہ کرام۔ آقا ﷺ سے ان کے معانی اور تشریح پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو سورہ بقرہ سمجھنے میں بارہ سال لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے علم کا لفظ قرآن میں ۸۵۵ دفعہ استعمال

کیا۔ ظاہر ہے علم کی ضرورت ہی بہت ہے۔ اپنے انبیاء کرام کو جتنا چاہا علم دیا۔ پھر اپنے ان بندوں کو جن پر اللہ تعالیٰ نے انعامات کئے جن کے رستے کے لئے ہدایت طلب کرنے کے لئے تم بھی نماز میں اللہ اکبر کہہ کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے ہو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کو اوتوا العلم کا لقب دیا۔ چنانچہ علم کے بغیر اللہ اور رسول کا کلام کیسے سمجھ میں آئے گا۔ دوسری بات یہ جو آیہ سورۃ بقرہ کی پیش کی ہے ان میں جو معنی تم کر رہے ہو وہ نہیں (یعنی کہ یہ کھلی باتیں ہیں اور ان باتوں کا سمجھنا مشکل نہیں) یہ آیہ آقا ﷺ سے خطاب ہے کیونکہ قرآن کا نزول آپ ﷺ پر ہوا۔ ایت بیّنٰت کا مطلب یہ ہے کہ میری آیتیں ہر حکم کو واضح اور جدا جدا کرتی ہیں۔ ان آیتوں میں کوئی ابہام یا تضاد نہیں ہے چنانچہ یہ بات کہ اسے سمجھنے کے لئے علم نہیں چاہئے والی بات تم نے اپنے دماغ کی تیزی سے ہی نکال لی جو کہ غلط ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۸۔ "وہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے اور جاہلوں کو سمجھانے اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئی تھے۔ سورہ جمعہ کی آیہ هُوَ الَّذِیْ سے لے کر ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ تک اور اس میں لفظ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ

جواب۔ (کلی ایمان):۔ اب اس جگہ تم نے خود ہی اقرار کر لیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ معلم ہیں قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور معلم کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ اسے خود سب سے زیادہ علم ہو۔ اپنے پاس علم نہ ہو گا تو دوسروں کو کیا علم دے گا۔ اس لئے اس آیۃ نے ثابت کیا کہ علم سیکھنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ قرآن کی سمجھ معلم کے بغیر نہیں آئے گی گویا کہ قرآن کے ساتھ "صاحب قرآن" کی بھی ضرورت ہے۔ اور صاحب قرآن کا علم قرآن کے علوم کا احاطہ کرے گا تب ہی تو معلوم ہو گا۔ قرآن میں اللہ کا ذکر بھی ہے چنانچہ "معلم قرآن" کو اللہ تعالیٰ کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس مکمل نظام کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ چونکہ صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے اس لئے "معلم قرآن" کے علم کی حدوں کو تو کوئی انسان جان ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اللہ جانے یا اس کا رسول۔ یہ

آیہ مبارکہ دو باتیں واضح کرتی ہے:۔

ا۔ قرآن سمجھنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔

ب۔ "معلم قرآن" جو کہ صاحب قرآن ہے کی ہر پل ضرورت ہے اور اس کا علم کی
حدوں کا کسی کو علم نہیں۔

عبارت تقویۃ الایمان

۹۔ "آیہ کا معنی اپنی زبان میں بات کرنے کے بعد لکھتا ہے پھر یہ کہنے لگے
کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اور ان کی راہ پر
سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا۔ سو اس نے اس آیہ کا انکار کیا"۔

جواب۔ **(کلی ایمان)** :- چونکہ اس آیہ کے یہ معنی نہیں نکلتے جو دہلوی تم نے
نکالے ہیں اس لئے اس کے انکار کی کوئی بات نہیں۔ جو بات تم سمجھ نہیں سکتے وہ یہ
ہے کہ رسول اللہ کی باتیں دانائی اور حکمت کی باتیں ہیں انہیں سمجھنے کے لئے علم
چاہئے۔ جاہل نہیں سمجھ سکتا اسی لئے تو قرآن میں کہا گیا ہے واعرض عن
الجاھلین اگر ہر کوئی باتیں بغیر علم کے سمجھ سکتا تو پھر اس لفظ جاہل جو کہ قران میں
۲۴ بار آیا ہے اس کی کیا ضرورت تھی۔ حدیث پاک ہے کہ جاہل سے بحث میں نہ
الجھو۔ میں نے پہلے عرض کیا کہ بزرگ اور عالم لوگ جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ
اور پھر بعد میں اس کے قریب تر تھے وہ بہتر پوزیشن میں تھے کہ پیغمبر کا کلام سمجھ سکیں
بہ نسبت آج کل پندرہویں صدی ہجری کے لوگ۔ ذرا ملاحظہ ہوں دو اشعار مولوی
محمود حسن نے مولوی محمد قاسم کی تعریف میں لکھے۔

پر نہ ہوں سائق وقائد جو رشید و قاسم
کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ رسول
ہم کو کیونکر ملیں یہ نعمت یزداں دونوں
کون سکھلائے ہمیں سنت و قرآن دونوں

ایک عربی بولنے والا اسلام لایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی اسے قرآن سکھاؤ۔ چنانچہ
ثابت ہوا کہ پیغمبر کا کلام سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے اور وہ بزرگ (محدث و
مجتہد) جو آقا ﷺ کے زمانہ اور اس سے متصل ہیں یعنی آئمہ کرام وہ بہتر سمجھے اور
ہمارے لئے انہوں نے راہیں روشن کیں۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۰۔ "جو کوئی بہت جاہل ہے اس کو اللہ و رسول کا کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہئے۔ اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسول کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہئے"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ حیرت ہے جاہل خود بخود اللہ رسول کا کلام سمجھے۔ اس کے گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ہے (تمہاری طرح) اسی لئے تو عالم کی ضرورت ہوتی ہے جو معلم بن کر تعلیم دے۔ دوسری بات اللہ و رسول کی راہ پر چلنے کے لئے ہی تو علم کی ضرورت ہے جب تک راہ کوئی نہ بتائے گا کیسے چلے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے کا تعین کر دیا ہے جو تم لوگ نمازوں میں قیام کے دوران بار بار پڑھتے ہو۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ان لوگوں کا راہ جن پر تو نے انعامات کئے۔ انعامات اللہ بھی کرتا ہے اور رسول بھی کرتا ہے۔ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (۳۳/۳۷ الاحزاب) چنانچہ ثابت ہوا کہ اللہ و رسول کی راہ پر وہ لوگ چلے جن پر انعامات کی بارشیں ہوئیں اور وہ ہیں صدیقین و صالحین جنہیں قرآن کی اصطلاح میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۱۔ "رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ رسول اللہ کی راہ کے سوا کوئی بھی اہل سنت والجماعت کسی اور کی راہ نہیں پکڑتا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۲۔ "اور چاہئے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ اسی لئے تو لوگ اولیاء اللہ کے پاس جا کر ان کی صحبت میں

بیٹھتے ہیں کیونکہ وہ توحید اور اتباع سنت میں بہت کامل ہوتے ہیں۔ اور شرک و بدعت سے بہت دور۔ چنانچہ ایسے لوگ ہی پیر و استاد ہوتے ہیں (یہ بات تو دہلوی صاحب تم خود ہی کہتے ہو)

عبارت تقویۃ الایمان

۱۔ "اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہووے آمین یا الہ العالمین"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ یہاں مسٹر دہلوی صاحب اس کتاب کو اپنے لئے وسیلہ نجات بنانے کی دعا مانگ رہے ہیں۔ وسیلہ کا باب بڑی تفصیل کے ساتھ پچھلے اوراق میں بیان کیا ہے۔ وسیلہ اشخاص کا ہوتا ہے نہ کہ اعمال کا۔ کیونکہ اعمال کی قبولیت کا پتہ نہیں۔ نہ قبول ہوں تو منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔ اور ضائع بھی ہو جاتے ہیں بہتر یہی ہوتا کہ تم اس کتاب کی بجائے کسی "انعام یافتہ" کے رستے پر چل کر کسی اللہ کے دوست کو وسیلہ بناتے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "اکثر لوگ توحید و شرک کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔ سو اول معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہئے"۔
(نوٹ۔ توحید کا معنی نہیں بتایا)۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ مسٹر دہلوی صاحب تم نے خود توحید کا معنی تو بتایا ہی نہیں۔ تو میں بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی جھوٹے الہ کو شریک نہ کرنا توحید ہے۔ صفات الٰہی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کر دی ہیں ان سے شرک نہیں ہوتا۔ صرف اور صرف ایک چیز اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا کی وہ ہے اس کی "الوہیت" باقی کریمیت، رحیمیت، رؤفیت، ملوکیت، ربوبیت، خالقیت اور علمیت اور دیگر صفات اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کر دی ہوئی ہیں۔ اگر تم قرآن پڑھتے تو یقیناً ایسی آیتیں وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ اور بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (تفصیل شرک کے باب میں گزر چکی ہے)۔ تمہیں مل جاتیں۔ لیکن تمہارے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ

تمہارا مقیاس ذہانت بہت ہی پست ہے۔ اور بصیرت سے بھی محروم ہو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۳۔ "مشکل کے وقت اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو۔ پکارتے ہیں۔ مرادیں مانگتے ہیں حاجت روائی کے لئے نذر و نیاز کرتے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان :- ا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ب۔ قال عیسی ابن مریم لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ترجمہ۔ عیسیٰ نے کہا کون میرے مددگار ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

ت۔ ارشاد رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم ہے۔ جب تم کو مدد کی ضرور ہو تو کہو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو (حصن حصین ص ۱۹۳ تحفۃ الذاکرین۔ کتاب الاذکار للنووی ص ۲۰۱)۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" میں لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی پریشانی میں یا محمد کہہ کر آقا ﷺ کو پکارا تھا۔ (بہت سی آیات و احادیث و واقعات اس ضمن میں ہیں)۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ "مشکل کے وقت۔ پکار۔تے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان :-

پکارنا :- اس دنیا میں انسان دوسرے انسان کو پکارتا ہے۔ یہ کوئی خلاف شرع بات نہیں۔ اس کی تفصیل حصہ اول میں آگئی ہے۔

قیامت کے دن۔ منافقین (نہ کہ کافر) مومنوں کو جب دیکھیں گے کہ ان کا نور آگے اور داہنے سے نکل رہا ہے تو پتہ ہے وہ کیسے پکاریں گے۔ اٰمَنُوْ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ (۱۳/۵۷ الحدید) مومنوں سے کہیں گے ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔۔۔۔۔ یہ آیہ تو دونوں مسئلے حل کر رہی ہے نور کا اور

مشکل وقت میں وسیلہ کا اور پکار کا بھی۔ (قرآن پڑھا ہوتا تو تم کبھی ایسی بات نہ کرتے)

عبارت تقویۃ الایمان

۵۔ "نذر و نیاز مانتے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان :- نذر نیاز کا ذکر قرآن میں ہے۔ یہ شرعی طور پر جائز ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

٦۔ "نام رکھتے ہیں عبدالنبی۔ علی بخش۔ غلام محی الدین"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ قرآن و حدیث میں کس جگہ لکھا ہے کہ ایسے نام نہ رکھو عبدالنبی تو قرآن میں آیا ہے۔ قل یعبادی الذین۔ اگر قرآن عبدالطاغوت کہتا ہے جو کہ حزب الشیطان ہوتے ہیں تو حزب اللہ والے عبدالنبی ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کے ناموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ برکت فرماتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مومن محبت کے طور پر ایسے نام رکھتے ہیں۔ سب سے زیادہ نام "محمد" رکھا ہوا ہے اس کے ساتھ اسلم' اکرم وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔ یہ بغض برائے بغض والی بات ہے۔ اور اس کی بنیاد انبیاء و اولیاء سے بغاوت اور دغا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تنگ نظری' بدعقیدگی اور عقل سے محروم ہونے والی بات ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

غرضیکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ یہ سب کچھ یہ "جھوٹے مسلمان" انبیاء اور اولیاء اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت ایسا نہیں کرتے۔ یہ بہتان ہے۔ سنی مسلمان تو مندروں میں جاتے ہی نہیں اس لئے تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ مسلمان ایسا کر رہے ہیں۔ اس بات سے تو ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ تم بھی ہندوؤں کے ساتھ راہ رسم رکھتے ہو تب ہی تو جانتے ہو کہ ہندو اپنے بتوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بہتان لگانے کی سزا شریعت میں کیا ہے۔ مولانا کہلواتے ہو پتہ تو ہو گا۔

جھوٹے مسلمان:۔ یہ فتویٰ کس اتھارٹی پر دے دیا ہے۔ جھوٹے مسلمان کا مطلب ہے جو مسلمان نہ ہوں بس ویسے کہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ جیسے کہیں کوئی چیکنگ ہو رہی ہو اور کوئی غیر مسلم یہ کہے کہ وہ مسلمان ہے چنانچہ اسے کہیں گے کہ یہ جھوٹ کا مسلمان ہے۔ تازہ ترین ایڈیشن میں اس لفظ کو بدل کر "نام نہاد مسلمان" لکھا ہے۔ بات اور مفہوم ایک ہی ہے۔ مسلمان امت میں سب نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوا ہے اب کلمہ گو مسلمان کی تضحیک و توہین کلمہ الٰہی کی توہین ہے۔ حدیث پاک ہے (مسلم) عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا یا اس کا عیب بیان کرنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ دوسری حدیث تو اس سے بھی کڑی ہے وہ یہ کہ کافر کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کرنا حرام ہے۔ چنانچہ کلمہ پڑھنے والوں کو جھوٹے' نام نہاد مسلمان کہنے والے کے متعلق حدیث میں کیا حکم ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

٩۔ "اللہ صاحب نے سورۃ یوسف میں فرمایا وما یومن اکثرھم باللہ وھم مشرکون (١٠٦/١٢) اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے نام کو بھی انسانوں جیسا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ جو آیۃ تم نے پیش کی ہے یہ آیہ مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت و رزاقیت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ بت پرستی کر کے غیروں کو اس میں شریک کرتے تھے۔ ایسی بہت سی آیات مشرکین کے متعلق ہیں۔ اس جگہ اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۰۔ "اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک تو نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء، اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء، اولیاء کو پیروں اور شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے ہوں تو ہم نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ ہی سمجھتے ہیں اور اسی کی مخلوق۔ اور یہ قدرت تصرف اسی نے اس کو بخشی ہے۔ اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ کا پکارنا ہے۔ ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں۔ جو چاہے سو کریں اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔ ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے جتنا ہم ان کو جانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان :- اس بات میں کونسی غلطی ہے۔ شرک کی تمہیں تعریف کا ہی پتہ نہیں۔ جب انبیاء اولیا کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور انہیں اللہ کا بندہ ہی سمجھتے ہیں اور اسی کی مخلوق۔ تو پھر اور کونسی قابل اعتراض بات ہے۔ اگر تمہارا علم اوسط درجے سے بھی پست ہے۔ عقل کی کمی اور مقیاس ذہانت نہ ہونے کے برابر ہے تو پھر کچھ سمجھ نہ آئے گا۔ قدرت تصرف تو اللہ نے ہی بخشی ہے۔ اور اللہ کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں "یہ الفاظ ان کا پکارنا عین اللہ کا پکارنا ہے" یہ انبیاء اولیاء کے مددگار ہونے کی تو قرآن میں آیات ہیں۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (بیشک تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور مومن ہیں) آگے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵/۵۵) جس نے مددگار بنا لیا ہے اللہ کو اس کے رسول کو اور مومنوں کو۔ بیشک اللہ کا گروہ غالب ہے ہاں وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں۔ کوئی شک نہیں بلکہ انعام یافتہ لوگ ہیں جن کا راستہ تم بھی نماز میں قیام کے دوران مانگتے ہو۔ اللہ تعالیٰ جب اختیارات دیتا ہے تو پھر حساب نہیں مانگتا قرآن میں سورہ نمل میں ہے حضرت سلیمان کو کہا۔ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

ہاں ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے۔ اللہ کے ملنے کا ایک ہی رستہ ہے اور وہ محمد ﷺ کا رستہ ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (اے حبیب تم فرماؤ یہ میرا (محمد کا رستہ ہے) میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پچھلے باب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے ظاہر ہے جب نماز میں کہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو یہی وہ لوگ ہیں ان کے رستے پر چلنے سے ہی اللہ کے نزدیک ہوں گے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۱۔ "اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان :- مسٹر دہلوی تم فاتر العقل ہو۔ اوپر والے تمہارے جملوں میں لفظ اللہ بھی آیا ہے اور تم ان باتوں کو خرافات کہتے ہو۔ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ساتھ بغض یہ انتہا کہ اللہ کے نام کا بھی لحاظ نہ کیا۔ شرم کرو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۲۔ "اپنی عقل کو دخل دیا"۔

جواب۔ کلی ایمان :- میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ عقل شریعت کے دائرے کے اندر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے محروم رکھا ہے تو پھر بھی تمہیں اس طرح کی خرافات بکنی نہیں چاہئیں۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۔ "جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے۔ غلط غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- مسٹر دہلوی۔ بار بار وہی فضول الفاظ دہراتے ہو۔ اللہ رسول کا کلام قرآن ہے اور تحقیق کی ہوئی ہے لیکن چونکہ تم قرآن بغیر معلم کے سمجھنے لگے ہو اسی لئے تمہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ کافر لوگ کونسی باتیں کرتے تھے وہ تو صرف اپنے بتوں کے متعلق تھے کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہو۔

مسٹر دہلوی تم نے نہ قرآن پڑھا اور نہ ہی تاریخ مکہ (History)

عبارت تقویۃ الایمان

ا۔ "سورہ یوسف کہ آیۃ وَیَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ"۔

ب۔ "سورۃ الزمر کی آیہ مَا نَعۡبُدُھُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی"۔

(ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔)

جواب۔ کلی ایمان:۔ من دون اللہ کے معنی اس سے پہلے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ سورہ الزمر کی آیہ میں کفار مکہ نے اقرار کیا کہ وہ بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ کے نزدیک کریں چنانچہ ہر آیہ جس میں من دون یا من دون اللہ وہ بتوں سے متعلق ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ "سورۃ مومنون کی آیہ جو پیش کی ہے۔ قُلۡ مَنۡۢ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُوَ یُجِیۡرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیۡہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰی تُسۡحَرُوۡنَ ○ تم فرماؤ کس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ دے نہیں سکتا اگر تمہیں علم ہو اب کہیں گے یہ اللہ کی شان ہے۔ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ مسٹر دہلوی تم نے یہ جو آیۃ سورہ مومنون کی پیش کی ہے اس پر غور کرو (اگر تم میں بصیرت ہو) وہ یہ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قل کا لفظ استعمال کیا ہے وہ خطاب آقا ﷺ سے ہے کہ آپ کفار مکہ سے کہیں۔ یہ کفار بتوں کو الہ (جھوٹے) کہتے تھے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کے مقابل لے آتے اور کبھی کہتے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ تھے ہی کم عقل اس لئے انہیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ (جیسے تمہیں نہیں پتہ کہ کیا کہہ رہے ہو)۔ اس آیہ میں دوسری بار پھر قل کا لفظ استعمال ہوا چنانچہ معلوم ہوا کہ اس سے بت پرستوں کو خطاب ہے نہ کہ "سنی مسلمانوں" کو۔

عبارت تقویۃ الایمان

ا۔ "سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ جب اسے اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھیں تو پھر کونسا شرک۔ شرک تو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں ہوتا ہے تمہیں شرک کے معنی ہی نہیں آتے۔ بس انبیاء اولیاء سے بغض کے سوا اور کوئی تاثر نہیں چھوڑا۔ ابو جہل تو تھا ہی مشرک۔ بتوں کو ہمیشہ الہ کہتا۔ الھنا کہتا۔ مسٹر دہلوی تم میں اتنی پست درجے کی ذہانت ہے کہ دو باتوں کا تقابل یا موازنہ بھی نہیں کر سکتے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "شرک کے معنی یہ ہیں جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص رکھی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمے نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ شرک کے معنی جو تم نے بیان کئے ہیں وہ نہیں۔ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص رکھی ہیں یہ کہاں لکھا ہے۔ اللہ نے تو یہ کہا ہے کہ میں الہ ہوں مجھے سجدہ کرو۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ لا کریم الا انا۔ لا رحیم الا انا۔ یعنی صفات کی نفی کیا کی گئی ہے۔ اس کے بعد وہی فضول رٹ لگائی ہے نبیوں ولیوں کے متعلق۔ کوئی سنی مسلمان نبیوں ولیوں کو سجدہ نہیں کرتا۔ اے کم عقل انسان۔

عبارت تقویۃ الایمان

۳۔ "آگے جو آیہ سورۃ توبہ کی ۹/۳۱ پیش کی ہے۔ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ..... انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح بن مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ مسٹر دہلوی یہ آیہ ۹/۳۱ تو نصاریٰ کے متعلق ہے جو کہ تین خدا کہتے تھے۔ اس آیہ کا یہاں حوالہ دینا تو بیکار ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی تک نہیں بنتی۔ تم کتنے کم عقل ہو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ "اگلی آیہ ۱۹/۹۳ مریم۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا○ آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔ کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے۔ کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا۔ اور ہر کوئی اس کے اوپر اکیلا حاضر ہونے والا ہے۔ کوئی کسی کا وکیل و حمایتی نہیں بننے والا"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ مسٹر دہلوی اگر اس آیہ سے پہلے والی دو آیات تم پڑھ لیتے تو پھر تمہیں قرآن کی سمجھ آجاتی اور بے تکی انہیں فٹ نہ کرتے۔ اس سے پہلے والی آیہ (۱۹/۹۱) ترجمہ اس پر کیا انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ چنانچہ یہاں آگے اللہ نے کہا کہ سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔ گویا کہ یہاں تقابل اولاد ہونا اور بندہ ہونے کا ہے۔ بندہ ہونا اور اولاد ہونا جمع ہو ہی نہیں سکتا اور اولاد مملوک نہیں ہوتی تو جو مملوک ہے ہرگز اولاد نہیں۔ پھر جو تم تصرف کا لفظ بیچ میں لے آئے ہو اس کا اس میں کوئی تعلق نہیں یہ صرف تمہارے پست درجے کی سمجھ کی علامت ہے۔ اور باقی سب نے اکیلا ہی حاضر ہونا ہے۔ پیدا بھی اکیلا ہوا۔ مرا بھی اکیلا اور اٹھے گا بھی اکیلا۔ اس میں کونسی نئی بات ہے۔ وکیل و حمایتی والی بات تو یہ پھر تمہیں قیامت کو خود پتہ چل جائے گا۔ جب حضور ﷺ دفتر شفاعت کھولیں گے اور تم جیسے بدنصیب محروم رہیں گے۔ ہاں تم نے تو نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ کہنا ہے اس کے معنی اور تشریح ضرور پڑھنا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۔ "یہ بات تحقیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کونسی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے"۔

جواب۔ کلی ایمان:۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص بات اپنے لئے کر رکھی ہے کہ میری

الوہیت میں کسی اور الہ کو شریک نہ کرو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "شرک کی قسمیں"۔ (جن کا ذکر مسٹر دہلوی آگے کرتا ہے)

جواب۔ کلی ایمان:۔ مسٹر دہلوی یہ شرک کی قسمیں تمہارے کم فہم ذہن کی اختراع ہیں۔ قرآن میں شرک کی قسمیں کہاں بتائی ہیں کوئی آیہ تو پیش کرو۔

عبارت تقویۃ الایمان

ا۔ "اشراک فی العلم۔ یعنی اللہ کا سا علم کسی اور کو ثابت کرنا۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء، اولیاء سے رکھے۔ خواہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح کا شرک ثابت ہوتا ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان۔ شراک فی العلم:۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو جتنا چاہا علم دیا۔ دوسری بات یہ کہ کئی جگہ اُوتُوا الْعِلْم کا لفظ آیا (یعنی اہل علم)۔ تیسری بات کوئی سنی مسلمان کسی نبی ولی کے لئے ذاتی علم کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ اور آخری بات وہ یہ کہ "اللہ کے دینے سے" بھی تم شرک کہتے ہو تم تو بہت بڑے خبیث ہو۔ کم فہم ہو۔ فاتر العقل ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے۔ تم جیسے جاہلوں کے متعلق ہی اللہ نے کہا ہے وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ جاہلوں سے منہ پھیرلیں۔ اور اللہ کی عطا کو نہ ماننے والا اللہ تعالیٰ کا باغی ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۳۔ (ب)۔ "اشراک فی التصرف۔ اس میں بھی وہی رٹ ہے اور بے ادبی "یا یوں سمجھے اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے۔ (نئے ایڈیشن کے الفاظ) یا خدا کا دیا ہو ہر صورت مین عقیدہ شرکیہ ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان۔ اشراک فی التصرف:۔ قرآن میں متعدد آیات آئی ہیں جو کہ اس کتاب کے حصے میں لکھ دی گئی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو حکومتیں بخشیں طاقتیں بخشیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی عطا کو بھی رد کرنا اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔

قرآن کی آیتوں کا انکار۔ تم نے تو شیطان کی حدیں بھی پھلانگ دیں۔ کیونکہ اس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی تھی۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ (ت) "اشراف فی العبادت۔ بعض کام تعظیم کے لئے اللہ نے اپنے واسطے خاص کئے ہیں سجدہ' رکوع' ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ نام پر مال خرچ کرنا' نام کا روزہ رکھنا۔ اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا۔ قبر کو بوسہ دینا' مور چھل جھلنا۔ ہاتھ باندھ کر التجا کرنا۔ گرد و پیش کا ادب کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جواب۔ کلی ایمان اشراک فی العبادت:۔ اس میں مختصر جواب یہ ہے کہ کوئی بھی سنی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی ولی کو سجدہ رکوع نہیں کرتا۔ جو عبادتیں اللہ کے لئے ہیں وہ ہم اللہ ہی کی کرتے ہیں کسی اور کی نہیں۔ نبی ﷺ کے گھر مدینہ منورہ کی طرف قصد کرنا۔ شرک نہیں ہے۔ اہلحدیث کہلواتے ہو تو احادیث بھی پڑھا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ ان کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ دیکھو قرآن میں (۲/۲۴۸) تابوت کی تعظیم نہ کی تو بنی اسرائیل مشکلات میں پھنس گئی۔ اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا وہ قرآن ہے۔ وہ حدیث ہے۔ وہ شریعت ہے وہ نماز ہے۔ مسٹر دہلوی صاحب جو نماز تم پڑھتے ہو اس میں ثنا (سبحانک اللھم) التحیات اور درود ابراہیمی کیوں پڑھتے ہو۔ کیا تم اس کا جواب دے سکتے ہو؟ قرآن کے کس سپارے میں لکھا ہے۔ اگر قران میں نہیں تو پھر کیوں پڑھتے ہو؟۔ باقی تمام باتیں تم نے فضول لکھی ہیں حسب معمول اپنا فاتر العقل ہونے کی وجہ سے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۵۔ "اشراک فی العادت۔ بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی کچھ تعظیم کرتے ہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے۔ اور ان کاموں میں بھی برکت

ہو جیسے آڑے کام پر انبیاء اولیاء کی نذر ماننی اور مشکل وقت اس کو پکارنا

(ت) بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے۔

(ث) اپنی اولاد کا نام عبدالنبی' امام بخش رکھنا۔

(ج) جانوروں کا ادب ٹھہرادے۔

(ح) کھانے پینے پہننے پر رسموں کی سند پکڑے۔

(خ) برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے۔ اس کو ان کی طرف نسبت کرتے۔

(د) اللہ رسول چاہے گا تو میں آؤں گا۔

(ذ) قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبر کی قسم کھاوے"۔

جواب۔ کلی ایمان اشراک فِی الْعَادَتْ:۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ صاحب کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام تعظیم سے لینا چاہئے۔ کیا بات ہے ایسے جملے کہتا ہے جیسے بھنگ کے نشہ میں ہو۔ عادت کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے سو غیر کی کرے۔ یہ شرک کی قسم بھی مسٹر دہلوی کے کند ذہن کی اختراع ہے۔ جتنی بھی باتیں مسٹر دہلوی نے لکھیں ہیں۔ کوئی بھی سنی ایسی باتوں کو نہیں کرتا جو اللہ کے لئے ہیں۔

(ا) نذر ماننا شریعت میں جائز ہے سورہ الدھر ۷۶/۱۵ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (اپنی منتیں پوری کرتے ہیں)

(ب) مشکل کے وقت ان کو پکارنا۔ یہ کوئی بات نہیں ہر ایک کسی دوسرے کو پکارتا ہے اور قیامت کے دن مسٹر دہلوی تم نے مومنوں کو پکارنا ہے۔ نقتبس من نورکم

(ت) بسم اللہ کی جگہ کوئی سنی کسی اور کا نام نہیں لیتا۔ یہ بہتان ہے۔

(ج) جانوروں کا ادب۔۔۔ کوئی نہیں کرتا۔

(ح) کھانے پینے' پہننے پر رسموں کی سند کوئی نہیں پکڑتا۔ یہ سب مسٹر دہلوی کے ذہن کی اختراع ہے۔

یاد رکھو انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے سے سزا ملتی ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ مَنْ عَادٰلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ لِلْحَرْبِ جس نے میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھی

اس سے اعلان جنگ ہے چنانچہ یہ سزا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

(د) اللہ رسول الٰہی قرآن کی ۹۳ آیتوں میں آیا ہے۔ اور راضی ہونے کے معاملے میں توگرائمر پر غور کریں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (۹/۶۲) (ھا کی جگہ ہ ہے)

(ذ) کوئی بھی سنی مسلمان اللہ کی قسم کے علاوہ کوئی اور قسم نہیں کھاتا۔

نوٹ:- یہ تمام باتیں مسٹر دہلوی کے کند ذہن میں ہروقت گھومتے رہتے ہیں اس کتاب میں بار بار ہر جگہ یہی فضول رٹ لکھا رکھی ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

شرک کی برائی کا ذکر:- ۱۔ مجمل شرک کی برائی۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (۴/۱۱۶ نساء) ترجمہ۔ بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھہراوے اس کا اور بخشتا ہے سوا اس کے جسے چاہے۔ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کو سو بیشک راہ بھولا دور بھٹک کر"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- اب دوبارہ شرک کی رٹ لگانی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ہر بات کا جواب دیا جائے گا۔

(ا) اس آیہ میں مسٹر دہلوی نے ضل ضلا کے معنی صحیح نہیں کئے۔ چونکہ شرک کی سزا بیان کی گئی ہے اس لئے یہاں ضل کے معنی برباد ہونے کے ہیں۔ مشرک اس لئے برباد ہو جاتا ہے کہ اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ برباد ہو کر دور بھٹک گیا۔ (ضل کے تقریباً گیارہ معانی آئے ہیں مختلف مقامات پر۔)

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "حرام و حلال میں امتیاز نہ کرے۔ چوری بیکاری میں گرفتار ہو جاوے نماز روزہ چھوڑ دے۔ جورو بچوں کا حق تلف کرے۔ ماں باپ کی بے ادبی کرے لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- یہ جتنی بھی باتیں ہیں یعنی حلال و حرام کی تمیز، چوری، نماز

روزہ چھوڑنا، یہ شرک کے زمرے میں نہیں آتے۔ جورو بچوں کا حق تلف کرنا۔ ماں باپ کی بے ادبی وغیرہ حقوق العباد میں آتا ہے اور اس سے شرک کا ارتکاب نہیں ہوتا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۳۔ "پھر اگر پرلے درجے کا شرک کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- واہ دہلوی صاحب شرک کے درجے کیا خوب کئے۔ پرلے درجے کا اور ورلے درجے کا شرک۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ "پھر اس سے ورلے درجے کے شرک میں"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- ایسی تحریر سے پڑھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ مصنف واقعی بھنگ نشے میں تھا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۵۔ "جیسے بادشاہ کسی امیر وزیر یا چوہدری قانون گو یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بنا دے"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- مسٹر دہلوی نہایت ہی فضول قسم کی مثال دی ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں۔ اور زبان کے الفاظ کتنے گھٹیا ہیں "چوہڑے چمار" کے الفاظ استعمال کرنا اس کی ذہن کی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۔ " وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ○ (۳۱/۱۳) جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور وہ نصیحت کرتا تھا اس کو اے میرے بیٹے مت شریک بنا اللہ کا بیشک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:- مسٹر دہلوی جو آیہ تم نے پیش کی ہے اس میں لفظ "ظلم" کے معنی تم نے غلط کئے ہیں۔ لغت میں ظلم کے معنی۔ زیادتی کرنا، غلط روش اختیار کرنا،

راستہ سے ہٹ جانا ہیں۔ یعنی کہ شرک کر کے انسان اپنے اوپر زیادتی کرتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے اللہ کے ساتھ بے انصافی والی بات کا یہاں کوئی تک نہیں) انسان کا اپنے اوپر زیادتی ہی اس کا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا"۔

جواب۔ کلی ایمان :- کسی کا حق کسی کو پکڑا دینے میں کوئی شرک والی بات نہیں۔

عبارت تقویۃ الایمان

۳۔ "اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھ دینے سے کوئی شرک نہیں ہوتا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۴۔ "یقین جان لینا چاہئے ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- تم کتنی گھٹیا ذہنیت کے چمار ہو۔ کیسے کیسے الفاظ لکھتے ہو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۵۔ "ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- عقل کی راہ۔ اب تمہیں یاد آگئی۔ اس کتاب کے شروع میں تو تم نے کہا تھا "عقل کو دخل نہ دو" کیسی متضاد باتیں لکھتے ہو۔ یہ ہے تمہاری علمیت۔

عبارت تقویۃ الایمان

۶۔ "آدمی میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- شرک کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے بے ادبی تو کیا توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تم عطائے الٰہی (علم و تصرف) کے منکر ہو کر اللہ سے بغاوت کے مرتکب ہو چکے ہو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۷۔ "مشکوٰۃ ایک حدیث۔ ترجمہ۔ کہا ابو ہریرہ نے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑا بے پرواہ ہوں ساجھیوں میں ساجھے سے جو کوئی کرے کچھ کام کہ ساجھی کر دے اس میں میرے ساتھ کسی اور کو سو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کو اور اس کے ساجھے کو اور میں اس سے بے زار ہوں"۔

عبارت تقویۃ الایمان

۸۔ "دہلوی کی تشریح۔ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے کسی اور کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اس سے بیزار ہے"۔

جواب۔ کلی ایمان :- مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث میں لفظ آیا ہے۔ جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی باطل الٰہ کو شریک کرنا جیسے کافر بتوں کو شریک کرتے تھے۔

مسٹر دہلوی تمہیں اس حدیث پاک کی تشریح بھی نہیں کرنا آتی۔ کہتے ہو جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے کسی اور کے واسطے۔ یہاں سے مراد "بت" ہیں۔ اگر تمہارے کند ذہن کے تحت الشعور میں انبیاء' اولیاء ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیں ان کو خالقیت کی صفت' کریمیت' رؤفیت' رحیمیت' ملوکیت و ربوبیت۔ اور یہ قرآن میں درج ہیں۔ تو اس کے متعلق کیا جواب ہے۔ ظاہر تو یہ ہوتا ہے کہ ان سب آیات کے تم منکر ہو۔ اور قرآن کی آیات کا انکار کرنا' اسے جھٹلانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔ تمہارے کند ذہن میں جو آتا ہے لکھ دیتے ہو۔

آیات پر غور کرو۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۴۔ "سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمانا اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی نکتہ میں ہے کہ توحید خوب درست کیجئے او شرک سے دور بھاگیئے نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھئے کہ کسی چیز میں کچھ تصرف کرتا ہے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرایئے اس سے اپنی کوئی مراد مانگئے اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جاوے"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:۔ انبیاء کی تعداد اور کتب آسمانی کی تعداد کس نے بتائی۔ یہ تم نے نہیں بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے عطائیں کیں ان کا قرآن میں ذکر ہے۔ اللہ کے انعام یافتہ بندوں کا وسیلہ بنانے کا حکم بھی قرآن میں ہے۔ اس لئے یہ شرک نہیں ہے کوئی سنی العقیدہ اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کو نہیں مانتا۔

عبارت تقویۃ الایمان

۱۶۔ "سو یہ جان لینا چاہئے کہ جس کی توحید کامل ہے۔ اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:۔ گناہ کرنے کو عبادت پر ترجیح دے رہا ہے۔ گناہ پر شیطان اکساتا ہے اس لئے شیطانی افعال اس کی نظر میں اللہ کی عبادت سے (نعوذ باللہ) بہتر ہیں۔

عبارت تقویۃ الایمان

۲۔ "فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے"۔

جواب۔ **کلی ایمان**:۔ فاسق (نافرمان) کو ہزار درجے بہتر کہہ رہا ہے جان لیں کہ فسق کا مجرم بھی سزاوار ہے۔ اور مشرک بھی۔ صرف سزا کے درجوں کا فرق ہے مشرک کو متقی کہہ رہا ہے۔ اگر متقی ہوتا تو پھر مشرک نہ ہوتا اور اگر مشرک ہے تو متقی نہ ہو گا۔ مسٹر دہلوی تو نرے جاہل اجڈ ہو۔

علم کے باب میں

تقویۃ الایمان کے مصنف نے پانچ قرآنی آیات جن میں لفظ غیب اور لفظ علم آتا ہے پیش کی ہیں۔ ان آیات کے غلط معنی اور غلط تشریح کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کو بھی شرک ٹھہرایا ہے اور اس طرح اپنی خباثت کا اظہار کیا ہے۔ جب بصیرت کی کمی ہو تو پھر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ اس سے بڑے گمراہ ہوتے ہیں اور بڑے راہ پاتے ہیں اور گمراہ نہیں ہوتے مگر فاسق۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت یعنی "عطا" کا انکار کر کے انسان فسق تو کیا' کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اگلے صفحات میں ان پانچ آیات کی گرائمر اور لغت کے مطابق صحیح تشریح کر دی ہے۔ اس سے پہلے علم کے باب میں بہت وضاحت کے ساتھ عطائے علوم کا مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔

۱۔ "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ

ترجمہ۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ انہیں وہی جانتا ہے۔

اس آیۃ کے متعلق جو بات کہنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اس ایک سطر سے پہلے والی چند آیات پڑھیں۔ جس میں خطاب کفار مکہ سے ہے ۶/۵۶ آیہ سے شروع کریں۔ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ..... پھر آگے قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ..... پھر آگے قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ.....

ترجمہ۔ تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا..... تم فرماؤ میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا۔

تشریح:۔ ۱ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے بار بار فرمایا۔ قُل۔ قُل۔ قُل۔ قُل۔ (یعنی آپ کہہ دیں)

(۲)۔ اس لئے کہ کفار مکہ کے ساتھ جھگڑا یہی تھا کہ وہ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں۔

(۳)۔ لیکن کفار مکہ چیلنج کیا کرتے تھے کہ لے آؤ وہ عذاب جس کے متعلق تم کہتے ہو

اور کہتے تھے کہ ابھی لے آؤ یعنی جلدی کرو۔

(۴)۔ آقا ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہیں لاؤں گا۔ (مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ)

(۵)۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے کفار مکہ تمہارے بت جھوٹے الہ ہیں۔ ان کی پوجا چھوڑ دو۔ ان کے پاس سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ یہ کچھ نہیں جانتے۔ جاننے والا تو صرف اللہ ہے۔

(۶)۔ یعنی کہ یہاں بتوں (جھوٹے الہ) اور اللہ تعالیٰ میں علم کا موازنہ ہے نہ کہ آقا ﷺ کی ذات اقدس سے۔

(۷)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

(۸)۔ اس آیہ میں لَا يَعْلَمُ سے اشارہ بتوں کی طرف ہے۔

(۹)۔ نکتہ۔ اس میں آقا ﷺ کے علم مبارک کی نفی کہاں سے آگئی جن کے متعلق قرآن نے کہا وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل ہیں۔

(۱۰)۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں آیات کا ٹکراؤ نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ کافر ہے۔

ب۔ "قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (۲۷/۶۵ النمل) تم فرماؤ غیب خود غیب نہیں جانتے جو کہ آسمانوں اور بیشک زمین میں ہیں مگر اللہ۔)

تشریح:- اس آیہ کی تشریح کا ربط پچھلی پانچ آیات ہیں۔ چنانچہ وہیں سے شروع کرتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے۔ ءَاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ (۲۷/۵۹) کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک○ یا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لئے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے۔ برائی۔ اور تمہیں زمین کا وارث کر دیتا ہے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) بہت ہی کم دھیان رکھتے ہیں یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری میں اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سنائی۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) برتر ہے اللہ ان کے شرک سے یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا۔ اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے) تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

(ا) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب مسلسل کفار مکہ سے ہے اور پانچ فرمایا۔ ء الہ مع اللہ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے)

(ب) کفار مکہ چونکہ بتوں کو پکارتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ آسمان و زمین میں بتوں کا تصرف ہے تب ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بتا کر بار بار کہا کہ کیا کوئی اور اللہ ہے۔

(ت)۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے حبیب ﷺ آپ ان بت پرستوں کو فرماؤ کہ غیب آسمانوں اور زمین کا میں (اللہ) جانتا ہوں نہ کہ کوئی اور (یعنی تمہارے جھوٹے الہ یعنی بت)

نکتہ۔ غور کریں اس آیۃ میں آقا ﷺ کے عطائی علم کی نفی کہاں سے آگئی؟

ت۔ "اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (۳۱/۳۴) بیشک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی۔ اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے کہ جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا کوئی کل کیا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ کوئی کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے"۔

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل پانچ علوم کے متعلق فرمایا کہ اس کا علم اللہ کو ہے۔

ا۔ **قیامت:۔** علوم کے باب میں تفصیل بیان کر دی ہے۔ مگر ایک نکتہ یاد رہے کہ آقا ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بتا دیں۔ اور نشانیاں وہی بتلا سکتا ہے جسے علم قیامت ہو۔ ورنہ کہہ سکتے تھے کہ مجھے تو قیامت کا پتہ نہیں۔ میں نشانیاں کیسے بتاؤں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب جبریل علیہ السلام بشری صورت میں حاضر ہوئے تھے اور صحابہ کرام بھی موجود تھے (دیکھا نور والا بشری لباس میں آیا)

ب۔ آسمان سے مینہ برسنا:۔ آقا ﷺ کے پاس تو لوگ بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور پھر آپ ﷺ دعا کرتے تو بارش ہوتی۔ پھر لوگ بھاگے بھاگے آتے کہ اب مزید بارش نہیں چاہیے۔ دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے اور پھر آقا ﷺ دعا کرتے تو مدینہ کے اردگرد بارش رہتی مگر مدینہ میں نہ ہوتی۔

ت۔ لڑکا ہو گا یا لڑکی:۔ آقا ﷺ نے اپنی چچی ام فضل (حضرت عباسؓ کی بیوی) کو فرمایا کہ تم ابو الخلفاء کو جنم دو گی۔ اسے میرے پاس لانا۔ پھر ایسا ہی ہوا آپ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عباس لائے گئے۔

ث۔ کل کوئی کیا کرے گا:۔ بے شمار واقعات تو کیا آقا ﷺ نے قیامت کی نشانیوں اور فتنوں کی خبر دے دی جن میں نجدی فتنہ بھی شامل ہے۔

ج۔ کوئی کس زمین میں مرے گا:۔ آقا ﷺ نے بدر کے میدان میں کفار مکہ کی

موت کے متعلق بتا دیا اور پھر ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(ح) اس آیہ سے پہلی ایک آیہ کا اس سے ربط ہے۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ○ اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر دھوکہ نہ دے وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان)۔ **چونکہ شیطان** کاہنوں کو ایسی تمام باتوں کے متعلق بتاتا ہے تو کبھی تکہ درست ہو جاتا اور کبھی **غلط۔** اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام باتوں کے متعلق کہا کہ اس کا علم مجھے ہے۔ (چنانچہ **شیطان** کی جھوٹی علمیت کے مقابل یہ آیہ آئی ہے)

(خ) قابلِ غور نکتہ :- ان تمام پانچ باتوں میں حضور ﷺ کے علم کی نفی کہاں سے آگئی۔

(ث)۔ "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۴۶/۵) اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک ان کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا تک کی خبر نہیں

تشریح :- یہاں دعا کا لفظ 'پوجنے' کے معنی میں آیا ہے نہ کہ 'پکارنے' کے معنی میں۔ وہ اس لئے کہ 'مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ' کے معنی اللہ کے علاوہ جو بھی جھوٹے الٰہ ہیں یعنی بت۔ اس کی تصدیق آخری حصہ آیۃ سے ہوتی ہے۔

(ا) وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ○ اور انہیں ان کی پوجا تک کی خبر نہیں۔ کیونکہ وہ جماد بے جان ہیں (گویا کہ بت)

(۲) قرآن کھولیں اور سورۃ یونس پڑھیں۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ○ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ○ (۱۰/۲۹) ترجمہ۔ اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے۔ اپنی جگہ رہو تم اور تمہارے شریک۔ تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کر دیں گے۔ اور ان کے شریک (بت) ان سے کہیں گے۔ تم ہمیں کب پوجتے تھے۔ تو اللہ گواہ کافی ہے ہم میں اور تم میں۔ کہ ہمیں تمہارے پوجنے کی خبر بھی نہ تھی۔

نتیجہ :- (ا) یہ "دعا" کے معنی پوجنا ہے نہ کہ پکارنا۔

(۲) غافل ہونے کا فاعل "بت" ہیں کیونکہ ان بے جان پتھروں کو واقعی خبر نہ تھی کہ ان کو پوجا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں قوت گویائی عطا کرے گا اور بت بولیں گے۔

(ج) "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○ (۷/۱۸۸ الاعراف) تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو کچھ کہ اللہ چاہے۔ اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی۔ میں تو فقط ڈر سنانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ انھیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح :- اس آیہ میں چند نکات سمجھنے ضروری ہیں۔ اگر وہ سمجھ لئے تو پھر آقا ﷺ کی شان مبارک سمجھنے میں کچھ شک نہ رہے گا (جیسا کہ مسٹر دہلوی اور اس کے پیروکاروں کو ہے)

نکتہ نمبر ۱ :- الا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ چاہے)۔ آقا ﷺ نے اظہار عبودیت کے طور پر اپنی جان اپنا اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ تو وہی بولتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔ یعنی لب مبارک آپ کے ہلتے ہیں لیکن بولتا اللہ ہے۔ اس لئے ان آیات میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

نکتہ نمبر ۲ :- اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔ تمام بھلائیاں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر مکمل ہو گئیں۔ اس میں کوئی شک کرے تو وہ کافر ہے۔ آپ ﷺ تو حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ) یعنی حکمت کے خزانے آپ ﷺ کے پاس ہیں اور پھر قرآن ایک جگہ کہتا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۲/۲۶۹) اور جسے حکمت ملی اسے بہت بڑی بھلائی ملی چنانچہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ تمام بھلائیوں کے مالک ہیں اور اس لئے غیب بھی جانتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

نکتہ نمبر ۳ :- لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○ مومنوں کی قوم کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کی صفات مبارک کا تعلق لوگوں کے ایمان سے منسلک کر دیا۔ یعنی جو صفات مان لیں وہ

مومن قوم ہیں اور جو نہ مانے وہ کافر ہیں۔

نتیجہ :- اگر حضور ﷺ کی محبت ہے تو پھر سب کچھ سمجھ آجائے گا۔

معترضین کا آیات پیش کرنے کا طریقہ

(ا) عموماً مجھ جیسے انسان نے (جو کہ پیشہ ور مولوی نہیں) یہ بات نوٹ کی ہے کہ معترضین و منافقین قرآن کی کسی آیۃ جس میں لفظ "غیب" آتا ہو فوراً پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ایک بڑی آیۃ کا حصہ ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ نہ اسؔ آیہ کا پچھلی آیتوں سے ربط دیکھتے ہیں اور نہ ہی شان نزول کہ یہ کس صورت کے تحت نازل ہوئی۔ بس لفظ "غیب" اور اس سے پہلے یا آگے "لا" دیکھا تو فوراً اعتراض کرنے بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے پانچ آیات جو انہوں نے پیش کیں۔ ان سب میں سے آقا ﷺ کی شان مبارک ہی اجاگر ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ قرآن تو آپ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے۔

(ب)۔ ایک معترض کو میں نے یہ کہا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ اگر تم کسی آیہ کا ایک ٹکڑا پیش کر کے اعتراض کا تیر چلاتے ہو تو پھر میں ایک آیہ کہتا ہوں۔ وہ ہے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةِ یعنی نماز کے نزدیک مت جاؤ۔ اب فتویٰ دو۔ حکم بنتا ہے کہ نماز کے نزدیک مت جاؤ اور تم کہتے ہو نماز پڑھو۔ پھر کم عقل لاجواب ہوا۔ کہتا ہے کہ اس کے آگے بھی پڑھیں۔ وہ ہے وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی۔ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔ چنانچہ اسی طرح ہر آیہ کو بے موقع بغیر سوچے سمجھے پیش کرنا جہالت کا ثبوت ہے اور دعویٰ کرتے ہیں مولانا ہونے کا۔

(پ) میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنا ایمان برباد ہونے سے بچائیں۔ اگر قرآن و احادیث کی سمجھ نہیں آتی تو کسی اہل علم سے پوچھیں۔ اہل علم وہ ہو گا جو عقل مند ہو گا اور عقلمند وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں آقا ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہو گی۔ اسی محبت رسول کی وجہ سے اس میں بصیرت (دل کی آنکھیں) ہو گی۔ اور جب بصیرت ہو تو پھر قرآن و احادیث بڑی آسانی سے سمجھ آجائیں گے۔ ہر طرف محبوب ﷺ کی ہی تصویر نظر آئے گی۔ دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی۔

علم رسول ﷺ کے قابل فہم نکات

(ا) قرآن میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ فلاں بات کا علم رسول اللہ (ﷺ) کو نہیں۔

(۲) آپ ﷺ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا۔ بلکہ اپنے اظہار عبودیت کے لئے فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے۔

(۳) بعض مواقع پر نہ بتانا ہی مقصود تھا کہ امت کی تعلیم ہو۔

(۴) بعض مواقع پر نہ بتایا تاکہ یہ سنت بن جائے۔ (جیسے انشاء اللہ کہنا)

(۵) بعض موقعوں پر اس لئے نہ بتایا کہ ایک ایسی صورت حال بن جائے کہ امت کے لئے مراعات مل جائیں۔ جیسے تیمّم کی سہولت۔ (ہار کے متعلق نہ بتانے میں یہ حکمت کارفرما تھی۔ اگر بتا دیتے تو قافلہ چل پڑتا اور پھر فجر کے وقت کسی کنویں کے پاس پڑاؤ ہو سکتا تھا اور تیمّم کے ذکر کی بات نہ ہوتی۔)

(۶) بعض صورت حال اللہ تعالیٰ نے پیدا کی۔ بیعت رضوان کے متعلق۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر اللہ نے پھیلا دی۔ پھر بیعت کے وقت اللہ نے کہا یدالله فوق ایدیھم اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں پر۔ منافق اعتراض کرتا ہے کہ عثمانؓ کی شہادت کے ہونے یا نہ ہونے کا علم آپ ﷺ نہ تھا (نعوذ باللہ)۔ اگر ایسا ہے تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی علم نہ تھا؟۔

(۷) بعض باتیں امت کی بہتری کے لئے نہ بتائیں۔ جیسے قیامت کا وقت--- اگر پتہ لگ جائے تو کائنات کا نظام رک جائے۔

(۸) عقلی دلیل یہ ہے کہ جب جبریل نے پوچھا کہ پھر قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے نشانیاں بتلا دیں نشانیاں تو وہی بتا سکتا ہے جسے قیامت کا علم ہو۔ ورنہ کہہ دیتے مجھے قیامت کا علم نہیں تو میں نشانیاں کیا بتاؤں۔

(۹) یہ عالم اسباب ہے ہر واقعہ دوسرے سے منسلک ہے۔ اپنے ہی گھر کی مثال لے لیجئے۔ گھر کا سربراہ کئی باتیں جانتے ہوئے گھر والوں سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے کیونکہ وہ گھر کے نظام اور دیگر باتوں کو بہتر طور پر سمجھتا ہے۔

(١٠) آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کو "کلی علم" عطا کیا اور کلی علم دینے سے شرک نہیں ہوتا۔

(١١) عالم اسباب ہونے کے ناطے ہر واقعہ ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ اسی لئے روز حساب ہے منکرین و منافقین کے اعتراضات اتنے نامعقول اور کم عقلی پر مبنی نہیں کہ اس کی عقل پر جتنا بھی ماتم بھی کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف انبیاء بھیجے۔ کئی کو بنی اسرائیل نے ناحق قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے "ویقتلون النبیین بغیر حق" پھر تو ان بیوقوفوں کو یہ اعتراض بھی کرنا چاہئے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں تھا اور وہ انبیاء کو ناحق قتل کرواتا رہا (استغفراللہ)۔ یاد رہے ناحق قتل ظلم ہے اور (معاذ اللہ) اللہ کیا ظالم ہے؟

(١٢) آخری بات یہ ہے کہ معترضین کی دل کی بیماریاں ہی انہیں کی طرف لے جاتی ہیں اور ان بیماریوں کو دور کرنے کے لئے تزکیہ نفس کے ماہر (Specialist) بھی موجود ہیں۔ انہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہوا۔ صراط الذین انعمت علیھم (ان کا رستہ جن پر اللہ نے انعامات کئے)۔

نتیجہ :- نبی کریم ﷺ کا کسی وقت نہ بتانا۔ یا بتا دینا یا خاموشی اختیار کرنا یہ سب باتیں شریعت کی ضرورت کی متقاضی ہوتی ہیں۔ جبریل علیہ السلام کا آنا بھی شریعت کی ضرورت (Requirement) ہے۔ چنانچہ یہ سب باتیں آقا ﷺ کے "صاحب کلی علم غیب" ہونے میں کوئی اثر اندازی نہیں کرتیں۔ کیونکہ نبی تو نبی ہی ہوتا ہے اور نبی کے معنی ہیں "غیب کی خبریں بتانے والا"۔

تصرف کے باب میں

تفصیل حصہ اول کے باب تصرف و وسیلہ میں دی ہوئی ہے۔

ا۔ سورۃ مومنون کی آیہ قل من بیدہ سے فانی تسحرون (٢٣/٨٨) تک۔ تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

جواب۔ **کلی ایمان۔** تشریح :- مسٹر دہلوی نے دوبارہ سورۃ مومنون کی آیہ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (٨٨/٢٣) تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ یہ آیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کہہ کر کفار کے لئے بھیجی۔ جو کہ اپنے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور شیطانی دھوکہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس کا انبیاء اولیاء کے تصرف سے کوئی تعلق نہیں۔

<u>عبارت تقویۃ الایمان</u>

لکھتا ہے "سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے"۔

جواب۔ **<u>کلی ایمان</u>** :- تصرف کے متعلق بہت آیات حصہ اول کے باب تصرف و وسیلہ میں بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کی سب قرآن سے ہیں۔ جو بات مسٹر دہلوی کا جاہل دماغ نہیں سمجھتا وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا۔ عطائے الٰہی سے شرک نہیں ہوتا۔ خود ہی اس خبیث کا کند ذہن یہ بات بھی کہتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ جب برابری نہ رہی۔ مقابلہ نہ رہا تو پھر شرک کیسا؟

ب۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۝ (۷۲/۲۲) ترجمہ۔ تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

تشریح:۔ یہ آیت سورہ جن میں ہیں۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آکر ایک دفعہ کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دیں تو ہم سب آپ کے محافظ بن جائیں گے۔ کسی دشمن کی مجال نہیں ہو گی کہ آپ کی طرف انگلی بھی اٹھا سکے۔ ان کی اس بیہودہ پیشکش کو اس طرح ٹھکرانے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اے محبوب آپ ﷺ فرما دیجئے اگر میں تمہارا کہا مان لوں اور اپنے رب کو ناراض کر بیٹھوں تو اس کے غضب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ چند ہزار نفوس کی کیا حقیقت ہے۔ میرے لئے اس کی بارگاہ کے بغیر اور کہیں پناہ نہیں۔ تو یہ ہے اس آیہ کی تشریح۔ لیکن مسٹر دہلوی عقل کا اندھا تھا۔ وہ ایسی آیات فٹ کر رہا ہے جس کی یہ جگہ نہیں۔ دوسری بات ہمارے عقیدہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جب نفع نقصان پہنچانے کی بات ہو تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی سبب (وسیلہ) پیدا کر دیتا ہے۔ کاش تم سمجھو۔

ت۔ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَمْلِکُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۝ ترجمہ۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو انہیں آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔

تشریح: یہ آیات بتوں کے متعلق ہے جنہیں کافر پوجا کرتے تھے اور بتایا ہے کہ رزق دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اسی کا صفاتی نام رزاق ہے۔ یہ صفت بتوں میں نہیں ہے اور نہ ہی کوئی استطاعت کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں۔ نہ ان کے ہاتھ نہ پاؤں نہ کان نہ آنکھیں۔ من دون اللہ سے مراد بت ہیں قرآن میں سورہ النحل ۲۰-۲۱/۱۶ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ۝ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۝ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ترجمہ۔ اور اللہ کے سوا جن

کو پوجتے ہو وہ کچھ بھی نہیں بناتے وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ○ ترجمہ۔ اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کرو جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہو گا۔

تشریح:۔ مسٹر دہلوی حالانکہ اپنے نام کے ساتھ (مولانا) لکھتا ہے لیکن اسے عربی نہیں آتی۔ آیت کا غلط ترجمہ کیا ہے۔ جہاں من دون اللہ وہاں بت کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر۔ آخر میں پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہو گا۔ یہ ظلم سے مراد اپنی جان پر ظلم کرنا ہے جو کہ بت پرست کرتے ہیں جو معنی مسٹر دہلوی نے کیا ہے "ناانصاف" وہ یہاں فٹ نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ اللہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ انسان اس کے ساتھ کیا ناانصافی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا الٹا بندہ اپنے اوپر ظلم کرے خود کو تباہ و برباد کرے گا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ○ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰىٓ اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ○ (۳۴/۲۲) ترجمہ۔ تم فرماؤ پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو اور وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں۔ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ۔ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے یہاں تک کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرما دی جاتی ہے۔ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے۔ کہتے ہیں حق اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

تشریح:۔ اس آیہ کے پہلے حصہ میں بت پرستوں سے خطاب ہے وہ ایسے کہ اللہ نے کہا ان کا آسمانوں اور زمین میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ

(اَرُوْنِی) مجھے کھاؤ کہ انہوں نے کونسے آسمان اور زمین بنائے چنانچہ یہ بات بڑی آسان فہم ہے۔ دوسری آیہ میں شفاعت کا ذکر ہوا کہ وہ باذن اللہ ہو گی۔

شفاعت کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کریں گے جو

(۱) جنہیں پسند فرمائے ۲۶/۵۳ نجم۔

(۲) جس کی بات پسند فرمائی وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا (۱۰۹/۲۰ طہ)

(۳) اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۸۶/۴۳ زخرف) حق کی گواہی دینے والے اور اہل علم

(۴) رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہے عندالرحمن عھدا ۸۷/۱۹ مریم)

شفاعت کی قسمیں :۔ ا۔ شفاعت کبریٰ حشر کے روز کہ کاروائی شروع ہو یہ آقا ﷺ کریں گے یہ تمام انسانیت کے لئے ہے۔ تمام انسان ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر آقا ﷺ تک پہنچ جائیں گے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے انا لھا۔ (ب) باقی شفاعتیں مسلمان کے لئے انبیاء' اولیاء' شہداء حتیٰ کہ ایک جنتی امتی کرے گا۔

فرمان شفیع المذنبین ﷺ :۔ آپ فرماتے ہیں تمام انبیاء نے اپنی دعائیں استعمال کر لیں مگر میں نے ایک دعا اپنی امت کے لئے محفوظ رکھی اور وہ ہے شفاعت۔ (مشکوۃ ج ۷ باب شفاعت) میں اپنے رب کے پاس اس کے مقرر گھر میں حاضری کی اجازت مانگوں گا۔ مجھے اجازت دی جاوے گی۔ میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جتنا اللہ چاہے گا مجھے چھوڑ رکھے گا۔ پھر فرمائے گا (اِرْفَعْ رَاْسَکَ یَا مُحَمَّدْ وَقُلْ تَسْمَعْ وَ شْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَه) اے محمد سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری سنی جاوے گی۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جاوے گا۔ فرمایا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ میں سب سے پہلا شفیع ہوں گا اَنَا اَوَّلُ مُشَفَّعٍ سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔ اول کا لفظ جو استعمال ہو اس سے ظاہر ہے کہ دوسرے تیسرے چوتھے اور بھی شفاعت کریں گے۔

نوٹ :۔ مسٹر دہلوی نے اپنی کتاب کے دو تین صفحے فضول مثالیں دے کر کالے کئے ہیں۔ اس کا کند ذہن شفاعت کے فلسفے کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ قرآن و حدیث سمجھنے کے

لئے معلم کے علاوہ انسان کی ذہانت بھی درکار ہے اور اس کے بہت درجے ہیں۔ مقیاس ذہانت ان لوگوں میں سب سے کم درجے کا ہوتا ہے جن کا عقیدہ خراب ہوتا ہے۔ چنانچہ شفاعت کے متعلق درست عقیدے کی ضرورت ہے۔ تاکہ سمجھ آجائے عقلی دلیل یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا جو اس کے انعام یافتہ ہیں۔

عبادت کے باب میں

۲۔ عبادت :- ہر سُنّی مسلمان اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے۔ سجدہ رکوع یہ سب اللہ کے لئے ہیں۔ چاہے کتنا بھی عاشق رسول ﷺ ہو وہ عبادت اللہ ہی کی کرتا ہے اور محبت و عشق رسول ﷺ سے کرتا ہے اس لئے یہ بات شک سے بالاتر ہے اور تمام منافقین کا طبقہ جانتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کہتے ہیں۔

۳۔ حد ادب مصطفیٰ ﷺ :- اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یعنی الوہیت کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے ادب کی حد شروع ہوتی ہے اور قرآن میں دی ہوئی ہے۔ چنانچہ کوئی بھی سنی مسلمان اس حد کو عبور نہیں کرتا۔ وہ اللہ کو اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کو رسول جانتا ہے اور مانتا ہے۔ اور جو شان قرآن میں بیان ہوئی ہے اسے پڑھ کر خوش ہوتا ہے قرآن کہتا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (۹/۲۴) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارے کنبے اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات۔ کیا تمہیں پیارے ہیں اللہ اور رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو میرے عذاب کا انتظار کرو۔ اللہ نافرمانوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

نتیجہ :- ۱۔ آقا ﷺ تو تمام رشتوں یعنی باپ سے بھی زیادہ محترم و مکرم و معظم ہیں۔ ان کے متعلق بھائی جیسا لفظ استعمال کرنا گستاخی ہے اور ایمان ختم کر دیتا ہے۔
۲۔ پیغمبر ﷺ کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے۔ اسی لئے اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قرآن پڑھیں تو تمہیں پتہ لگے کہ اللہ رسول اکٹھے ۹۴ آیات میں آئے ہیں۔ اس سے شرک نہیں ہوتا۔ یہ محبوبیت ہے۔

تقویۃ الایمان میں مسٹر دہلوی بار بار :- وہی چند جملے جنہیں پرانے قصے جو کفار

عرب میں مشہور تھے دہراتا رہتا ہے اس کے ذہن کی سطح اتنی پست ہے اور جہالت کا اندھیرا اتنا ہے کہ یہ سمجھتا ہی نہیں کہ آج کل کوئی بھی سنی مسلمان ایسے کام نہیں کرتا۔ سنی مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ کی الوہیت کیا ہے اور حقیقت محمدی کیا ہے کئی باتیں محض بہتان کے طور پر لگائی گئی ہیں۔ مثلاً یہی بات کہ کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتانا۔ اللہ تعالیٰ کا مقام بلند ترین ہے کوئی نبی یا ولی اس مقام پر نہیں ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو کہے وہی شریعت ہے

کیوں؟: پیغمبر جو کہے وہی شرع ہے۔ کیوں؟:۔ اس لئے کہ آپ ﷺ تو اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ آپ ﷺ تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى)

۱۔ آپ ﷺ نے جو فرمایا وہی قرآن بن گیا۔ وہی حدیث بن گیا۔ (اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ○)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا کہ نبی جو دے لے لو۔ جس سے منع کرے باز رہو۔ (وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا○)

۳۔ قرآن اللہ تعالیٰ اور آقا ﷺ کے درمیان بات چیت ہے۔ سورۃ بقرۃ کی آخری ۲ آیات امن الرسول سے لے کر کلفرین تک۔

۴۔ شب معراج جو گفتگو محب اور حبیب کے درمیان ہوئی۔ اس کا جبرئیل علیہ السلام کو بھی پتہ نہ تھا کیونکہ وہ تیسرے نہ تھے۔ جیسے یہی دو آیات سورۃ بقرہ کی۔

۵۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں (ثنا) سبحنک اللھم وبحمدک ..... ہے؟

۶۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں التحیات ہے؟

۷۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں درود ابراہیمی ہے؟

۸۔ نماز جو کہ افضل ترین عبادت ہے۔ اس میں ثنا' التحیات اور درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔ پھر یہ منافق لوگ کیوں پڑھتے ہیں؟ کیونکہ قرآن میں تو نہیں ہے۔ کیا کوئی منافق اس کا جواب دے سکتا ہے؟

۹۔ شریعت میں نماز ایک واحد عبادت ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ اس لئے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔ روز قیامت سب سے پہلے حساب کتاب میں پہلی پوچھ گچھ نماز کے متعلق ہو گی۔ بے نمازی نے دوزخ میں جا کر یہ وجہ بتائی ہے (لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ)

۱۰۔ نماز میں ثنا التحیات' درود ابراہیمی اس لئے پڑھتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے جو فرما دیا وہی شریعت ہے۔

۱۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جو کہیں وہی قرآن ہے۔ وہی حدیث ہے۔ وہی نماز ہے وہی شریعت ہے۔

انبیاء و ملائکہ کی ضرورت کیا تھی؟

عقلی دلیل :- (ا) یہ عالم اسباب ہے۔ وسیلہ اور سبب نظام الٰہی کا حصہ اور طریقہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے برگزیدہ گروہ انبیاء کو اختیارات عطا کرنا بھی اسی سسٹم کے تحت مشیت ایزدی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو کہا کہ رزق میرے ذمہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام انسان سب کام چھوڑ کر بیٹھ جائیں کہ اب روز صبح شام آسمانوں سے رزق کی بارش ہوا کرے گی اور ہم پیٹ بھر لیا کریں گے۔ بلکہ حکم الٰہی ہے کہ زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔ چنانچہ کوئی مزدوری کرتا ہے تو کوئی نوکری اور کوئی کاروبار کر کے روزی کماتا ہے۔ بندہ بندے کے لئے اسباب بنتا ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پیدا کئے ان کی مختلف ڈیوٹیاں لگائیں۔ انسانوں کی طرف انبیاء بھیجے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پہنچائیں۔ اور سیدھا راستہ دکھایا۔ پھر انسان کو عقل سے نوازا اور اختیار دیا کہ دو راستے ہیں ایک اچھا اور ایک برا چنانچہ عقل کو استعمال کرو تاکہ کل قیامت کے دن تمہیں پکڑ سکوں۔ اگر عقل کا دخل نہ ہو تو پھر یوم قیامت۔ حساب کتاب کا کوئی جواز نہیں۔

(ت) اگر اللہ تعالیٰ ہر کام بغیر واسطہ کے کرنا چاہتا تو کیا ایسا نہ کر سکتا تھا۔ وہ تو کن (ہو جا) کہے تو وہ فیکون (ہو جاتا ہے) چنانچہ اگر ہر کام بلاواسطہ ہی کرنا تھا تو پھر ملائکہ اور انبیاء کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو مومن بنا دیتا مگر اس نے دیکھنا ہے کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔

(ث) چنانچہ ثابت ہوا کہ ہر کام کا سبب بنتا ہے۔ وسیلہ اور تصرف اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں اور اس کے نظام کا ایک حصہ اور طریقہ ہے انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے۔ مالی طور پر جسمانی طور پر وغیرہ وغیرہ۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے والدین اس کی پرورش اور رزق کا سبب بنتے ہیں۔ ایسی باتوں سے شرک نہیں ہوتا۔ شرک صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی باطل الٰہ کو شامل کرنے سے ہوتا ہے۔

واپسی پیغام :- (ج) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور انبیاء کے ذریعے اپنے پیغامات بھیجے

اور ایک طریقہ بتایا۔ اسی طرح انسان سے اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی پیغام کا بھی چینل یہی ہے۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ اعمال کو ملائکہ لے کر اوپر جاتے ہیں اور پھر ہر آسمان کو پار کرنے کے لئے چیکنگ ہوتی ہے اور نامقبول عمل واپس انسان کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں۔ یہ ہر آسمان پر ہوتا ہے اور اگر ساتوں آسمان پار بھی کر جائیں تو پھر ان کے خلوص یا ریاء کے متعلق تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ملائکہ کو کہتا ہے کہ ان میں ریاکاری تھی اس لئے اسے اس انسان کے منہ پر مار دیئے جائیں۔ اس لئے اعمال کا وسیلہ بنانا بھی غلط فہمی ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کی شان سمیع، بصیر، علیم و خبیر برحق ہے۔ وہ یقیناً بلاشبہ سنتا ہے بغیر کسی واسطے کے۔ فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ (یہاں اُجِیْبُ کے معنی مقبول ہونا نہیں ہے) لغت کھول کر بیشک دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ وضع کیا ہوا ہے اور وہ ہمارے آقا ﷺ نے بتا دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ اللہ معطی وانا قاسم اللہ عطا کرتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ عطا تو اللہ ہی کی ہے مگر در مصطفیٰ ﷺ پر جانا پڑے گا۔ اور پھر وہیں سے سب کچھ ملے گا۔

تقلید اور محدثین

محدث حضرات :- جنہوں نے احادیث کو اکٹھا کرنے کے لئے بہت مشکلیں برداشت کیں اور پھر ہمیں تمام مجموعے پلیٹ میں رکھ کر دے دیئے۔ امام بخاری، امام مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی، نسائی، ابو یوسف، محمد اور ان سے پہلے امام احمد بن حنبل یہ وہ حضرات ہیں کہ جن نے اس احسان کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

محدث مقلد تھے :- امام بخاری، امام مسلم اور نسائی (شافعی) ترمذی، ابو یوسف، محمد (حنفی) اور ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی (حنبلی) تھے۔ اس سے بڑھ کر امام احمد بن حنبل کی مسند ہزاروں احادیث پر مشتمل ہے اور یہ کتابیں ہمارے لئے حصول علم کا بہترین ذخیرہ اور ذریعہ ہیں۔

روایت کا قاعدہ :- اگر کوئی راوی کہیں بیچ میں ناقابل اعتبار ہو تو اس حدیث کو صداقت مشکوک ہو جاتی ہے یہ ایک اصول ہے اسی اصول کی بنا پر محدث حضرات جو کہ مقلد ہیں کی تقلید کے پہلو سے تو انکار کیا جائے مگر ساتھ ساتھ احادیث بھی لے لی جائیں تو کیا یہ محدثین حضرات کے ساتھ دغا نہیں؟

سوالات :- (۱) کیا محدث حضرات غلطی پر تھے (کیونکہ انہوں نے آئمہ کرام کی تقلید کی)؟

(۲) اگر یہ غلطی پر تھے تو پھر ان کی احادیث کی حیثیت کیا ہو گی؟

(۳) محدثین کے مقلد ہونے کے بعد کیا لازم نہیں کہ ان کی طرح مقلد بن جائیں؟

(۴) اگر محدثین کی طرح مقلد نہ بنے پھر کیا حدیث کی عمارت میں دراڑیں نہ پڑ جائیں گی؟

جواب :- تمام محدثین حضرات مقلد تھے اور صحیح تھے (کوئی غلطی پر نہ تھا) تقلید تو انسان باجماعت نماز پڑھتے ہوئے امام کی بھی کرتا ہے۔ یہ بہت ہی آسان فہم بات ہے۔

کاش :- سٹر دہلوی اور اس کے پیروکاروں کا مقیاس ذہانت بلند ہوتا۔ انہیں پتہ ہوتا کہ

معرفت حقیقت اور بصیرت کیا ہے۔ پھر یہ لوگ بھی قرآن و حدیث سمجھ لیتے۔

ایک ہی راستہ :- قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲/۱۰۸) تم فرماؤ یہ میرا رستہ ہے میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ بصیرت پر ہیں میں اور میرے اتباع کرنے والے۔

عقائد کے متعلق کلمات خالص کفر۔ جو کہ وہابیت کی بنیاد ہیں اور قرآن و احادیث کے خلاف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

ا۔ صفت الٰہی کا انکار (عطا):۔ عطا کرنا اللہ تعالٰی کی صفت ہے اور شان بھی۔ اللہ تعالٰی نے اپنے برگزیدہ گروہ انبیاء کو بہت کچھ عطا کیا اور جتنا چاہا کیا۔ قران میں الفاظ اِنَّآ اَعْطَیْنَا اور ھٰذَا عَطَآؤُنَا آئے۔ اللہ تعالٰی کی کسی بھی صفت کا عطا کرنا کفر ہے۔ توہین الٰہی ہے اور یہ جرم بہت سنگین ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ عطائے علم غیب کا انکار:۔ مسٹر دہلوی لکھتا ہے۔

(ا) "خواہ اللہ کے دینے سے" غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (مطبوعہ یو پی بھارت)

(۲) یا خدا کا عطا کیا ہوا۔ ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے (مطبوعہ کراچی' بالکل نیا ایڈیشن)

ب۔ عطائے تصرف و اختیار:۔ لکھتا ہے۔

(ا) یا یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (مطبوعہ یو پی)

(۲) یا خدا کا دیا ہوا۔ ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ (مطبوعہ کراچی)

لکھتا ہے۔ (۳) گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ اس پر شرک ثابت ہوتا ہے (مطبوعہ یو پی)

(۴) گو اس کو خدا کے برابر نہ سمجھتا ہو اور اس کے مقابلے کی طاقت اس میں نہ جانتا ہو۔ تو شرک ہو جائے گا (مطبوعہ کراچی)

۲۔ نبی کی تعظیم:۔ لکھتا ہے۔ (ا) نبی کی تعظیم بس بڑے بھائی کی طرح کرو۔

جواب:۔ رسالت کا مرتبہ اللہ تعالٰی کی الوہیت کے بعد ہے۔

سوال:(ب) مر کر مٹی ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ)

جواب:۔ (انبیاء کے اجسام مٹی نہیں کھاتی)

(ت) فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے۔ متقی مشرک سے۔

جواب:۔ (یہ فاتر العقل یہ نہیں سمجھتا کہ متقی ہو گا تو وہ مشرک نہ ہو گا اور اگر مشرک ہو گا تو متقی نہ کہلائے گا)

۳۔ گناہ کو عبادت پر فضیلت:۔ لکھتا ہے جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی۔

۴۔ کلمہ گو کو جھوٹے مسلمان کہنا:۔ کلمہ گو مسلمان کو "جھوٹے مسلمان" یا "نام نہاد مسلمان" کہا۔ مطلب یہ کہ یہ "مسلمان" نہیں۔

۵۔ نبی کی دعا:۔ نبی کی وہی دعا قبول ہوتی ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔

جواب:۔ (نوٹ۔ نبی تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں۔ قرآن کہتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى)

۶۔ عقل کا دخل نہیں:۔

جواب:۔ اگر انسان کو عقل ہی کافی ہوتی تو پیغمبروں کی ضرورت نہ تھی۔

۷۔ ذکر الٰہی:۔ اٹھتے بیٹھتے صرف خدا کا ہی ذکر کرنا چاہیے۔

جواب:۔ (کیا وہ ذکر نہ کریں جو اللہ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں یعنی) آقا ﷺ پر ہر وقت درود و سلام بھیجیں

۸۔ وقت پڑنے پر یاد خدا:۔ وقت پڑنے پر خدا کو ہی یاد کرنا چاہیے۔

جواب:۔ (سب خدا ہی کو یاد کرتے ہیں)

۹۔ تقلید نہ کرو:۔ آئمہ مجتہدین کی پیروی درست نہیں۔

جواب:۔ (تمام محدثین تو مقلد تھے۔ اگر تقلید کے مخالف ہو تو پھر ان کی پیش کردہ احادیث نہ مانو)

۱۰۔ قرآن بغیر معلم کے:۔ قرآن سمجھنے کے لئے معلم کی ضرورت نہیں۔

جواب:۔ جن کی زبان میں قرآن اترا انہیں سال ہا سال لگ جاتے ہیں حضرت عمرؓ کو سورۃ بقرہ سمجھنے میں سال ہا سال لگ گئے۔

۱۱۔ اللہ کو پکارنا:۔ مصیبت کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارے۔

جواب (ا):۔ سب اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

(ب):۔ نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ کے متعلق کیا خیال ہے۔ قیامت کے دن منافقین مرد و عورت جب مومنین مرد و عورت کا نور آگے اور داہنے سے دیکھیں گے تو کہیں گے۔ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (الحدید) ہم بھی تمہارے نور سے کچھ لے لیں۔

دو مسئلے حل ہو گئے۔ نور کا اور وسیلے کا:۔

توبہ کر لو:۔ اب بھی وقت ہے۔ جو مسٹر دہلوی کے پیروکار زندہ ہیں ان سے مخلصانہ اپیل ہے کہ ان کلمات کفر سے توبہ کر لیں۔ قبل اس کے کہ موت آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی سے بڑھ کر اور کونسا جرم اور گناہ باقی رہ جاتا ہے؟

خلاصہ کتاب کلی ایمان قرآن و حدیث کی روشنی میں

کلام آخر:۔ (ا) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فضل و کرم سے میں نے یہ کتاب "کلی ایمان" برائے رد کتاب تقویتہ الایمان لکھی۔ اتنا عرصہ ذہن پر جو بوجھ پڑا وہ میں ہی جانتا ہوں۔ کیونکہ اس ایمان برباد کر دینے والی کتاب (تقویتہ الایمان) میں اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین آمیز عقائد اور نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین و تنقیص پڑھ کر دماغ کھولنے لگتا ہے۔ کہ ایک شخص جو مسلمان ہونے کا دعویدار ہے اپنے خود ساختہ القابات حضرت، مولانا اور پھر اس کے پیروکاروں نے انہیں "شہید" کا لقب بھی دے دیا ہے کے ساتھ ساتھ اتنا بڑا جاہل، اجڈ، گستاخ رسول اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا منکر ہو سکتا ہے۔

(ب) تمام نامناسب اور قابل مواخذہ عبارات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ان تحریروں کو مسترد کر دیا ہے۔

(ت) اور ان عقائد کے پیروکاروں کو مشورہ دیا ہے کہ اپنا ایمان، اپنی دنیا و آخرت نہ برباد کرو۔ انہیں دوزخ کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جب مسٹر دہلوی نے یہ کتاب لکھی اس وقت اور آج میں بڑا فرق ہے۔ اب تو حصول علم کے ذرائع اور ذخیرہ بہت ملتا ہے۔ اسلامی جامعہ اور یونیورسٹیاں عام ہیں۔ ہر اس کتاب تک رسائی ممکن ہے جو ہو سکتا ہے مسٹر دہلوی کو نہ ہو۔

(ث) کفریہ عقائد سے چھٹکارا صرف توبہ سے ہی مل سکتا ہے اور توبہ کا طریقہ قرآن و حدیث کے مطابق بتا بھی دیا ہے۔

(ج) یاد رہے کہ بصیرت اور معرفت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس کے لئے در مصطفیٰ ﷺ کی طرف جانا پڑتا ہے ایسے نہیں ہو سکتا کہ مسٹر دہلوی کے باپ چچا وغیرہ علمائے دین تھے اور چونکہ یہ اسی گھرانے میں پیدا ہوا ہے تو لازماً اس میں بھی کچھ بصیرت ہو۔ کیونکہ دین میں نہ تو وراثت ہے اور نہ ہی ٹھیکیداری۔ جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر خلفاء راشدین کے بیٹے اور پوتے ہی خلیفہ ہوتے۔۔۔ ایک اور دنیاوی مثال دیتا ہوں یہ ضروری نہیں کہ جرنیل کا بیٹا جرنیل بنے یا کرنل کا بیٹا

کرنل ہی بنے۔۔۔ یہ انسان کی اپنی جدوجہد ہے اور دین کے معاملے میں تو فرمان الٰہی ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ترجمہ۔ جو ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

(ج) تیسری اہم بات یہ ہے کہ دین میں اخلاص بہت ضروری ہے بلکہ خلوص ہی دین کی بنیاد ہے۔ اور آج کل کے دور میں اس خلوص کو پیسے سے دور رکھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ جب پیسہ دین میں داخل ہوا تو پھر لالچ اور طمع اس خلوص کو ختم کر دے گا۔ اس کی مثال اس حکایت سے واضح ہو جائے گی۔

حکایت :- ایک شخص کو پتہ چلا کہ فلاں درخت کی پوجا ہو رہی ہے۔ اسے غصہ آیا اور کلہاڑا لے کر نکل پڑا کہ اس درخت کو کاٹ کر اس برائی کو ختم کر دے گا۔ رستے میں شیطان انسانی صورت میں ملا۔ اور پوچھا کہ کدھر جا رہے ہو۔ بتایا کہ فلاں درخت کی پوجا ہو رہی ہے اور اسے کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا کہ کیا تمہیں حکم الٰہی ہوا ہے۔ وہ بولا نہیں۔ تو شیطان نے کہا پھر اور لوگ بھی تو ہیں انہوں نے اسے کیوں نہیں کاٹا۔ تم ایسا کرو گھر واپس جاؤ اور مجھ سے اتنے روپے ہر ماہ لے لیا کرنا۔ وہ شخص گھر واپس چلا گیا۔ شیطان نے اسے دو تین ماہ روپے دیئے اور پھر دینا بند کر دیا۔ آخر انتظار کر کر کے وہ شخص پھر کلہاڑا لے کر گھر سے نکل کہ اس دفعہ تو وہ اس درخت کو کاٹ ہی دے گا۔ رستہ میں پھر شیطان ملا اور اس کا مدعا پوچھا کہنے لگا اب تو میں اس درخت کو کاٹ کر ہی واپس آؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ پہلی دفعہ تم واقعی اللہ کی راہ میں نکلے تھے۔ مگر اب ان روپوں کے نہ ملنے کی وجہ سے۔

یاد رہے :- اللہ تک پہنچنے کا رستہ۔ صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کا رستہ ہے۔ اس دنیا میں بھی محمد ﷺ کی ضرورت ہے۔ قبر میں بھی محمد ﷺ کی ضرورت اور میدان حشر میں بھی محمد ﷺ کی ضرورت ہو گی۔۔۔ میری بات مان لو کیونکہ یہ بات کسی مولانا، مفتی، علامہ، مولوی، شیخ القرآن، پروفیسر اور ڈاکٹر کی نہیں۔ بلکہ یہ بات ایک بندۂ رسول ﷺ کی ہے۔

توبہ کا دروازہ

توبہ کی ضرورت :- انسان شر اور خیر کا مجموعہ ہے اس سے نیک کام بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ نیک کاموں کا اجر ملتا ہے لیکن برے کاموں کی سزا ملتی ہے۔ اور ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے طور پر رکھی ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے توبہ کے متعلق اپنے فیصلوں سے واضح طور پر قرآن میں بتا دیا ہے کہ کیسے توبہ کریں اس کا مفہوم کیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ لفظ قرآن حکیم میں ستاسی (۸۷) دفعہ آیا ہے۔ چند آیات اور اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ بنیادی طور پر توبہ کے نکات یہ ہیں کہ انسان گناہوں سے نادم ہو کر پہلی بات یہ ہے کہ توبہ کرے۔ پھر آئندہ ایسا گناہ نہ کرے اور واقعتاً" اسے معلوم ہو گا کہ وہ اس گناہ کو جس کے لئے توبہ کی تھی نہیں کر رہا۔

توبہ کا طریقہ۔ مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ دو :- اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہوا ہے ہر کام کا۔ گویا کہ ایک طریقہ وضع کر دیا ہے چنانچہ توبہ کا بھی ایک طریقہ ہے اور وہ سمجھنا اس لئے آسان ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے دعا کی تھی رب انی اسئلک بحق محمد تغفرلی اے میرے رب میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ دوسری اہم بات وہ حکم ہے جو ہم اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کو ملا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت کرے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اس میں سمجھنے کا نقطہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کے محبوب ﷺ کا واسطہ دے کر معافی مانگیں تو وہ ضرور (لوجدوا الله کہا) پائیں توبہ قبول کرنے والا۔ اس نوعیت کی صرف یہ ایک ہی آیہ ہے۔ بہت آسان فہم ہے۔

توبہ کیوں؟ :- قرآن کہتا ہے اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (۶/۵۴) کہ تم میں سے جو کوئی جہالت میں کچھ برائی

کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

موت کے وقت توبہ قبول نہیں :- وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭاُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ترجمہ۔ اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔ اور نہ ان کی جو کافر مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴/۱۸)

گستاخان رسول کو مشورہ :- ایک مخلص مومن سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق تبلیغ بھی کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید کوئی اپنا ایمان بچا لے اور دوزخ سے بچ جائے چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے دیدہ دانستہ یا نادیدہ دانستہ حبیب اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات نکالے تحریری یا تقریری۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کیا اور اپنی رائے سے مرضی کے موافق مطلب نکالا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا محض اپنی جہالت اور کم علمی کی وجہ سے۔ جنہوں نے رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کی نورانیت کا انکار کیا آپ کے کمالات یعنی معراج کو جھٹلایا۔ آپ کے صفات یعنی آپ ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کی آپ ﷺ کے اختیارات کا انکار کیا۔ آپ ﷺ کے معجزات کا تمسخر اڑایا۔ اس وطیرہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت برباد کر لی۔ ان کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ بہت قبل از موت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے حبیب ﷺ کا واسطہ دے کر ان تمام باتوں سے توبہ کریں وہ غفور رحیم ہے۔ جب اسے اس کے حبیب ﷺ کا واسطہ دیں تو ضرور توبہ قبول کرلے گا۔ ورنہ موت کے وقت جب پتہ ہو کہ اب ٹائم پورا ہو رہا ہے توبہ قبول نہیں کرتا اور یہی وجہ تھی کہ فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ فرعون کی سنت پر عمل نہ کریں۔

وما علینا الا البلاغ

سلام • بدرگاہِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم ، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور
بھیجیں سب اُنکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
— صلی اللہ علیہ وسلم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

*

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
انکے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار وگیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جُود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِ نوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی دامنۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستّارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جُرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں
انکی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قُدسیوں کے لب سے آمین رَبَّنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو

(بندۂ رسول کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی